رادھا سوامی سہائے

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۱۱۴

سنت سنگت

بچنوں کا ماہواری سلسلہ

دیال جی مہاراج

کے تخیلات، منقولات، ارشادات اور فیوضات انھیں کی آسان اور عام فہم زبان میں

ایڈیٹر، منیجر، پرنٹر، پبلشر

موتی لال مختار

مقام اشاعت رادھاسوامی دھام، ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام، ضلع مرزاپور

سالانہ ۱ روپیہ [illegible] کلدار سکہ حالی سے، ممالک غیر سے مبلغ [illegible]

ہر نمبر کی قیمت [illegible] یا زیادہ

یونانی دواخانہ پریس سبزی منڈی - الہ آباد

[illegible] ۱۹۳۲ء

ست سنگت کے اُصول اور مقاصد

(۱) روحانیت پسند احباب کے درمیان تصوف اور حقانیت کے خیالات کی بلا تمیز قومیت و ملت اشاعت (۲) پنتھ مسلک اور طریقت کے مذہب اور مبہم مسائل کی آسان اور عام فہم عبارت میں صراحت (۳) مرنجان مرنج کے اصول کی سختی کے ساتھ پابندی یعنی عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود (۴) اعتراضی اور مذہبی حملوں کا جواب دیتے ہوئے اخلاق نبری۔ انصاف اور اعتدال کا لحاظ رہیگا۔ چھوٹائی یا بڑائی یا اونچے نیچے دکھانیکا خیال بالکل کالعدم رہیگا۔ (۵) اپنی طرف سے کسی پر حملہ نہ کیا جائے۔ ہر مذہب کے روشن پہلو پر روشنی ڈالنا تاریک پہلو اوروں کے حوالے (۶) نامہ نگاروں کی رائے کی ذمہ داری ایڈیٹر کی ذات سے منسوب نہوگی اور نہ ایسی یا "ست سنگت" میں درج کیجائیگی جو اُن کے خلاف ہوگی۔ (۷) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام موتی لال منیجر "ست سنگت" رادھاسوامی دھام۔ ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام۔ ضلع مرزاپور۔ یو۔پی۔

ڈیرہ بابا جیمل سنگھ بیاس کی کتابوں کا سلسلہ

(۱) رادھاسوامی نام قیمت عہ، (۲) چوتھا پد قیمت ہ، (۳) ایک گورو یا انیک گورو قیمت ہ (۴) روحانیت حاصل کرنیکا طریقہ قیمت عہ/ہ، (۵) چھاونی دپند نامہ رادھاسوامی قیمت [illegible] (۶) تشریح ہدایت نامہ رادھاسوامی عہ، جن صاحبوں کو اس سلسلے کے پڑھنے کی خواہش ہو وہ درخواست براہ راست منیجر "ست سنگت" ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام۔ ضلع مرزاپور کے نام بھیجیں۔ کتابیں "ست سنگت" کے سلسلہ میں اور منگنا علیحدہ بھی نکلیں گی۔

شبد پرنگ

پوتھی سار بچن نظم

رادھاسوامی نظم کے شبدوں کی مفصل تشریح

ست سنگ کے روزانہ بچنوں سے انتخاب کیا گیا

ایڈیٹر موتی لال

رادھاسوامی دھام ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام

ضلع مرزاپور

فہرست مضامین

رادھاسوامی دیال کی دیا!

رادھاسوامی سہائے!

عرض حال واقعی

تمہارے کہنے سے کرتا ہوں کام میں سارے
تمہیں خیال نہیں میرے کام کا پیارے

رادھاسوامی دھام میں دن میں دو دفعہ ست سنگ ہوتا۔ صبح اور شام اور ہر روز بلاناغہ بچن بھی کہے جاتے ہیں پوتھیوں کے شبد کی صراحت ہی کردی جاتی ہے بیشتر صرف ایک شبد کا پاٹھ ہوتا ہے۔ اور ست سنگ کا سارا وقت یا تو بچن میں صرف ہوتا ہے یا شبدوں کی تشریح میں۔

ست سنگیوں نے درخواست کی کہ ہم ست سنگ میں باقاعدہ حاضری نہیں دے سکتے ایسا انتظام کیا جائے کہ گھر بیٹھے ہوئے ہم کو ست سنگ کے بچن پہنچتے رہیں۔ سوچا گیا سمجھا گیا غور کیا گیا اور تب "ست سنگت" کا رسالہ جاری کیا گیا وہ برا بھلا جیسا ہے دو سال سے ست سنگیوں کے دائرہ میں گشت کر رہا ہے اس کا فیصلہ کہ وہ کیسا ہے اُن سے زیادہ تر متعلق ہے۔

میں نے درخواست سنی۔ درخواست قبول کی۔ درخواست پر کام کیا تھوڑے خریدار بنے۔ اشاعت کا دائرہ نہایت محدود رہا۔ مصارف کثیر کا بار سر پر پڑا۔ کم سے کم ہر مہینہ میں ڈھائی سو روپیہ ماہوار کا خرچ ہے۔

ایڈیٹنگ مینجر ہے اسسٹنٹ مینجر ہے کاتب ہیں کاغذ کا خرچ۔ چھپائی کا خرچ دفتری کا خرچ خط و کتابت پیکٹ بھیجنے وغیرہ کے کتنے اخراجات ہیں جو ست سنگیوں کے خوش کرنے کی نیت سے میں نے اپنے سر پر لے لیا لیکن دو برس ہو گئے اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کو کون کہے۔ اس کی وجہ سے مجھے سخت زیر بار ہونا پڑا۔ اور مجھے اس سے ذاتی طور پر کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کا حساب کتاب آسمان پر ہوتا ہوگا۔ اس کا اتنا خیال بھی نہیں ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیئے تھا کہ ماہانہ خرچ نکلا کرتا اور زیر بار نہ ہونا پڑتا۔

چندہ ۵؎ رکھا گیا ہے ۵؎ کے ۳۵۲ پیسے ہوتے ہیں اور سال کے دن کا شمار ۳۶۵ ہے۔ اسی حساب سے ایک پیسہ روزانہ سے بھی کم پڑتا ہے۔ کیا ست سنگ کے بہنوں کی اس قدر بھی حیثیت اور قدر و منزلت نہیں ہے۔ کہ روزانہ معمولی اور اوسط درجہ کا ست سنگی پیسہ روز اس نیک کام کے لئے نکال سکے۔ لوگ مالی شکایت کرتے ہیں جو کسی قدر صحیح بھی ہے لیکن ایسا تو نہیں ہے کہ پیسہ روز بھی وہ اپنے پاکٹ سے نہ نکال سکیں اگر اتنا بھی اُن سے نہیں ہو سکتا تو مجھ سے "ست سنگت" کے جاری کرنے کی درخواست کیوں کی گئی۔ بعضے ایسے لوگ ہیں کہ رسالہ وی پی منگوا کر انکار کر جاتے ہیں اور مجھے ۶؍ فی پرچہ کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے یہ خسارہ مزید براں ہے جس کے لئے ست سنگی ناحق قابل شکایت بنتے ہیں۔

اب آپ ہی فرمائیے میں کروں تو کیا کروں۔ اسٹاف مفت میں کام نہیں

کر سکتا۔ پریس والے بلا اُجرت لئے ہوئے نہیں چھاپتے۔ کاغذ والے ایک رِیم کاغذ بلا قیمت دینے کو تیار نہیں۔ ڈاک خانہ والے جب تک کافی ٹکٹ نہ لگایا جائے پرچوں کو لیٹر بکس میں نہیں ڈالنے دیتے وعلیٰ ہذا القیاس

یہ سب وجوہات ہیں جن کے سبب سے وقت پر رسالہ نہیں نکل سکتا۔ سخت دِقتّوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ورنہ میری نیّت ہمیشہ سے یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ میں بہتر اور ضخیم تر صورت میں آپ کا دست زیب وید زیب اور میز زیب بنتا جاتا۔

کام تو میں کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا نفع نقصان کی طرف اتنا خیال نہیں ہے۔ مگر اے پیارے پڑھنے والو! آخر تمہارا بھی کچھ فرض ہے۔ یا نہیں؟ تم ایک پیسہ روزانہ کے لئے جان چراتے ہو اس کا جاری رکھنا مقصود ہے یا اس کے بوجھ سے میری ہمت کی کمر کو توڑنا مراد ہے؟

اس واقعی عرض حال کو سُنا کر میں آپ صاحبان سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس کی اشاعت کے دائرہ کو بڑھایئے خود خریداری کیجئے اور دوسروں کو اس کا شوق دلایئے۔

اس موجودہ نمبر میں آپ دیکھیں گے کس طرح شبدوں کی تشریح کی گئی ہے۔ اور کس پیرایہ میں پورانوں کی کتھائیں دی گئی ہیں۔ جو روحانی غوامض سے بھری ہوئی ہیں۔ کہنے کے لئے یہ رسالہ نہایٔی کہہ لیا جائے لیکن سچ بات یہ ہے کہ یہ ہر مذہب پسند روحانیت پسند اور حقیقت پسند کے کام کی چیز ہے۔ یہ فرض ست

سنگیوں کا ہے۔ کہ وہ اپنے اردگرد کے آدمیوں کو دو چار دفعہ پڑھنے کے لئے مفت دیدیں جب اُن کو مزہ آنے لگے گا خود شوق کے ساتھ خریدار بنیں گے۔ اور ذوق کے ساتھ اس کی قدردانی کرینگے۔

بس اتنا ہی کہنا کافی ہے اگر اس پر بھی آپ صاحبوں کی توجہ ادھر نہیں ہوتی تو سوائے افسوس کے اور کیا کہا جائے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۳۲ء رادھاسوامی شیو

رادھا سوامی سہائے

دیباچہ

لوگوں نے شبدوں کے پاٹھ اور بھجن گانے کا نام ست سنگ رکھ چھوڑا ہے۔ گئے۔ دو چار دس شبد پڑھے اور سُنے۔ بانی کا پاٹھ ہوا اِدھر اُدھر کی گپ شپ ہوئی اور دھوتی جھاڑ کر چل کھڑے ہوئے اس کا اِین کا نام ست سنگ رکھ چھوڑا ہے۔ "ست سنگ" حقیقت میں صرف ست کے سنگ کو کہتے ہیں۔ اس کے سوا اس کا اور کوئی ترجمہ نہیں ہے مرشد کی صحبت اصلی ست سنگ ہے۔ اگر یہ میسر آجائے تو کیا کہنا ہے لیکن اگر یہ میسر نہ آئے تو جہاں دو چار دس ست سنگی جمع ہو کر شبد کا پاٹھ کرتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ قاعدہ مقررہ کے موافق دل کو متحد کر کے سُمرن دھیان میں لگیں اور شبد کا پاٹھ سُنیں اس التزام سے اُن کے شغل کو تقویت ملے گی یا اگر کوئی واقف کار شخص ہے تو وہ بانی کے پاٹھ کی اپنی سمجھ بوجھ کے موافق کچھ تھوڑی بہت تشریح کر دیا کرے اس کے لیے انوبھو کی بڑی ضرورت ہے جب تک انوبھو نہ ہوگا۔ پوتھی اپنے راز کے بتانے سے انکار کرے گی۔

اگر گاتے ہو تو اس طرح گاؤ کہ وہ گانا صوت سرمدی بنکر تمہارے اندر گونج اُٹھے۔ اگر روحانی نظارے دیکھنا چاہتے ہو تو گھٹ کے مرکز پر قائم ہو جاؤ۔ اُس پر جم کر بیٹھو اور اندر کے مشاہدات کا لطف اُٹھاؤ۔ اگر تصور

کرتے ہو تو تصور اس قسم کا ہو جس میں دل اپنی صورتگری کے فن کو مکمل کرتا ہو تم کو خیالی طور پر باطنی گورو کی قربت اور صحبت کا لطف بخش سکے۔

کہا گیا ہے کہ

"کبیر کا گایا گاوے تین لوک سے جاوے
کبیر کا بوجھا بوجھے تین ترلوکی سوجھے
کبیر کا تانا تنے سہج جولاہا بنے"

اگر ست سنگ میں محویت آتی ہے وجد کی حالت طاری ہوتی ہے تب تو وہ مفید ورنہ عادت کی غلامی ہے مطلب یہ ہے کہ ست سنگی روز بروز ترقی کرتا جائے اور اُسے اپنے اندر اس ترقی کا احساس بھی ہونے لگے۔ کیا عام ست سنگوں میں ایسا ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو ہم کو کچھ کہنا سننا نہیں ہے اور اگر نہیں ہوتا ہے تو کم از کم لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہماری لکھی ہوئی تحریر جو سمرن دھیان اور بھجن کے متعلق ہے دو چار دس دفعہ بغور مطالعہ کریں۔ "یہ ست سنگت" جلد ۵ نمبر ۲ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء میں نکلا ہے مختصر سا رسالہ ہے عام فہم اور دلچسپ ہے یہ خود بخود بلا کسی محنت اور مشقت کے شغل اور عمل کا راستہ دکھا دے گا۔

اکثر لوگوں نے شکایت کی کہ بانی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ سمجھ کیسے آوے سمجھنے والا الگ اور بانی الگ۔ جب سمجھ بوجھ اور بانی کا ملاپ ہوتا تب مزہ ملتا۔ بانی کچھ اور کہہ رہی ہے اور لوگ کسی اور ادھیڑ بن میں لگ رہے ہیں۔ پھر اگر نتیجہ بے سود اور بے بہبود نہ ہو تو کیا ہو۔

من دیا کہیں اور ہی تن سادھو کے سنگ کہہ کبیر کوری گزی کیسے لاگے رنگ

جب آواز اور کان کا میل ہوتا ہے تب بات سمجھ میں آتی ہے۔ جب نظر اور نظارہ کا میل ہوتا ہے تب آدمی ناظر بنتا ہے جب ناک اور بُو ایک درجہ میں قائم ہوتے ہیں۔ تب احساس کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ جب دل اور خیال باہم دگر ملتے ہیں۔ تب نئی نئی سوجھ سوجھتی ہے۔ اور نئی نئی اُپج آتی ہے۔ اسی طرح پاٹھ اور پاٹھ سُننے والے کا تعلق ہے۔ ساری بات سُرت اور شبد کی ہے آواز اور توجہ کو یکساں ہونے دیجئے پھر دیکھئے کیا لطف آتا ہے

رادھاسوامی دھام کے ست سنگی خوش نصیب ہیں کہ یہاں پوتھی سار بچن نظم کے ہر شبد کی مشرح تشریح کر دی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا موقع ہوتا ہے کہ ایک شبد کی روزانہ تشریح ایک ایک مہینہ میں جا کر ختم ہوتی ہے روز سُنتے سُنتے کیسے ممکن ہے کہ سُننے والے ہمیشہ کے لئے اصل مطلب سے محروم رہ جائیں۔

جو بچن ست سنگ میں پڑھے جاتے ہیں اور جن کی جیسی تشریح کی جاتی ہے۔ اُنہیں ہم ست سنگت کے رسالہ میں اس مرتبہ بطور نمونہ کے داخل کرتے ہیں ہمارے دُور دُور کے رہنے والے ست سنگی بھائی اور کچھ نہ کریں پہلے ست سنگت کے بچن پڑھکر تب اُس کے متعلق بانی کے شبد کو پڑھیں آپ ہی آپ اصل حقیقت کُھلتی جائے گی اور اُنھیں وجد اور سرور کی حالت نصیب ہوگی۔

رادھاسوامی مت کیا ہے؟ وہ دویت واد ہے یا ادویت واد ہے؟ یا دویت ادویت واد ہے؟ خواہ انیک واد ہے؟ کون ست سنگی ہے جو

جو اس معمولی سوال کا جواب قابل اطمینان طریقہ میں دے سکتا ہے۔ سبب اُس کا یہ ہے کہ لوگ پوتھی کو بغور نہیں پڑھتے۔ ست سنگ میں گانا سُننے جاتے ہیں۔ پاٹھی نے سُریلے لہجہ میں شبد پڑھ دیا یہ فریفتہ ہو گئے کانوں کو لذّت لگی۔ اور پاٹھ کانوں کا وشے بھوگ بن گیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ غذائے رُوح بنتا۔ مگر پوتھی کا پاٹھ سُرت شبد کا مضمون نہیں ہونے پاتا لوگوں نے پاٹھ کو بھی صرف گانے بجانے کا مضمون بنا رکھا ہے۔

رادھاسوامی مت سب کچھ ہے۔ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کی حیثیت سب سے نرالی ہے۔ اس کے اندر سب کچھ ہے۔ یہ مکمّل شئے ہے۔ مگر مکمل شئے کی سمجھ اُس وقت آتی ہے۔ جب دل مکمّل آدرش پر قائم ہوتا ہے۔ اور اُس میں یکسوئی آتی ہے۔ صرف اس بات کی کمی رہ جاتی ہے۔

ان سب باتوں کو مدّنظر رکھ کر اب آپ شوق کے ساتھ اُس ترکیب سے پوتھی کا مطالعہ کیجیئے جس کی ہدایت کی جا رہی ہے اور پھر ہم سے کہیئے کہ آیا آپ کو پاٹھ سوادھیائے اور مطالعہ میں سُرور اور خوشی ملتی ہے یا نہیں؟ اِسے موجودہ صورت میں پیش کرنے کی غرض صرف اِتنی ہی ہے اور بس!

رادھاسوامی دھام رادھاسوامی شیو

۲۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء

رادھاسوامی سہائے

ست سنگت

ماہ اکتوبر ۔ نومبر ۔ دسمبر ۱۹۳۲ء

جلد (۸) نمبر (۱ و ۲ و ۳)

اُستتی

(۱) کس مکھ سے تری مہما گاؤں تو ست پُرش اُوناسی ہے
چیتن گھن وِمل اَمل نِرمَل ست سدن پرم سُکھ راسی ہے

(۲) کوئی اگُن کہے کوئی سگُن کہے کوئی نراکار ساکار کہے
تو سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں ۔ دُھر پد دُھر دھام نواسی ہے

(۳) نہیں من نے تھاہ کبھی پائی ۔ نہیں بُدھی میں آئی چتورائی
چیت چیتن کیسے کرے تیرا ۔ تو دویت ادویت پرکاسی ہے

(۴) من بنا وہنگم مین مکر مرکٹ بن کر کُودا اندر
چیتنی کی چال چلا گھٹ میں کہہ اُٹھا تو اگم اُداسی ہے

(۵) رادھاسوامی رُوپ میں پرگٹ ہُوا درشن دیکر کرتارتھ کیا
نِج دَیا سے اپنا بھید دیا ۔ گھٹ اگھٹ کا نِرنتہ نواسی ہے

نوٹ: ۱ پرند ۲ مچھلی ۳ مکڑی ۴ بندر

نظم

سوال از صوفی

صدقئے صافی دروں مجھ کو بتا دے حق ہے کیا؟
کس غرض سے دے رہا ہے تو انا الحق کی صدا
تیری طرزِ گفتگو سے میں نے یہ سمجھا نہیں
حق سوا ہے یا اُسے تو مانتا ہے ماسوا
مادّہ ہے رُوح ہے یا ان سے اس کو ہے غرض
غیر حق ہے کون؟ شیطان یا ہے وہ سچّا خدا
ذات ہے اوصاف ہے یا ذاتیّت ہے یا صفت
مُجھ کو سمجھا دے وہ کیا ہے؟ یا ہے دونوں سے جدا
حق اگر ہے غیر حق کا اس میں کیسے ہے شمول؟
حق میں حق ہے غیر حق کا ہے کہاں اس میں پتا
مجمعُ ضدّین کا حق میں ہے کیوں تجھکو خیال
یہ غلط ہے اور غلطی میں ہے کیوں تو مبتلا

جواب از صوفی

حق میں حق ہے غیر حق کا حق میں کب امکان ہے

حق میں رہتی ہے حقیقت حق کی اُس میں شان ہے
وہم ہے ناحق نہیں ہے غیرِ حق حق میں کبھی
ہے خدا تک وہم اور یہ وہم ہی شیطان ہے
مجمعِ ضدین حق ہونا نہیں میرے عزیز!
وہ ہے واحد۔ احدیت توحید کی وہ جان ہے
اصل میں وہ ایک کب ہے ایک دو ہیں وہم سب
ہے وہ جیسا تھا رہتا ہے۔ یہی پہچان ہے
کہنے سُننے کے لئے واحد اُسے کہتے ہیں ہم
رمز کو سمجھا تو خاموشی کا پھر سامان ہے
ہے اناالحق میں انا بھی وہم۔ حق ہے حق مدام
حق میں ہے حق یہ سمجھ لے وہ جو نکتہ دان ہے

رادھا سوامی سہائے

روزانہ ست سنگ کے بچنوں سے منتخب

چیتاونی

گورو بھرنگی یہ کیٹ چیتایا

راد ھاسوامی چرن نرت لپٹایا

(بچن ۵۔ شبد ۵۔ کڑی ۲۵ - صفحہ ۴۹ - راد ھاسوامی سار بچن نظم)

مُرشد اور مُرید کے تعلقات کی غرض یہ ہے کہ مُرشد چیتائے اور مُرید چیتے۔ اس چیتنے اور چیتانے کے سلسلہ میں جو کچھ قابلیت لیاقت سمجھ بُوجھ رُوحانیت حقانیت یزوانیت وغیرہ گورو میں ہو وہ سب کی سب مرید کے اندر منتقل ہو آئے۔

چیتنے کے معنی ہیں غفلت کو چھوڑنا۔ ہوشیار اور محتاط ہو جانا اور چیتانے کا مطلب یہ ہے کہ ہوشیاری اور احتیاط کی طاقت کو کام میں لانے کی ہدایت کی جائے۔ اگر یہ وصف پیدا ہو گیا اور مُرید غفلت کا شکار نہیں ہُوا۔ تو سمجھ لو اُس کا بیڑا بآسانی پار ہے۔ اور اگر نہیں چیتا اور نہیں چیتایا گیا تو غفلت کے ہاتھوں بُری طرح مارا گیا۔ یہ چیت اور چیتاونی کی پہلی غرض ہے۔

گورو گورو ہو روشن مزاج۔ وسیع دل۔ تعصب اور پکش سے آزاد۔ اور مرید میں صفائی قلب ہو اُس میں بھی یہی اوصاف ہوں۔ وہ گورو کو گورو کی نظر سے دیکھے اس کی نظر دوسروں کے عیب و ہنر پر نہ پڑے کیونکہ اگر دوسروں پر نگاہ ڈالتا ہے تو ابھی تک اُس میں چیننے اور چناوتی پانے کی قابلیت نہیں آئی۔ مرشد اور مرید کے تعلق کی غرض یہ ہے کہ وہ صرف اس کے اثرات کو قبول کرے۔ لیکن جو دوسروں کی شکایت میں پڑا رہتا ہے۔ وہ مرشد کا اثر کیا لیگا بلکہ دوسروں کے اثرات کو جذب کر رہا ہے اس لئے اس کا بیڑا پار ہونا مشکل ہے یہ گورو کا نہیں ہے بلکہ اوروں کا ہے اسکی نگاہ غیریت پسند اور مغائرت پسند ہے جس کسی کو دیکھو کہ گورو کے دامن کو چھوڑ کر اوروں سے اُلجھتا رہتا ہے سمجھ لو وہ اب تک مرید نہیں بنا نہ طرنیت آئی نہ اہلیت آئی۔ نہ قابلیت آئی۔ اُس کے لئے دلی ابھی بہت دُور ہے

ایک شخص ست سنگ میں گیا دو چار باتیں گورو کی سیکھ لیا۔ اور زبانی جمع خرچ کے حساب لگانے لگا۔ بالعوض اس کے کہ وہ کھودا ہوا۔ پانی پیے اُسے نئے کنوئیں کھودنے اور پانی پینے پلانے کی فکر رہتی ہے۔ جب دیکھو تب ست سنگ میں کلام کہتے وقت وہ کہتا ہے "لوگ میری نہیں سنتے مجھے نہیں بولنے دیتے" کوئی شخص اس باولے سے پوچھے کہ "ست سنگ میں مریدی کرنے آیا ہے یا۔ مرشد کے فرائض انجام دینے آیا ہے؟" ضرورت اس بات کی ہے۔ اپنی نہ کہے صرف گورو کی سُنے اور کسی کو نہ دیکھے صرف گورو کو دیکھے۔ اپنی زبان کبھی نہ کھولے جب بولے گورو کا نام منہ سے نکلے۔

"جب ہو تو تب رام ہی رام خالی جیھا کوسے کام

ایسا جیتا ہوا مُرید ہمیشہ چوکنا رہتا ہے۔ اور جس طرح نوزائیدہ کمسن بچہ دُودھ پیتے وقت آنکھ اور کان کو بند رکھ کر اپنے ہونٹوں سے دُودھ کھینچکر اپنے اندر بھرتا رہتا ہے۔ وہی عمل و شغل ست سنگ میں سچّے مُرید کا ہونا چاہیئے اگر برعکس کیفیت ہے تو برعکس نتیجہ سمجھو۔ جب دیکھو یہی کہتا رہتا ہے:۔

"میں بھی کچھ کہوں؟ میری بات بھی سنو" اس سے پوچھو "یہ سُننے کے لئے آیا ہے یا کچھ دینے کے لیئے ست سنگ میں شریک ہوا ہے۔

بس ایک بات پر ٹھہرا ہے۔ قیدروں کا بانی کہتی ہے:۔

" گورو بھرنگی یہ کیٹ جپتا یا

رادھا سوامی چرن نیٹ لپٹایا

اس کا مطلب یہ ہے کہ گورو کی حیثیت بھرنگی کی ہے۔ اور شیشیہ یا مُرید اُس کے پاس ناقص کیڑا بنکر آتا ہے جس طرح سے بھرنگی کیڑے کے دل میں اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اور کیڑا اس کے اثرات کو لے کر اُسی کے تصوّر میں مستغرق رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرید گورو کے خیال کو جذب کر کے اس میں محو ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ گورو کے دامن سے لپٹا ہوا اُسکا دامنگیر ہو رہا ہے۔

دامن نہ چھوڑوں جان میں جبتک کہ جان ہے

کیوں ہوں جدا جو جسم میں تاب و توان ہے

یہ مثال نہایت ہی خوبصورت ہے۔ تم نے سُنا ہوگا کہ بھرنگی کی نسل اسی طرح سے دُنیا میں چلتی ہے۔ بھرنگی ایک مکھّی ہوتی ہے جو کسی کیڑے کو پکڑ کر اُسے

ڈنک مار کر اپنے چھتّے میں بند کر دیتی ہے۔ اور سہما ہوا کیڑا ہر وقت اس خوف میں رہتا ہے۔ کہ بھرنگی آ کر پھر ڈنک نہ مار دے اس طریق پر تصوّر کو پختہ کرتے کرتے وہ بالکل بھرنگی کا ہمشکل ہو جاتا ہے۔ اور باہر نکل کر پھر پرواز کو کھولتا ہے۔ اور بھرنگی بن جاتا ہے۔

اگر مُرید میں ظرفیت۔ اہلیت اور قابلیّت ہو تو کیا کہنا ہے۔ وہ یک دل یک جان اور یک رُخ ہو کر توجّہ کے ساتھ گورو کے بچن کو سُن سُن کر اپنے دل کے اندر رکھتا جائے گا۔ اور اُس کی قابلیت میں خود بخود اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور اگر ابتدائی حالت میں ان قابلیتوں میں کمی ہے تب بھی کچھ پرواہ نہیں۔ صرف ایک توجّہ کی ضرورت ہے اور یہ توجّہ اُس کے اندر ضروری اوصاف کو خود بخود پیدا کر دیگی۔ اگر اس توجّہ کے رمز کو سمجھ لیا گیا تب تو رادھاسوامی مت کی تعلیم نہایت آسان ہو جاتی ہے۔ برعکس صورت میں وہ دقیق اور مشکل بنجاتی ہے اس توجہ کے منعطف کرنے کا نام چتادتی ہے۔ توجّہ کسی اور طرف ہے۔ اُسے گورو کی طرف لگایا۔ اور کام بن گیا۔ اگر توجہ ایک طرف نہیں ہوتی تو دشواریاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے جو لوگ ست سنگ میں شامل ہوتے ہیں سب سے پہلے اُن کو اس توجّہ کے معمہّ کو حل کر لینا چاہیئے۔ اسی توجہ کا اصطلاحی نام رادھاسوامی مت میں سُرت رکھا گیا ہے۔ اور "شبد" کہتے ہیں آواز کو۔ توجّہ کو گورُو کے بچن کے ساتھ شامل کر دینا سُرت شبد کا میل ہے۔ سُرت شبد یوگ

کی مُراد صرف دیتی ہی ہے۔ اس کا ابتدائی مرحلہ ست سنگ ہے اور
انتہائی مرحلہ اندرونی یا باطنی ابھیاس ہے۔

اس توجہ کے یکسو اور یک رُخ کرنے کے تین طریقے ہیں۔ سُمرن،
دھیان اور بھجن۔

سُمرن کہتے ہیں بار بار خیال کرنے کو۔ اور جب تک وہ خیال متحد نہ ہو
تب تک سمجھنا چاہیئے کہ ابھی تک سُمرن میں خامی ہے۔ جب خیال
میں یکسوئی آجائے تو سمجھ لو کہ سُمرن کی تکمیل ہو گئی۔

دھیان کہتے ہیں گُرو کی مُورتی کو دل کے شیشہ میں اُسی طرح
سے اُتار کر رکھ لینے کو جس طرح فوٹو گرافی کا شیشہ سامنے آئے ہوئے
نظارہ کو قبول کر لیتا ہے۔ اسی دھیان کا دوسرا نام عمل تصوّر ہے تصوّر
کہتے ہیں صورت بنانے کو اگر اندر خیال کرتے ہی گورو کی صُورت قائم
ہو جاتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ دھیان بن رہا ہے۔ اور اگر قائم نہیں ہوتی تو
ابھی تک خامی ہے۔ دھیانی کو چاہیئے۔ کہ بار بار چنتن اور سُمرن کی مدد
سے اندر ہی اندر صورت گری کرتا ہُوا گورو کی تصویر خیالی طور پر اندر اُتارے
ممکن ہے اس میں کچھ دیر لگے مگر اس کا مضائقہ نہیں۔ اس میں کوئی حرج
"مشکل نہیں ہے کوئی آسان شغل ہے یہ"

بھجن کہتے ہیں بیرُونی اور اندرُونی آوازوں کے ساتھ یکجہتی کا تعلق پیدا
کرکے اور شبد سُن کر اس میں توجہ کو پرو دیتے ہوئے اس سے ملکر ایک ہو جانے
کو۔ اگر کوئی مُرید توجہ کے ساتھ بھجن کو سنتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر اپنے چت

ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتا۔ خواہ اندرونی آواز کو دل دیگر ہمہ تن اس کی جانب متوجہ ہونا ہے تو سمجھ لو کہ وہ کبھی نہ کبھی منزل مُراد پر پہونچکر رہیگا۔ بات کا سُننا خواہ بات کا مان جانا خواہ باطنی آواز کا سُننا اور اُس سے گہرا تعلق پیدا کرنا کتنی سہل اور آسان سی بات ہے۔۔ اس سے زیادہ آسان دنیا میں اور کوئی یوگ نہیں ہے لیکن عمل کرنیکی سخت ضرورت ہے پوتھی کہتی ہے:۔

تین سُن آگے رہا دُوری

اب مجھے ضرورت پڑی کہ تم کو سمجھاؤں کہ یہ "تین شونیہ" کیا ہیں "شونیہ" کہتے ہیں خلا کو۔ محویت کو۔ استغراق کو یہ استغراق یا محویت تین طرح پر آتی ہے۔ کسی کو محض سمرن کرنے سے محویت آجاتی ہے کسی کو دیکھنے سے محویت آجاتی ہے۔ اور کسی کو سُننے سے محویت آتی ہے میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں اور بچوں کی سہل زبان میں سمجھاتا ہوں تم اپنے ذاتی تجربات کو میری باتوں سے ملا کر مقابلہ کرو تاکہ سمجھنے میں مدد ملے۔ تم دیکھتے ہو ایک شخص کے دل میں کوئی خیال آگیا۔ اور اُس خیال کے آتے ہی اُس کی حالت بدل گئی۔ جی یہ خیال ہی تو تھا مگر اُس نے صورت دگرگوں بنا دی۔ آدمی ہکّا بکّا اور متحیّر ہوگیا۔ ایسے ہی کسی شخص نے کسی کی صورت دیکھی اور نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ وہ دھک سے رہ گیا۔ اسی طریقہ پر جب انسان کوئی بات سنتا ہے اور وہ بات مؤثر ہو جاتی ہے تو اِس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی بسا اوقات ان تینوں باتوں

آدمی بے خود ہو کر اپنے آپ سے جاتا رہتا ہے اسی کا نام محویت اور شُونیہ ہے۔ یہی تین شونیہ ہیں۔

پہلا شونیہ سہس دل کے مقام پر صرف سمرن سے ہوتا ہے۔ دوسرا شُونیہ ترکٹی کے مقام پر صرف دھیان کرنے سے یا گورو کی مورتی کے درشن سے بنتا ہے اور تیسرا شُونیہ شونیہ کے استھان پر آسمانی آواز کے سُننے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو باہر ہے وہی اندر ہے۔ جو ظاہر وہی باطن ہے صرف سمجھ کا پھیر ہے۔ بانی کہتی ہے:۔

"تین شُونیہ آگے رہا دُوری"

اس کا مطلب کیا ہے؟ شاغل نے ان تینوں مقامات یعنی سہس دل کمل ترکٹی اور شونیہ کے استھان پر تین قسم کی محویت کا لطف اٹھا لیا بات سمجھ میں آگئی۔ قابلیت بڑھ گئی لیکن وہ اس پر مطمئن رہا قانع کبھی نہ ہو۔ کیونکہ ابھی کیفیتوں کا تجربہ ابھی دُور اونچے مقامات پر اُسے کرنا ہوگا۔ اس واسطے منزل مراد کو ابھی تک دُور بتایا گیا ہے۔ جب تک اِن کیفیتوں کا تجربہ نہ ہو جائے تب تک مقام آخری کی طرف قدم نہیں بڑھتا یہ محویت آدمی کو دنیا کے معمولی کاروبار میں آسکتی ہے۔ جو شخص دل لگا کر کام کرتا ہُوا اس کام میں اسقدر غرق ہو جاتا ہے۔ کہ اُسے اپنے اِرد گرد کی خبر نہیں رہتی اس کے لیئے اس راز کا سمجھنا یا سمجھانا مشکل نہیں ہے۔ اگر ذرا سا آدمی جینے دان بنجائے تو قدم قدم پر اُس کو یہ سبق ہر جگہ ملتے رہیں گے۔ گیا طالب علم جب کتاب کے ورق کھولتا ہے اور

اس کے مضمون کو مطالعہ کرتے ہوئے اس میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ سمجھ لو کہ وہ اپنے کام میں محو ہے۔ اور وہ ضرور کسی نہ کسی وقت قابل تریں میوں میں شمار کیا جائے گا۔ جیٹھ کے مہینہ میں دوپہر کے وقت جب سورج خوب تپ رہا ہے۔ ایک نجومی ہاتھ میں دُوربین لئے ہوئے سخت دھوپ میں ستاروں کو دیکھتا ہے۔ اُس کی آنکھ نہ اِدھر جاتی ہے نہ اُدھر جاتی ہے اُس نے اپنی نظر ستارہ کی ہیئت پر جما دی اور اس کے نظارہ کو دیکھ رہا ہے۔ اُس نے بھی محویت کا نمونہ بنایا اور علیٰ ہذا القیاس۔

ذرا ذرا سی باتیں ہیں جو کسی حالت میں محتاج شرح نہیں ہیں ہاں!

نکتہ داں ہو جب کوئی نکتہ بتانا چاہیئے

راز داں کو راز حق بیشک سنانا چاہیئے

دتّا ترے جی۔ لق و دق میدان سے ہو کر گذرے راستہ بھول گئے کسی جگہ ایک مانجھی (مچھیرا) نے مچھلی پکڑنے کی نیت سے پانی میں اپنی کنڈیا ڈال رکھی تھی اور اس کی ساری توجہ مچھلی پکڑنے کی جانب رجوع تھی۔ انہوں نے بار ہا سوال کیا۔ "بھائی! میں راستہ بھول گیا ہوں تو مجھے ذرا راستہ کا پتہ دیدے"۔ لیکن مانجھی نے ٹس سے مس نہیں کیا۔ نہ ان کی جانب مخاطب ہوا یہ کھڑے ہوئے اُس کی وضع قطع اس کی حالت اور کیفیت کو مطالعہ کرتے رہے۔ جب اُس نے مچھلی پکڑ لی دیکھا کہ یہ کسی غرض سے اُس کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا "رو گھر دانا تو آپ کیا چاہتے ہیں؟"۔ انہوں نے کہا "راستہ کا پتہ چاہتا چاہتا ہوں"۔ مانجھی نے اُس

وقت اُن کو رات کا پتہ بتا دیا۔ دتّاترےیہ نے احسانمندی کے طور پر کہا۔
"اے نیک ماچھی! تو نے آج مجھے یوگ میں ترقّی کرنے کا راز بتا دیا
تو میرا گرو ہے۔ اور میں تجھے تعظیم اور ادب کے ساتھ نمسکار کرتا ہوں"!
مرید میں اسی قسم کی توجّہ کی یکسوئی درکار ہے۔ جو مزاج کا چنچل ہے
اور اپنے دلی جذبات کو ایک طرف نہیں لگا سکتا تم خود ہی بتاؤ وہ کیسے
سماہت چت والا بنے گا۔ اور کس طرح یوگ کے مشاغل کا ادھکاری
کے اندر آسنے گا۔

شاہزادوں کا جنگل میں امتحان ہو رہا تھا درونا چاریہ اور کرپا چاریہ
اُن کے ماسٹر موجود تھے۔ امتحان فنّ تیراندازی کا تھا۔ اور ماسٹروں
کو اس دن یہ فیصلہ دینا تھا کہ اُن کے شاگردوں میں کون قابل ترین
تیرانداز ہوگا۔ شاگردوں میں یدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکُل۔ سہدیو۔ وغیرہ
سب ہی تھے۔ چونکہ یدھشٹر ولیعہد تھا۔ پہلے اسی کو تیر چلانے
کا موقع دیا گیا۔ درخت کی چوٹی پر ایک کبوتر بیٹھا ہُوا تھا۔ درونا چاریہ
نے اُس کبوتر کے مارنے کے لئے حکم دیا۔ جب ہاتھ میں تیر لیکر دھرم
راج یدھشٹر تیار ہوئے درونا چاریہ جی نے پُوچھا "بیٹے! تم کیا چیز
دیکھ رہے ہو؟" ولیعہد نے جواب دیا۔ "میں آپ کو۔ اپنے آپ کو معہ تیر و
کمان اور کبوتر سب کو دیکھتا ہوں"۔ ماسٹر نے کہا "جگہ چھوڑ دے تیرا
امتحان ہو چکا" دریودھن کو بھی موقع دیا گیا۔ اور سوال کیا گیا۔
"کیا دیکھتا ہے؟" جواب دیا "آنکھیں کھُلی ہوئی ہیں دنیا کا نظارہ

آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اس سے سب کچھ نظر کے سامنے ہے" ورنا چار یہ۔ نے اُسے بھی جگہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ اسی طرح تمام شاہزادوں سے یکے بعد دیگرے سوالات کئے گئے۔ اور سب جگہ سے ہٹا دئے گئے۔ آخر میں ارجن کو موقع دیا گیا۔ گورو نے پوچھا "کیا دیکھتا ہے"؟ اس نے کہا "میری نگاہ صرف کبوتر پر ہے۔ اور کچھ نہیں دیکھتا"۔ تیر چلانے کا حکم دیا گیا۔ اسی وقت کبوتر تیر کے ساتھ زمین پر نیچے آگرا۔

یوگ کی سدھی حاصل کرنے کا یہ رمز ہے۔ جو شخص کر دل لگا سکتا ہے۔ وہی شخص دل لگی یا دل لگانے کی رمز کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جو دل نہیں لگاتا خواہ جس کا دل اور جانب متوجہ ہے۔ اُسکو کہہ دو "بابا ابھی تک تجھ میں یوگ سیکھنے کا ادھکار نہیں ہے ناحق کیوں سر کھپی کرتا ہے"۔ جو غیروں کو دیکھا کرتا ہے وہ حق پسند کیسے بن سکتا ہے! یہاں تو ضرورت اس بات کی ہے۔

"یکے دان ویکے بین ویکے گوئے
یکے خوان یکے خواہ ویکے جوئے

ترجمہ ایک کو جانو ایک کو دیکھو۔ اور ایک کو کہو۔ ایک کو پڑھو ایک کو چاہو۔ اور ایک کو تلاش کرو۔

تم کثرت پسند بنتے ہو۔ یا وحدت پسند؟ تمہارے دل میں گورو بستا ہے۔ یا ایرا غیرا نتھو خیرا بستے ہیں؟

اس قسم کے محویت پسند مرید کی راہ میں پھر بھی خطرات رہتے ہیں

اسے پھر بھی محتاط اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ خطرات تین طرح کے ہیں۔ آلسیہ۔ ندرا اور پرماد

آلسیہ کہتے ہیں سستی کو۔ اگر ابھیاس کرتے ہوئے کسی میں سستی آتی ہے۔ اور وہ کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو اُس کے لئے خیریت نہیں ہے۔ اگر ابھیاس کرتے وقت نیند آ جاتی ہے۔ اور وہ اُسے محویت سمجھتا ہے۔ تو وہ بھی یوگ کے عمل کے ناقابل ہے۔

اگر کسی شخص کو یوگ کی شُدبُد آگئی اور اس کے اندر غرور پیدا ہو گیا اور ہمیشہ اس بات پر تُلا رہتا ہے۔ کہ میں بھی کچھ ہوں۔ میری بھی لوگ سُنیں۔ تو وہ گیا گذرا آدمی ہے یوگ کی مُراد کو اُسنے ابھی تک ذہن نشین نہیں کیا۔

ہر شاغل اور عامل کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ان تین باتوں سے بچا رکھے تب سُرت شبد یوگ کا سادھن کرے پھر دیکھیں کیسے ترقی نہیں ہوتی۔ اگر آج یہاں ہے تو کل آگے بڑھے گا۔ اور آخر کار منزل مقصود تک رسائی حاصل کئے بغیر چین نہیں لیگا۔

گورو اور چیلے کا سمبندھ نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس ایک کڑی کے اندر منضبط ہے۔

گورو بھرنگی یہ کیٹ چیتایا
رادھا سوامی چرن لپٹ لپٹایا

۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء

بھجن کرنیکی بِدھی

(بچن پہلا ۔ شبد دوسرا ۔ سار بچن رادھاسوامی نظم)

(۱) رادھاسوامی دھرا نر رُوپ جگت میں گورو ہوئے چھپو چھپائے

(۲) جن جن مانا بچن سمجھ کے تن کو سنگ لگائے

گورو آدرش ہے۔ خیالی اور اعتقادی نگاہ کے ٹھہرانے کا مرکز ہے۔ محبت کی نگاہ ہمیشہ ہم جنس پر پڑتی ہے۔ غیر جنس کی محبت امر محال ہے۔ اس واسطے اگر شان الوہیت اپنا رُوحانی نظارہ دکھاتی ہے تو وہ انسان بنکر ہماری آنکھوں کے سامنے آئے۔ ہم اُسے دیکھیں بھالیں اُس کی سُنیں۔ اور سمجھیں۔ اور اُس کی محبت اختیار کریں۔ دیکھنا مقدم ہے۔ بغیر دیکھے ہوئے اعتقاد کی رگ کو حرکت نہیں ملتی۔ اس دیکھنے میں دونوں کی نگاہیں دوچار ہوتی ہیں ایک کا اثر دُوسرے میں سرایت کر جاتا ہے۔ نادانستہ باہمی قوت کشش حرکت میں آکر دونوں ناظر اور منظور کی نظروں کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ اس کا خیال اس میں اور اس کا خیال اُس میں آجاتا ہے۔ اس لئے صحبت۔ قربت۔ ہم نشینی اور ہم جلیسی آئین فقرا کی پہلی شرط ہے اگر یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے۔

دیکھنے کے بعد بچن کا سُننا اور سمجھنا صحبت کی دوسری منزل ہے جو کلام کو اس کان سے سُنکر اُس کان سے نکال دیتے ہیں۔ سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ بغیر سمجھی ہوئی بات دل میں دل نشین نہیں ہوتی اور نہ رگ خیال کو حرکت نصیب ہوتی ہے۔ سُننا۔ سمجھنا اور گُننا تینوں ضروری لوازمے ہیں۔ جو سُنتا ہے اور سمجھتا نہیں۔ اُس کا سُننا بے سُود ہے جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ مگر گنتا نہیں۔ اُسے بھی بے بہبود سمجھو۔ "اس گُننے کے لفظ پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ "گُننا" کہتے ہیں گناون کرنے۔ سوچنے اور سوچ سمجھ کر بچن کو اپنے اندر رکھ لینے کو جب تم پانی پیتے ہو تو تمہارے ہونٹ پانی سے ملتے ہیں۔ اور زبان رس لے لیکر اُسے اندر اُتار دیتی جاتی ہے۔ اگر ہونٹ پانی سے ملا اور زبان نے اُسے اندر پہنچانے کی کوشش نہیں کی تو محض لبوں اور پانی کے ملنے سے پیاس نہیں بجھے گی۔ اسی طرح جب کان اور بچن دونوں ملیں تو کان کی سمعی قوّت بچنوں کے دھار کو کھینچ کھینچ کر دل کے اندر داخل کرتی جائے۔ اور جس طرح پانی پینے سے انسان کی پیاس بجھتی ہے اسی طرح پرمارتھ کے پیاسے گورو کی امرت بانی کو سُنکر غور اور فکر کے ساتھ اُس کو دل کے خزانہ میں ترتیب اور خوش اسلوبی کے ساتھ رکھتے جاتے ہیں اُس وقت صحبت کا لُطف حاصل ہوتا ہے۔ دو دل ایک دُوسرے سے مل جلتے ہیں۔ اور ملاپ کی خوشی حصّے میں آجاتی ہے۔

اس لئے قدرت میں گورو کا ظہور ہوا۔ وہ انسانی شکل میں ہماری طرح انسان بنکر دنیا میں آئیے تاکہ ہم اُنہیں دیکھیں بھالیں۔ اُن کی صحبت کریں۔ اور اُنہیں کی رفتار کے موافق اپنی رفتار کی گڑھت کرتے رہیں۔ تب تو صحبت اور ست سنگ کا مزہ ہے۔ اور اگر یہ نہیں ہے۔ تو پھر اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہو گا۔ اب بانی کی پہلی کڑی کو سنو:-

(۱) رادھاسوامی دھار نر رُوپ جگت میں گورو ہوئے جیو چتائے

(۲) جن جن مانا بچن سمجھ کے تن کو ستسنگ لگائے

(۳) گرست سنگ سار رس پایا

پی پی ترپت اگھائے

(۴) گورو سنگ پریت کری اُن ایسی

جس چکور چندائے۔

ست سنگ کا لطف ملا۔ دو ملنے والی صورتیں خیالی اور روحانی طور پر ہمدوش اور ہم آغوش ہو کر ایک جان اور دو قالب کی مصداق بن گئیں۔ جو اس میں تھا۔ اس میں آ گیا۔ اور جو اس میں تھا اُسی میں سرایت کر گیا۔ پرمارتھ کا اعلیٰ مفہوم بآسانی ذہن میں آتا گیا۔ اور جس طرح پیاسا آدمی پانی پی کر آسودہ ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح اس پرمارتھ کے پیاسے کی پیاس بھی خود بخود بغیر کسی محنت اور مشقت کے قدرتی اور فطرتی طریقہ پر بجھتی ہوئی چلی گئی۔ یقین کامل نے دل کے اندر مضبوط جگہ

اختیار کر لی چیلے کے اندر گورو اور گورو کے اندر چیلا ہو گیا- آئینہ میں صورت کا عکس پڑا- جو اندر ہے وہی باہر ہے اور جو باہر ہے وہی اندر ہے- گلاب کی خوشبو پھول میں ہے- اور گلاب کی خوشبو باہر بکھری ہوئی ہے- اندر اور باہر ہر دو جانب ایک ہی قسم کے نظارے نظر آنے لگ گئے- اصل اور نقل میں کوئی فرق نہیں رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح چکور ٹکٹکی باندھ کر چاند کو دیکھتا ہوا- ہمہ تن اُس کی جانب متوجہ ہو کر محو ہو رہتا ہے- اُسی طرح سے چیلے کی نگاہ گورو کی مورت پر ٹھہری رہتی ہے- اور ناظر منظور نظر ہو جاتا ہے وہ دوسرے دیکھتا ہے- اور یہ اسے دیکھتا ہے- "ناظر" کہتے ہیں دیکھنے والے کو- اور "منظور" کہتے ہیں جس کے اوپر نظر پڑے- چیلا جو پہلے مشاہدہ میں بنکر ناظر کی صورت میں گورو کی زیارت کرنے آیا تھا اب وہ خود گورو کی نظر کا مرکز بن گیا- اب گورو اُس کو دیکھتا ہے یہ منظور سے مُراد ہے-

گورو مورتی گتی چندرماں چاترک چیت چکور
آٹھ پہر نرکھت رہے گورو مورت کی اور

(۵) گورو بن کل نہیں سُرت گھڑی پک
دم دم من اُگلائے

(۶) جب گورو درشن پلیں بھاگ سے
من ہوت جن بچھڑا گائے

پریم آگیا۔ محبت پیدا ہو گئی۔ حضرت عشق نے دل کو اپنے قیام کا آشیانہ بنا لیا۔ اب یہ کیفیت ہے کہ ایک گھڑی بغیر دیکھے ہوئے چین نہیں۔ اگر زیارت نہیں نصیب ہوتی تو دل میں بے چینی اور اضطرابی رہتی ہے۔ اور جب درشن مل جاتا ہے چیلا اس طرح خوش ہو کر ناچنے لگ جاتا ہے جیسے گائے کو دیکھ کر بچھڑا اُمنگ سے ناچ اُٹھتا ہے گلے بچھڑے کو دودھ پلاتی ہے اور گورو کو نسا دودھ چیلے کو پلاتا ہے؟ دودھ تو ملتا ہے مگر وہ رُوحانی دودھ ہوتا ہے رُوحانیت کے پیاسے اُس کی قدر کرتے ہیں۔ اور جواب تک بچھڑے نہیں بنے اور جن کے اندر دودھ کی خواہش نہیں ہے۔ وہ اِن باتوں کو مشکل سے سمجھ سکینگے۔

(۷) ایسی پریت لگی جن گورو مُکھ
سو سو گورو اپنا ئے

(۸) تن کی لگن بھوگ اندری کے
چھن میں سب بسرائے

جس نے گورو کو مکھیہ کر کے جان لیا اُس کا نام گورو مُکھ ہے جس نے ابھی تک گورو کو مُکھیہ کر کے نہیں سمجھا وہ ابھی تک من مُکھ ہے۔ من کے ترنگ میں بہتا رہتا ہے۔ اور جس طرح سے لڑکوں کا فٹ بال ہر دو طرف سے ٹھوکریں کھا کر اِدھر سے اُدھر اُچھلتا رہتا ہے۔ اُسی طرح یہ من مُکھ اِدھر کا مارا اُدھر اور اُدھر کا مارا اِدھر بھٹکتا پھرتا ہے۔

جن میں دو چِتائی نہیں دویدھا نہیں۔ پس و پیش کی عادت نہیں اُن
دِل چٹان کی طرح مرکز پر قائم ہو جاتا ہے۔ صرف اُنہیں کے اند
پریم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ گورو کو اپنا کر لیتے ہیں۔ گورو اُ
کا اپنا ہو جاتا ہے۔ گورو کی ذات اُن کی ذات بن جاتی ہے۔ او
اُن کی ذات گورو کی ذات بن جاتی ہے۔ یہ اپنانے کا مطلب
ہے نہ اُن کو تن کا ہوش ہے نہ بدن کا ہوش ہے۔ اور ساتھ
من کا بھی ہوش نہیں ہے۔ نہ اُنہیں لذّات نفسانی کی خواہش ہے ن
اندریوں کے بھوگ ولاس کی طرف توجّہ جاتی ہے اور جائے کیسے
لگی! جن کو اصلی مزہ اور سُرُور کی لذّت مل گئی وہ اِدھر اُدھر بھٹک
کیسے سکتے ہیں!

کبیرا من تو ایک ہے چاہے جہاں لگائے
کر سیوا گورو کی کہ تو وِشے کمائے

(۹) گورو کی مورت بسی ہئے میں
آٹھ پہر گورو سنگ رہائے

(۱۰) اس گورو بھگتی کری تن پوری
نے تے نام سمائے

دن کے آٹھ پہر میں ایسا پورو ملہ بھلت ایک لمحہ کے لئے بھی گورو کے
دربار سے غیر حاضر غائب یا غافل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ گورو کی مورت

اُس کے دل کے اندر سما جاتی ہے۔ اور چوبیس گھنٹے کے اندر وہ اس طرح سے گورو کو جکڑ کر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسے چوکھٹے کے اندر تصویر جکڑی ہوئی رہتی ہے۔ گویا خیالی طور پر وہ ہر وقت گورو کے سامنے حاضر رہتا ہے۔ چاہے جس کام میں ہو چاہے جس شغل میں ہو۔ گورو اُس کا ساتھی بنا رہتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی جدائی نہیں ہوتی۔

دوستو! جس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے۔ اُس وقت نام کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اور نام لینے والا اُس نام میں سمایا ہوا اُس سے واصل اور اُس سے متواصل رہتا ہے۔

اُٹھتے بیٹھتے کھڑے اُٹھا نے

کہہ کبیر ہم وہی ٹھکانے

صبح اور شام کی بندگی کیسی؟ یہاں تو ہر وقت کی بندگی ہے قصہ ہے:۔ ایک مسلمان فقیر جو شاغل اور سالک تھا کسی اور فقیر کے پاس ملنے کی غرض سے گیا۔ نماز کا وقت آیا۔ اُس نے اُس فقیر سے کہا "میں ذرا نماز پڑھ کر تب آپ کے پاس حاضر ہوتا ہوں"۔ فقیر نے کہا "مبارک! بہت اچھا!" وہ نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اُسے اُسی حالت میں بیٹھا ہوا پایا۔ پوچھا "یا حضرت! آپ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ یہ تو فرض عین اور فرض اولی ہے"۔ فقیر ہنسا "بابا مدت ہوئی جب مرحلے ہو گیا جس کے واسطے نماز پڑھی جاتی تھی وہ تو

میری رگ رگ میں چھپا ہوا ہے۔ وہی سر میں ہے وہی دماغ میں ہے
وہی ہات میں ہے وہی پاؤں میں ہے۔ میری نماز تو ہر وقت کی
نماز ہے۔ تو بتا یہ اچھّا یا وہ اچھّا! وہ لاجواب ہوا۔

(۱۱) سوانتی بوند جس ست پپیہا
اس دھن نام لگائے

(۱۲) نام پرتاپ سرت اب جاگی
تب گھٹ شبد سنائے

جس طرح سوانتی بوند کا پیاسا پپیہا "پی پی" کرتا ہوا آکاش منڈل
میں منڈلاتا رہتا ہے اس طرح سے اس قسم کا عابد اور شاغل بھی نام
کی رٹن میں لگا رہتا ہے۔

جیہیا تو چھالے پڑے نام پکار پکار
آنکھیوں میں جھائیں پڑیں پنتھ نہار نہار
نام امل ماتا پھروں بسر گئے سب کام
دیا ورستی لب ہوئیگی کب ملی ہو تم رام

(۱۳) شبد پائے گورو شبد سمائی
سن شبد ست شبد ملائے

اس طرح نام لینے سے سمرن کرنے سے دھیان پختہ ہونیسے

سوئی ہوئی سُرت اندر ہی اندر جاگ اُٹھتی ہے۔ اُس وقت آسمانی راگ کی صدائیں گھٹ آکاش میں گونجنے لگتی ہیں۔ اور سُریلی آلاپ گوشزد ہونے لگتی ہے اور سُننے والا حیران رہ جاتا ہے۔

خشک چوب و خشک تار و خشک پوست

از کجا مے آید این آواز دوست

ترجمہ "حیرانی کی بات ہے۔ لکڑی بھی خشک تار بھی خشک چمڑا بھی خشک اگر یہ رسیلی میٹھی اور جاندار آواز آتی ہے تو کہاں سے آتی ہے؟

سُنسان لق و دق میدان! ہُو کا سامان! تن تنہا ابھیاسی خلوت کدہ میں بیٹھا ہے۔ ہر چہار طرف سے سُریلی آوازوں کی راگنیں اُٹھ رہی ہیں آخر یہ کدھر سے آ رہی ہیں۔ پورب سے؟ پچھم سے؟ اُتر سے؟ دکھن سے؟ یا خود اُس کے اندر نیچے یا اوپر سے؟

جس طرح غوطہ لگانیوالا پانی کے اندر غوطہ مار جاتا ہے۔ اور اُس کے دائیں بائیں اُوپر نیچے پانی رہتا ہے۔ اُسی طرح وہ آواز حقانی کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ لیکن ابھی تک اُس میں تمیزی طاقت موجود ہے۔ وہ آواز کو سُنتا ہے اور اپنے آپ کو آواز سے جدا خیال کرتا یہ نہیں سمجھتا کہ وہ خود مجسم آواز ہے۔ اور جو کچھ ہے سب اس کے اندر ہے باہر کوئی چیز نہیں ہے

(۱۴) لکھ شبد اور اگم شبد

پہنچ پرا رادھاسوامی آئے

اب رفتہ رفتہ دوئی کا پردہ اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ یکتائی کی حالت آتی جا رہی ہے۔ شبد کو پا کر وہ شبد گورو کے مقام پر آیا۔ گورو کی آواز نے اسے اندر ہی اندر چتاونی دی۔ اور اس چتاونی کی مدد سے وہ الکھ اگم کے مقامات پر پہنچتا ہوا رادھاسوامی پد میں جا کر داخل ہو گیا

پورا گورو پوری گتی پائی

(۱۵)

اب کچھ آگے کہا نہ جائے

یہ ادویت ہے۔ یہ سچی وحدانیت ہے۔ یہ سچی توحید ہے یہ سچا ایکتواد ہے۔ پورا گھر ملا۔ پوری حالت نصیب ہوئی۔ ادھورا بن گیا۔ اب کوئی کہے تو کیا کہے! کس منہ سے کہے۔ نہ وہاں منہ ہے نہ زبان ہے نہ دل ہے نہ عقل ہے۔

مکمل سے مکمل چیز پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ قدرت مکمل ہے اور ہم اس قدرت کے بال بچے ہیں تو ہم ادھورے کیسے ہوئے! اور کیسے ادھورے رہ سکتے ہیں! مکمل انسان کا بچہ مکمل انسان ہی ہوتا ہے۔ مکمل میں کسی چیز کا اضافہ کرو۔ وہ مکمل رہے گی۔ مکمل میں کسی چیز کو تفریق کرو۔ پھر بھی مکمل ہی رہے گا یہاں کمی بیشی کا اطلاق نہیں ہے۔

رادھاسوامی دھام ۲۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

ادوّیت واد

راؤھاسوامی نام سنایا راؤھاسوامی

راؤھاسوامی رُوپ دِکھایا راؤھاسوامی

(شبد ۳ بچن ۳ - راؤھاسوامی سار بچن نظم)

سبحان اللہ! کیا خوبصورت کلام ہے ! یہ شبد شروع سے آخر تک ہمارے ست سنگیوں کے سچّے مطالعہ کا مستحق ہے - لوگ ناحق دوسروں سے برسر جنگ ہوتے ہیں - کہیں کسی کا کھنڈن کہیں کسی کا منڈن ! حقیقت میں اُن کی قطعی ضرورت نہیں ہے - گُرو کی صحبت کر کے ایک دفعہ مَت کی اصلیت کو سمجھ لو - اور ہمیشہ کے لئے تعصب ہٹ دھرمی اور پکش پات کے ٹاٹ کو اُلٹ دو - یہ روحانی جذام ہے دل آئینہ کی طرح صاف ہو - تاکہ اس میں اصلیت سایہ افگن ہو - اور تمہارا دل نُور اور سایہ کو دیکھ کر تمیز کی مدّات قائم کرتے ہوئے - بھی کھُلی آنکھوں سے دیکھئے کہ جو نُور ہے وہی سایہ ہے جو کثرت ہے - وہی وحدت ہے - جو قلّت ہے - وہی جمعیت ہے جو اثنینیت ہے وہی احدیت ہے - صرف نظر نظر کا فرق ہے اگر نظر کمال بین اور کمال پسند ہوگی تو ہر چہار طرف کثرت کے ساتھ کمال کے

نظارے پیش نظر آجاتے ہیں اور اگر نگاہ ایسی نہیں ہے۔ تو جس شخص نے جیسی نگاہ بنائی ہے۔ اُسی کے موافق دنیا کے مناظر اسی قسم کا رنگ روپ بھرتے رہتے ہیں۔ شہوت پرست آدمی کی نظر میں درخت کا ٹھونٹھ بھی عورت معلوم ہوتا ہے۔ مفلسی کے صدمہ اُٹھائے ہوئے لوگوں کو افلاس فلاکت اور ہلاکت کے سوا دوسری بات نہیں دکھائی دیتی۔

یہ دُنیا کیا ہے؟ اصلیت کی ہستی کی اظہار کی صورت ہے اس کے سوا یہ اور کچھ نہیں ہے۔ سورج چمک رہا ہے۔ اُس کی دُھوپ عالمگیر ہو رہی ہے۔ سورج اور دُھوپ میں کیا فرق ہے۔ چاند آسمان پر جلوہ نگن ہے۔ اس کی چاندنی چاروں طرف اُوپر نیچے دائیں بائیں پھیلی ہوئی ہے۔ کیا چاند اور چاندنی سورج اور دُھوپ سمندر اور اُس کے بُلبلے ایک ہی اصل اور نسل سے نہیں ہیں! برف ہے پانی ہے بھاپ ہے۔ اسی طرح جب ہستی مطلق کا سمندر لہرا اُٹھتا ہے ہزاروں صورتوں میں اُسکا پانی خوبصورتی کا تماشہ دکھلانے لگ جاتا ہے۔ کہیں آب ہے۔ کہیں تاب ہے کہیں سراب ہے۔ کہیں گرداب ہے۔ کہیں بوند ہے کہیں حباب ہے۔ کہیں کانٹے ہیں۔ کہیں گلاب ہے۔ کہیں پانی ہموار ہے۔ کہیں خطرہ گرداب ہے۔ کسی جگہ اس کی قلت ہے۔ اور کسی جگہ سیلاب ہے۔ کون سی چیز ہے۔ جو پانی سے خالی ہے۔ اسی طرح وجود نمود اور شہود سب کے سب اُسی اصلی مظہر کے مظہر ہیں جسے سنت رادھا سوامی کہتے ہیں۔

ست پرش رادھا سوامی دیال کا عالم اظہار میں ظہور ہوا۔ انہوں نے ظاہر ہو کر ہم کو کیا نام دیا؟ "رادھا سوامی" رادھا سوامی تھے تب ہی تو انہوں نے رادھا سوامی نام بتایا۔ رادھا سوامی تھے تب ہی تو انہوں نے رادھا سوامی کا روپ دکھایا جو جیسا ہوتا ہے ویسا ہی دکھاتا ہے۔ رادھا سوامی نام ہے اس مکمل نام میں اس کے کمال کی تمام خوبیاں موجود ہیں

ہم چاہتے تھے کہ شبد کی ایک ایک کڑی کی تشریح تمہیں سناتے لیکن طوالت ہوگی۔ اس وجہ رک جاتے ہیں۔ ورنہ شبد بطور خود خیال کے رگوں کا بیحد وحساب حرکت دینے والا ہے۔ اس کے پڑھنے اور سننے سے وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔ جو مزہ اصل میں ہے وہ نقل میں نہیں آسکتا۔ جو لطف نظم میں ہے وہ نثر میں کہاں ملتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے صرف مطلب سے مطلب رکھتے ہوئے اس کے خلاصہ کو یہاں درج کرتے ہیں اور اپنے پڑھنے والوں سے امید رکھتے ہیں۔ کہ وہ پوتھی کو سامنے رکھ کر پہلے شبد کو پڑھیں پھر اس عبارت پر سرسری نظر ڈالیں وہ مکمل ہے مفصل ہے میری تحریر نامکمل اور مفصل نہیں ہے۔ اس کا ہمیشہ خیال رہے۔

کڑی ۱ تا ۲۰ کی تشریح سنو

رادھا سوامی نے رادھا سوامی دھام کو معراج تمنا قرار دیا۔ رادھا سوامی نے جو پرمارتھ کا کھیل کھلایا وہ کھیل سب کا سب رادھا سوامی ہی ہے۔ رادھا سوامی نے جس عرش وصال اور میل ملاپ کا شوق

ولایا۔ وہ رادھاسوامی ہے۔ رادھاسوامی نے جو پنتھ چلایا وہ بھی رادھاسوامی ہے۔ مذمت تمثیل حرکت راز و نیاز موج جو کچھ ہے وہ رادھاسوامی کی رعایت سے خالی نہیں ہے۔ رادھاسوامی اگر ایک طرف موصوف ہے تو دوسری طرف وہ اپنی آپ صفت ہے۔ صفت موصوف سے الگ نہیں ہوسکتی۔ اور نہ موصوف کسی حالت میں صفت سے علیحدہ ہوکر رہ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے رادھاسوامی کی مدحت سرائی اور رادھاسوامی کی عظمت کا بیان خود رادھاسوامی ہے۔ جو نور ہے۔ وہ رادھاسوامی ہے۔ اور جو نورانیت ہے رادھاسوامی اگر رادھاسوامی شبد ہے۔ تو رادھاسوامی ہی سرت ہے۔ اگر رادھاسوامی دھن ہے۔ تو رادھاسوامی ہی اُس دھن کی الاپ بھی ہے۔

پوتھی کہتی ہے ؎

رادھاسوامی بھان کرن رادھاسوامی
رادھاسوامی سندھ بند رادھاسوامی
رادھاسوامی چندر کلا رادھاسوامی
رادھاسوامی گگن[1] گرا[2] رادھاسوامی

۱؎ آسمان ۲؎ آواز

بھولے بھالے بھولے ہوئے ست سنگی بھائیو! تم کس پنتھ کے رگڑے جھگڑے میں ناحق گرفتار ہوگئے۔

وہی زمین ہے وہی آسمان کی صورت

وہی ہوا ہے وہی آپ اُسکی ہے نزُہت
اگر ہے آگ تو محرُوریت اُسی کی ہے
اگر سُرور ہے مسروریت اُسی کی ہے
وہی ہے تین وہی پانچ چار ہوتا ہے
وہی گیار ہے اور وہ صفار ہوتا ہے۔

وہی اَحد ہے اُسی میں ہے صمد کی بھی شان
وہی ہے کُل تو وہی جُز کی بھی ہے رُوح رواں
وہی ہے سات وہی بیس وس کا مظہر ہے
وہی تناّرہ ہے منظور آپ منظر ہے
کہیں ہوا وہی ناسُوت اور کہیں ملکوُت

وہی ہے ہوُت اگر تو وہی ہوا لاہوُت
وہی ہے "ہو" تو وہی حق کی شکل ظاہر ہے
وہی اگر ہوا اندر وہی تو باہر ہے
کہیں ہے اُوم کہیں ہو گیا وہی سوُہنگ
کہیں "الکھ" ہے کہیں ہے اگم کا وہ ہمرنگ

وہی وراٹ بنا اور وہی ہوُا اونکار
کہیں ہے "ست" کہیں آپ ہے "وہ رازنکار"
ظہوُر اُس کا ہے ہر چار سمت دُنیا میں
اگر ہے دُنیا میں رہتا وہی ہے عقبیٰ میں

وہ رادھاسوامی ہوُا رادھاسوامی بن آیا
کمال صُورت و سیرت کا سب کو دکھلایا

تشریح کڑی ۲۱ تا ۵۴

اہا اہا

(۱) وہ آیا! دیکھو! دیکھو! حجابُ بے حجاب آیا
کہیں مانند آب آیا کہیں شکل سُراب آیا

(۲) لبانِ لعل و گوہر سنگ خارا میں ہویدا ہے
خیابان چمن میں خندہ زن ہو کر گلاب آیا

(۳) نہنگِ بحر عظمت اور گرداب کرامت ہے
کبھی غوطہ لگایا اور کبھی اُٹھ کر بر آب آیا

(۴) گہرے رنگ گوہر ہے چمک ہے نوُر حیرت ہے
گہر کی سطح پر ہو کر مجسّم آب و تاب آیا

(۵) سر بام تمنّا پر ہوُا جلوہ فگن جس دم
ہتھیں تھی نوُر کی چاہت وہ بولے ماہتاب آیا

(۶) چھپا ظاہر ہوُا چھپ چھپ کے جلوے اپنے دکھلائے
کبھی بے پردگی تھی اور کبھی لے کر نقاب آیا

(۷) خیالاتِ دو عالم ایک نقطہ کی لکیریں ہیں
ہوُا خود مرکز اور خط بن کے پے در پے شتاب آیا

(۸) شہادت کس کی دیں وہ آپ خود اپنی شہادت ہے
دلیل آفتاب اے دوستو! خود آفتاب آیا

(۹) وہی تثلیث واثنینیّت وہی توحید مطلق ہے
کلید باب مقصد نفس مطلب کا حجاب آیا

(۱۰) نہیں حکمت سے خالی کشمکش بھی رُوئے روشن کی
کہیں وہ ماہ انجم ہے کہیں وہ آفتاب آیا

در و دیوار کو حیرت ہے ہر جا وہ نمایاں ہے
وہ یکتا اور یگانہ سب میں بیشک لاجواب آیا

پریم پیار اور مُحبّت رادھا سوامی ہی ہے۔ وہ محبّت کا گنجینہ اسرار ہے۔ وہی عرش ہے وہی فرش ہے۔ وہی کُرسی ہے وہی کُرسی نشین ہے۔ وہی ناز ہے وہی نازنین ہے۔ اور ساتھ ہی وہ خود ہی ناز آفرین ہے۔ سب کی ابتدا سب کی انتہا سب کا برزخ اُس کے سوا اور کس کو کیا جائے۔ جتنے رنگ ہیں سب اُسی کے ہیں جتنی صورتیں ہیں سب کے اندر سب کی رُوح رواں بنکر وہی چمک رہا ہے۔ وہی باپ ہے وہی ماں ہے۔ وہی شوہر ہے۔ وہی گورُو ہے اور سنت ہے قائم بالذات دائم بالذّات ہے مُستند بالذات! اور مُستند بالغیر! اُس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ آپ اپنا سوتہ پرمان ہے۔ اور وہی پرتہ

پرمان ہے۔

اجی! اسی پر کیا مخصوص ہے۔ پوتھی تو یوں کہتی ہے:۔

رادھا سوامی ہی کورم اور رادھا سوامی ہی شیش بھی ہیں۔

جہاں آنکھ کھولی وہیں تجھ کو پایا	کہیں جوت تھا تو کہیں تھا تو چھپایا
کمل ہے کمل کا بنا روپ تجھ سے	ہوا سنکھی اور پاس تو لینے آیا
پون ہے اکاس آگ مٹی ہے پانی	تو سب کچھ ہے اور سب میں رہتا ہی چھایا
کہیں ہو کے پرگٹ دیا سب کو درشن	کہیں چھپ گیا چھپ کے چھپی کو چھپایا
چھپا آگ کے روپ چقمک میں بیٹھا	ہری مہندی میں لالی کا رنگ لایا
جدہر دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں	میری درشٹی میں آپ تو برہم مایا

دیا رادھا سوامی کی مجھ پر ہوئی اب
پرم سنت اوتار دھر کر جیتا یا

کہنے والے کی نظر میں وید اور کتیب دونو رادھا سوامی ہیں۔ دو دعویداروں نے مجنوں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ اس نے جواب دیا "لیلی کی ہے"! "تو کون ہے"؟ "میں بھی لیلی کا ہوں"! "اور لیلی کس کی ہے"؟ "وہ مجنوں کی ہے"!

ایسی حالت میں ہم کس کو دیکھیں اور کس کو دکھائیں۔ جب وہ نظر میں کھب جاتا ہے۔ ہر جگہ وہی نظر آنے لگتا ہے۔

منقول از شبد گنجار دشبد نیسرا دھن پہلی صفحہ ۸ قیمت عا ملنے کا پتہ:۔
مینجر رادھا سوامی دھام ڈاکخانہ رادھا سوامی دھام ضلع مرزاپور

ست سنگیو! پوتھی کو ذرا سمجھ بوجھ کر پڑھا کرو۔ تم دنیا میں اس واسطے نہیں آئے ہو کہ مذہبی لعن طعن کی صدا سے لوگوں کا دل دُکھایا کرو۔ اور دل آزاری کے مجرم بنو۔

یہ معراج تمنا ہے۔ یہی آدرش ہے۔ چاہے اُسے ادّویت واد کہو۔ چاہے ایکتّو واد کہو۔ چاہے واد دواد کا نام دو غرضیکہ جو کچھ ہے۔ وہی ہے۔ ایک دفعہ سمجھ لو۔ پھر بار بار سمجھنے کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اور اگر نہیں سمجھتے ہو تو تم جانو۔ تمہارا کام جانے۔

ہم تو رات دن رادھاسوامی نام کی مدحت سرائی کرتے رہتے ہیں۔ جو پاس آتے ہیں اُن کو سُناتے ہیں۔ اور جو دُور رہ کر ہمارے لٹریچر کو پڑھتے ہیں اُسی کا پیغام اُن کے کانوں تک پہونچاتے ہیں۔ اور بس!

۴ ستمبر ۳۲ء

رادھاسوامی نام کی صفت

لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہ یہ رادھاسوامی نام کیا ہے؟ نیا ہے یا پُرانا ہے؟ شاستروں کے موافق ہے یا اُن کے مخالف ہے؟ اگر قدیم نہیں ہے۔ تو پھر اس نام کے لینے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا پرانے نام جو شاستروں میں آئے ہیں وہ بطور خود کافی نہیں تھے؟

کیا اُن کی مہما گھٹ گئی؟ اور وہ اثر سے خالی ہو گئے۔ اگر نیا ہے تو پھر قدامت کی نظر سے اس نئی ایجاد کی کیا وقعت ہے؟

جو لوگ اس قسم کے سوال کرتے ہیں وہ حقیقت میں نہ شاستروں کی سمجھ رکھتے ہیں۔ نہ شاستروں کے ماہر ہیں۔ ساتھ ہی اُن کو اصلیت کے سمجھنے بُوجھنے کا ورک بھی نہیں ہے۔ اس لیے اُن کو کیا جواب دیا جائے۔ ہاں! جو عقیدت مند ست سنگی سوال کرتے ہیں اُن کی نظر سے جواب دینا لازمی اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔

سنو:۔ زندگی نہ قدیم ہے نہ جدید ہے۔ قدامت اور جدّت لمحہ بہ لمحہ ساتھ چلتے ہیں۔ دونوں نسبتی الفاظ ہیں جہاں قدیم ہے وہاں جدید بھی ہے۔ اور جہاں جدید ہے وہاں قدیم بھی ہے۔

کسی سمجھ وار آدمی سے پوچھو کہ "تم قدیم ہو یا جدید ہو؟" اُس کا جواب غالباً یہی ہوگا۔ اصلیت نہ قدیم ہے نہ جدید ہے۔ وہ ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ کوئی ایسا وقت نہیں تھا کہ جب ہم نہ رہے ہوں۔ کوئی وقت ایسا نہیں آئیگا جب ہم نہ رہیں گے اور کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب ہم نہیں ہیں۔ زندگی اور موت ہماری ہستی کے اظہار کے تماشے ہیں۔ سانس آتی ہے۔ سانس جاتی ہے۔ ستارے چمکتے ہیں ستارے دمکتے ہیں ان میں سے کیا چیز نئی ہے اور کیا چیز پرانی ہے؟

جو لوگ شاستروں پر غرور کرتے ہیں کیا اُن کو اتنی سمجھ نہیں ہے

کہ وشنو نے پہلے مچھ اوتار دھارن کیا۔ پھر کچھ اوتار دھارن کیا بعد ازاں وراہ نرسنگھ۔ وامن۔ پرسرام۔ رام۔ کرشن۔ اور بدھ ہوئے۔ جب وہ رادھاسوامی نام پر ایسے ناحق اعتراض اٹھاتے ہیں۔ تو ہم کو بھی سوال کرنے کا حق ہے۔ کہ مچھ اوتار کے ہوتے ہوئے بدھ کی کیا ضرورت تھی؟ یا مچھ اوتار بطور خود کافی نہیں تھا؟ ان میں سے مچھ قدیم ہے یا بدھ قدیم ہے؟ یا ان میں سے کون نیا ہے؟ اور کون پرانا ہے؟

ہستی اپنے ظہور کی نمائش گری ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں طریقوں پر دکھاتی رہتی ہے۔ اور یہ قدرت کا اصول ہے۔ جب جیسی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت اس قسم کا تماشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ شاستر کہتے ہیں "جب جب دھرم کی مریاداکو دھکا پہنچتا ہے۔ اس وقت وشنو نئے نئے اوتار میں اپنا ظہور کرتے ہیں"۔ یہ قدامت پرست کیوں مچھ کچھ کو نہیں پوجتے؟ کیا وہ کافی اور وافی نہیں ہیں؟ اسی اصول کے موافق خاص قسم کی روحانی ضرورت لاحق ہوئی اور ست پُرش رادھاسوامی کا ظہور ہوا۔ اور انہوں نے رادھاسوامی نام کو پرگٹ کیا۔ رام سے رام کے نام کی عظمت کا اظہار ہوا۔ کرشن سے کرشن کے نام کی صدا دنیا میں گونج اٹھی اور بدھ نے عقل کل کی صورت میں جلوہ گری کا نظارہ دکھاتے ہوئے بدھ کے نام کی عظمت کا گیت گایا۔ کرشن نے کیا کہا تھا؟ "اے ارجن! دھرم

کرم کو چھوڑ کر صرف میری پناہ لے" یہ اس وقت کی ضرورت کی صداقتی بُدھ نے فرمایا سب کو چھوڑو اور اس منتر کا جاپ کرو۔

"بُدھم شرنم گچھامی" (میں بُدھ کی شرن میں جاتا ہوں)

اگر یہ قدامت اور جدت کے اعتراضات رادھاسوامی نام پر کرتے ہو تو ان اوتاروں پر اعتراضات کیوں نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ یہ بھی قدیم اور جدید کے التزام سے بری نہیں ہیں۔ یہی اعتراض اُن پر بھی ہو سکتا ہے۔

یہ دس اوتار مہاکال کے اوتار ہیں۔ شیو یا پرمیشور مہاکال کو کہتے ہیں اور شری مد بھاگوت میں کرشن بھگوان کو بھی مہاکال کا نام دیا گیا ہے۔ وراٹ سروپ خود مہاکال کی مورتی ہے۔ جو آپ کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اسی نظر سے ان اوتاروں کو کال کا اوتار کہا جاتا ہے۔

مجلسی دھرم سیاستی دھرم اخلاقی دھرم سب مصلحت وقت کے موافق انجام دیے جاتے ہیں۔ کال یعنی کال دھرم اور ہے آپت کال دھرم اور ہے۔ ان اوتاروں نے مصلحت وقت کو مدِّ نظر رکھ کر پالیسی حکمت عملی اور نہایت سمجھ بوجھ سے کام لے کر ان کالین دھرموں کی وقتاً فوقتاً اصلاح کی۔ روحانیت کے دھرم کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے اس کا عمل اور شغل اور ہوتا ہے یہ عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوتے ہیں۔ سنت ہمیشہ اسی کی طرف

توجّہ رکھتے ہیں - اورسب عارضی ہیں اور یہ دائمی ہے - ان کے درمیان یہ فرق ہے - کال دھرم کی اصلاح سام (ڈرانا یا خوف دلانا) دام (لالچ دینا جو ے دلاکر راضی رکھنا) بھید (تفرقہ اندازی کرادینا) دنڈ (سزا دینا مارنا - قتل کرانا) یہ سب تدبیر اور مصلحت وقت کی پالسی ہوتی ہے اور کال دھرم میں ہمیشہ ان ہی حکمت عملیوں سے کام لے کر دھرم کی مریادا قائم کی جاتی ہے۔

جو کھل ڈنڈ کروں نہیں تورا۔
بھرشٹ ہوئی شرتی مارگ مورا

لیکن سنت مت کا دھرم اور علاج ان سے مختلف ہے دھرم تو یہ ہے کہ روحانیت کی تکمیل ہو - اور علاج یہ ہے - کہ انسان کے اندر پریم محبّت عشق آلٰہی کے جذبات پیدا کر دیے جائیں - تاکہ مادّیت کا اثر غالب نہ آنے پائے - اور روحانیت کی نشوونما ہو - یہ کال مت اور دیال مت کے درمیان فرق ہے - ایک عارضی علاج ہے - دوسرا دائمی علاج ہے - یہ ان کے درمیان فرق ہے - اَب تُم دس اوتار چرتر کو دیکھو اور غور کرو کہ آیا ان صاحب کمال اور مقدّس شخصیتوں نے ان سب تدبیروں سے کام لیا ہے یا نہیں؟ اور پھر سنت مت کے اصول کی طرف نگاہ کرو ان کے یہاں سوائے پریم کے اور کوئی اوزار استعمال نہیں کیا جاتا - یہ ان دونوں کے درمیان ظاہری اور بدیہی فرق ہے - کال کا مت جد وجہد کا طریق

ہے جو کشمکش سے خالی نہیں ہے۔ دیال کا مت فضل کا طریق ہے جس میں صرف دیا ہی دیا فضل ہی فضل اور پریم ہی پریم ہے۔

کال مت کیا ہے؟

کہیں موسم خزاں کا ہے کہیں فصل بہاراں ہے
کہیں میدان و صحرا ہے کہیں دشت و بیاباں ہے
نظر منظور و ناظر ہر جگہ ہر وقت ہیں اپنے
نظارے خوشنما دیکھا تو اپنی عقل حیراں ہے
پڑا تخم عمل جب کشت دل میں پھول و پھل لایا
ثمر الشجر تنہ نیرنگیوں کا ساز و ساماں ہے
اسے کہتے ہیں کثرت اور کثرت میں خدائی ہے
خدا وحدت ہے یہ وحدت میں اصلی شان یزداں ہے
جہاں کثرت کا ہے منظر تصادم کشمکش ہے واں
جہاں وحدت وہاں فضل و کرم اور رحم رحماں ہے

یہ کال مت اور دیال مت ہے۔ گو یہ جملے معترضہ ضرور تھے۔ لیکن ان سے اصلیت کی سمجھ آئے گی۔ اور کال مت اور دیال مت کے فرق سمجھنے میں دقت واقع نہیں ہوگی افسوس ہے لوگ ست سنگ نہیں کرتے اور نہ فقیروں کی صحبت کا فیض اٹھاتے ہیں کاش وہ اگر مجلس فقرا میں ہفتے دو ہفتے آکر بیٹھتے تو یہ سب باتیں بآسانی

اُن کی سمجھ میں آجائیں۔

کامل گُرو لوگ ضرورت اور مقتضائے وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے طبیعت ہستی میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور اپنے دھرم کی مریادا کو دستبرد سے محفوظ رکھتے ہیں پھر اگر اسی اصول کے موافق روحانی نظر سے پرم سنت ست پُرش رادھا سوامی دیال نے پرگٹ ہو کر "رادھا سوامی" نام کا پرچار کیا تو کیا بیجا ہے؟ اور اس میں کیا نقص آگیا

قدرت میں ایک بادشاہ آتا ہے۔ دُوسرا جاتا ہے۔ جس کی لاج اس کی دُہائی! جس کی سلطنت اُس کا سکّہ اور خطبہ! افلاطون بہت بڑا کامل طبیب تھا۔ اس کے نام سے دوا اور شفا کیوں نہیں مانگی جاتی! کیونکہ اب وہ نہیں رہا لوگ موجودہ زمانہ کے ویدوں اور ڈاکٹروں کے محتاج ہو رہے ہیں۔ جو لوگ مقتضائے وقت کو نہیں سمجھتے یا تو وہ سمجھنے کے قابل نہیں ہیں یا خواہ مخواہ بیجا اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ یوں بھی قدرت میں قدیم اور جدید کا دَور مسلسل طریق پر چلا آتا ہے۔ ہر شئے نئی نئی صورتوں میں صُورت آرائی کرتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کسی زمانہ میں ویدک دھرم کا سُورج رونق کے نصف النہار پر چمکتا رہا ہو۔ کیا آج وہ موجود ہے؟ دُنیا میں ویدوں کے پڑھنے والے اور ماننے والے کتنے ہیں؟ اُنگلیوں پر اُن کا شمار کیا جا سکتا ہے ویدوں کے بعد اُپنشدوں کا دَور آیا۔ کمنت درشن پرگٹ ہوئے اور کتنے

سمپرداؤں اور پنتھوں نے اپنا ظہور کیا۔ یہ قدرتی سلسلہ ہے۔ قدامت پسندوں کو مُنہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ نہ اپنے دعویٰ کو وہ صحیح ثابت کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس کے حقوق کی اشاعت میں کہیں بھی عملی زندگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ قدامت اور بدعت کے متعلق ہر سمجھ دار آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ آیا ہم نے ٹھور ٹھکانے کی بات کہی ہے۔ یا اناپ شناپ بکواس کی ہے اس اعتراض کے جواب میں ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ "رادھاسوامی" نام کیوں پرگٹ ہوا ہے۔ اُس کی کیا ضرورت تھی۔ اور جتنے نام ہیں وہ سب کے سب جزوی ہیں۔ کلّی نہیں ہیں۔ اُن میں جزویت ہے اور رادھاسوامی نام میں کلیت ہے۔ یہ کلیت کس طرح پر ہے؟ اس کا جواب پوتھی سار بچن رادھاسوامی نظم اپنے بچن ۲ میں صفت کے سلسلہ میں بڑی معقولیت کے ساتھ ذہن نشین کرانے کا اہتمام کرتی ہے۔

قبل اس کے کہ ہم پوتھی کا شبد تم کو سنائیں۔ بطور تمہید کے اس بات کا جتلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ سوامی ذات کا نام ہے اور رادھا صفات کا نام ہے ذات کی سمجھ بغیر صفات کے شمول کے کسی کو نہیں آتی۔ یہ صفت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو ذات کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ رہتی ہے۔ ذات اصلیت کے سمجھانے میں مددگار ہوتی ہے۔ اور اگر صفت کی شمولیت ذات کے

ساتھ نہ ہو۔ تو پھر اس صفت کی نسبت کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ دل زبان اور عقل سب کے سب صفات کے دائرہ میں آ سکتے ہیں کبھلا ہم دیکھیں تو کہ بغیر صفت کے کس طرح سے وہ ذات کی اہمیت ذہن نشین کر سکتا ہے یا کرا سکتا ہے۔ صفت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو موصوف تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

یہاں ایک صوفی کا کلام مجھے یاد آ گیا:۔

ذات اُو را بے صفاتش کس ندید
ذات حق با ما کند گفت و شنید

یعنی کسی نے آج تک ذات کو بغیر صفات کی مدد کے نہیں سمجھا یہ صفت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ذات کے اتصال ذات کے وصال ذات کی دیدار ذات کی زیارت کا موقع بخشتی ہے رادھا سوامی نام میں ذات اور صفات دونوں شامل ہیں۔ کس نے آج تک لکشمی کی مدد کے بغیر وشنو کی حقیقت سمجھی؟ کس نے ساوتری کا سہارا لئے ہوئے بغیر برہما کی حقیقت کو جانا۔ کس نے پاروتی کے توسّل کے بغیر رودر بھگوان کی شکل و صورت کو پہچانا؟ برہمہ برہمہ پتنا سے کب خالی رہا ہے۔ یہ برہمہ پتنا اس کی صفت ہی تو ہے۔ ایشور ایشوریہ یا ایشور پتنا سے کب محروم ہُوا؟ یہ دونوں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ناحق کا مذہبی جھگڑا مول لینا اپنا طریقہ نہیں رادھا سوامی مت مذہبی تنازعات سے اپنے آپ کو بچا رکھنا چاہتا

ہے۔ لیکن چونکہ لوگ سوال کرتے ہیں ہم کو مجبوراً ان کی طرف توجہ دینا پڑتا ہے۔

اجی حضرت! ذرا حقیقت کا نام تو لو۔ اور پھر ہم دیکھیں۔ اُس میں صفت آئی یا نہیں؟ تم نے کہا "خدا" یہ خدا کون ہے؟ جو خود آتا ہے۔ اُس خدا کے اندر خود آنے کی صفت ہے اس طرح جب کبھی زبان کھولوگے۔ نام اور رُوپ کا جھمیلا مچیگا زبان ناحق پکڑی جائے گی۔ برہم کو مایا سے علیحدہ نہ کر سکوگے کیونکہ ذات کبھی صفت سے خالی نہیں رہ سکتی۔ یہ رادھاسوامی مت کی عظمت ہے۔ کہ وہ کُلّی اور مجموعی نام سُنا کر سچے طالبین حق کو حقیقت کا راستہ دکھاتا ہے۔ کہو سنو نہیں مغز حقیقت کو سمجھ کر اپنا کام کرو۔ کھنڈن منڈن میں پڑنے سے روحانیت کا خون ہو جائے گا۔

بولنا کا سوں بولئے رے بھائی
بولت ہی سب تتّو نسائی
کیا کہوں ان کہی بھلی ہے
وہاں اکتھ یہاں کتھا چلی ہے

میری یہ تمہید گو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ضرورت سے زیادہ کافی ہے۔ تاہم ست سنگیوں کے فلاح کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اب میں پوتھی کا سہارا لیتا ہوں تاکہ یہ مضمون اور بھی صراحت

اور وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔

صفت پہلی

دوہا

(۱) رادھا سوامی نام صفت کروں اس نام کی
سنو کان دے آن بھن بھن برنن کروں

(بچن دوسرا صفت رادھا سوامی نام کی پہلی صفت سار بچن رادھا سوامی نظم)

ترجمہ:- اب میں اس رادھا سوامی نام کی صفت کہتا ہوں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ توجّہ کے کانوں سے اسے بغور سُنیں میں ہر پہلو سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں (تاکہ کسی طرح اس نام کی عظمت دلوں کے اندر قائم ہو جائے)

(۲) پانچ اکشر اُ ہندی میں　　زبان فارسی اکثر دس ہیں
(۳) پانچ شبد کا بھید بتاویں　　دس مقام کو لے پہنچاویں

ترجمہ:- چونکہ اردو اس زمانہ کی مروّجہ زبان ہے۔ اور اس کے حروف فارسی حروف تہجّی میں لکھے جاتے ہیں۔ اس رعایت سے رادھا سوامی نام میں دس حروف ہیں۔ اور ہندی ورن مالا کے موافق پانچ ہیں۔

پانچ کی رعایت میں پانچ شبدوں کا اشارہ ملتا ہے۔ اور حرفوں کی نسبت سے دس مقامات کا اشارہ موجود ہے پانچ ہندی

کے حروف پانچ قسم کی مختلف اصلی شرتی (سلاح یا راگ) کے اظہار کے
ملکوانک یعنی جتانے والے ہیں۔ اور دس حروف کا اشارہ دس
روحانی مقامات کی طرف ہے۔ جو انسان کے باطن میں مجملی طور پر موجود
ہیں۔ اور شاغل یا سالک کو روحانی مسلک کی پیروی میں ان پر چڑھائی
کرنی پڑتی ہے۔

تشریح۔ پانچ شبد یہ ہیں۔ گھنٹہ۔ مردنگ (اوم اوم یا ہو ہو)
سارنگی کی صدا (سار نگ سار نگ) بانسری کی صدا (نے کی دھن ہیں) اور
(۵) بین کی صدا (ست ست یا حق حق کی دھن ہیں)
ان میں سے صوفیوں کی کتابوں میں پہلی آواز کا پتہ ملتا ہے جہاں سے
وہ گھنٹ کا راستہ شروع کرتے ہیں مثلاً

دلیل کاروان بانگ جرس ہے
گواہ درد دل یک نالہ بس ہے

اور دوسری آواز ہو ہو کی ہے جہاں تک میرا خیال ہے ان کے
یہاں سارنگی کی آواز کی رعایت مد نظر نہیں رکھی گئی یا اگر وہ ہوگی تو
اس کی سرود سے تطبیق کرتے ہونگے۔ لیکن میں بطور خود یقین کے
ساتھ اس پر لازمی روشنی نہیں ڈالتا۔ چوتھی آواز نے یا بانسری کی
ہے۔ جس کی مطابقت انا ہو انا ہو سے ہے انا ہو اصل میں
ترجمہ ہے "سوہم کا۔ "سو" (وہ) "ہم" (میں) اسی طرح "انا" کے معنی
"میں" اور "ہو" کے معنی وہ۔ اس آواز کا اشارہ مثنوی مولانا روم

کے افتتاحی شعر سے ہوتا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

بشنو از نے چوں حکایت میکند

از جدائی ہا شکایت مے کند

مطلب یہ ہے "نے" (بانسری) کی حکایت کو سنو وہ جدائی کی شکایت کرتی ہے۔

حقیقت میں حقیقت کے ساتھ جدائی کا خیال "انا" یا ہم بھاؤ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بھنور گپھا میں بانسری کی کال بھگوان کا ظہور ہوا۔ اور ست پرش کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے پر اُن کی زبان سے نکلا:-

"سوہم اسمی" (میں وہی ہوں) اور جب "میں" آیا تب "تو" کا ہونا لازمی تھا۔ جہاں "میں" ہوتا ہے وہاں "تو" رہتا ہے۔ جب تک "میں" نہیں رہتا تب تک "تو" کو اظہار کا موقع نہیں ملتا۔ "میں" اور "تو" تفرقہ کی باتیں ہیں۔ اسی وجہ سے "میں" "تو تو" "میں" کو ہمیشہ جھگڑے سے تاویل کیا جاتا ہے جھگڑے وہیں ہوتے ہیں جہاں "میں" اور "تو" دونوں کر مدّ مقابل میں آتے ہیں دنیاوی آفرینش یا سنساری رچنا اسی مقام سے ہوتی ہے۔ "میں" اور "تو" دونوں نقطوں کی اصطلاحات ہیں۔ یہ اتصال یا وصال میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے اے ابھیاسی ست سنگیو! جب تک کہ تم "میں" اور "تو" کے فنا میں پڑے رہو گے۔ تب تک ابھیاس کرنے پر بھی کال

کے جھمیلے سے چھٹکارا نہیں پاؤ گے۔ اس لئے تم کو ان چاروں آوازوں
کو چھوڑ کر پانچویں آواز کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ جو مین سے تطابق
رکھتی ہے۔ بین کیا بولتی ہے۔ "ست ست" حق حق
"ست" کے معنے ہیں ہستی۔ ہستی مطلق۔ ذات۔ اصلی اور اصلیت
"ست" لغوی معنی سنسکرت میں سچائی کے نہیں ہیں بلکہ یہ
سنسکرت مادہ "اس" سے نکلا ہے جس کے معنی ہونے کے ہیں اسی
اسی طرح حق کے معنی سچ کے نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ "ذات" سمجھنا
چاہیئے۔ جو شخص "انا الحق" کی صدا دیتا ہے دراصل وہ حقیقت کی صدا
ہے۔ میں ست ہوں اور حق ہوں۔ تم خود سوچ سمجھ کر نتیجہ نکال سکتے
ہو۔ کہ وہ خدا بننے یا خدائی کا دعویٰ کرنے کا اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ اس
کا اشارہ ذاتیت کی طرف ہے۔ "حق اور ست" دھن کی نظر سے دونوں
مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ لفظ جان بوجھ کر ترجمہ کے طور پر گڑھا
گیا ہوگا۔ اب لوگ "انا الحق" کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ "میں خدا ہوں"
مگر چونکہ میں رادھا سوامی مت کے موافق رادھا سوامی نام کی عبادت کر
رہا ہوں صوفیوں کے ساتھ میل ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف
سمجھانے بجھانے کے لئے اس قدر کہہ دیا گیا۔
میں نے جہاں تک بطور خود فارسی تصوف کی کتابیں پڑھی ہیں
مجھے کہیں بھی سوائے ایک فریدالدین عطار کے کلام کے اور کہیں بھی
حق کے معنی خدا کے نہیں ملتے۔ ممکن ہے وہ صحیح ہو۔ اور ممکن ہے

وہ غلط ہو- یہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے- فرید الدین عطارؒ کا شعر یہ ہے

من خدایم من خدایم من خُدا

فارغم از کبر و از کین و ریا- ؎

گو کہنے کو تو میں نے کہہ دیا کہ میں صوفیوں کے ساتھ میل نہیں ملا رہا ہوں- لیکن اصل میں پوتھی سار بچن رادھا سوامی نظم میں اس میل ملانے کا نہایت صاف اور واضح اشارہ ملتا ہے- مثلاً

اللہ ہُو ترکٹی بسے ہائے بسے جا سُن

شبد انا ہُو باجیا بھنور گپھا کی دُھن

حق حق ست نام دُھن پائی چڑھ سچ کھنڈ

ست شفق بولی جنگل پہرو وا ایک اکھنڈ

پانچ شبدوں کی صراحت ہو چکی ہے- دس مقامات کی صراحت حسب ذیل ہے :-

(۱) سہس دل کمل (۲) ترکٹی (۳) شونیہ (۴) مہا شونیہ (۵) بھنور گپھا (۶) ست لوک (۷) اناحی (۸) الکھ (۹) اگم (۱۰) رادھا سوامی

چونکہ ان مقامات کی صراحت ست سنگیوں کو بیعت یا دیکشا کے وقت کر دی جاتی ہے- اس لئے اس موقع پر ہم یہاں اس بات کا جتانا ضروری نہیں سمجھتے کہ یہ مقامات انسان کے کاسۂ سر (کپال) میں کس کس جائے مخصوص پر واقع ہیں- جن کو خواہش ہے- وہ ہماری انگریزی کتاب ”آنند یوگ“ کے نقشوں کو دیکھ کر اپنی تشفی کریں

اس میں نہایت تفصیلی وضاحت کے ساتھ اُن کا بیان آگیا ہے۔

دوسری صفت

(۱) ایک صفت پہ برن بتائی ۔ صفت دوسری کھول کر گائی
(۲) رادھا دھن کا نام ستاؤں ۔ سوامی شبد بھید بتلاؤں
(۳) دھن اور شبد ایک کر جانو ۔ جل ترنگ سم بھید نہ مانو

ترجمہ:۔ (۱) ایک صفت کی وضاحت ہو چکی۔ اب دوسری صفت کے راز کی حقیقت کو بغیر کسی راز ونیاز کے پردوں میں چھپائے ہوئے تم کو سناتا ہوں۔

(۲) رادھا دھن کا نام ہے اور سوامی شبد کو کہتے ہیں

(۳) دھن اور شبد دونوں یکساں ہیں جس طرح سے پانی کی لہر اور پانی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

تشریح:۔ جہاں تک کسی قسم کی رچنا کا تعلق ہے۔ وہاں دو صورتیں نظر آتی ہیں ایک آدھار استھان۔ کوٹستھ اور سہارا۔ یہ اٹل ہے نشچل ہے۔ غیر متبدل ہے۔ لا نیتجزا (اکھنڈ) ہے اور دوسری دھار ہے۔ جو اس کے ارد گرد کھیلتی رہتی ہے۔

اگر ہم سوامی کو ادھار کہیں اور اس سے جو سلسلہ جاری ہے اُسے دھار کے ساتھ مشابہ کریں تو شاید غلط نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر جگہ ایسا

ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ دھار ہمیشہ آدھار کے ساتھ کھیلتی رہتی ہے مثال کے طور پر تم کسی جواہر۔ ہیرے زمرد یا کسی اور شئے کی طرف نگاہ کرو۔ یہ لعل جواہر آدھار ہیں۔ اور ان کے اردگرد جو چمک دمک نظر آتی ہے۔ وہ دھار ہے۔

پرکرتی اسی دھار کا نام ہے۔ وہ بھنور گپھا میں پردھان کہلاتی ہے اور نیچے اتر کر اس کا نام پرکرتی ہوتا ہے۔ اس کے ذرات ست لوک کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے کھیلتے رہتے ہیں پہلے ان کی کیفیت مخرور دگرم (ہوتی ہے پھر جہاں مناسب پاکر یہ ملتے ہیں۔ نیچے کی طرف دھار پھوٹتی ہے۔ اس طرح رچنا ہوتی ہے اب اس مثال کو اچھی طرح ذہن نشین کرکے جس شئے کی طرف نظر ڈالوگے۔ وہ ان دو طریقوں میں صورتگری کا تماشہ دکھاتی ہوئی نظر آئے گی۔ آدھار نکھیہ اور دھار گون ہے۔ آدھار کو فضیلت (اہمائی) ہے۔ اسی کے سہارے ہر قسم کی گردش ہوتی رہتی ہے۔ سورج چاند ستارے سب ہی وحدت بین نگاہ کو یہی نظارہ نظر آئیگا۔ بشرطیکہ وہ عقل سلیم رکھتا ہے۔ اور اگر سمجھ بوجھ نہیں ہے تو اسے بہت دنوں تک کال کرم کے پاپڑ بیلنے پڑینگے۔

بانی کہتی ہے۔ سوامی شبد ہے اور رادھا دھن ہے۔ شبد سے دھن پرگٹ ہوتی ہے۔ شبد دھن سے مختلف نہیں ہے جو شبد ہے وہی دھن ہے۔ جس طرح سمندر کے پانی میں اور

اُس کی توجی صُورت لہر بُدبُدے وغیرہ میں کوئی فرق ہنیں ہونا
طرح اصل میں صفت ہمیشہ موصُوف سے ملحق ہوتی ہے۔
مٹی آدھار ہے۔ اُس کے سہارے بھانڈے برتن کوزے پیالے
مُورتیں ہزاروں قسم کی گڑھی جاتی ہیں ان میں اور مٹی میں کیا فرق ہے
لیکن مٹی مٹی ہے۔ اور گھڑا گھڑا ہے۔
سونا آدھار ہے۔ زیور برتن مُورتیں نقش ونگار سب اُس کی
ہی ہیں۔ اب تم دیکھو ان کے اور اُس کے درمیان کیا فرق ہے

چشم وحدت بیں میں ہے یکسانیت
سوچ اگر تجھ میں ہے کچھ انسانیت
آدمی میں آدمیّت ہے ضرور
گر نہیں تو عقل کا ہے سب فتور
چشم باطن میں اگر آ جائے نُور
ہر جگہ دیکھے گا وہ اُس کا ظہُور
ایک ہیں وہ ایک ہیں اور ایک ہیں
رمز کو سمجھیں جو دل کے نیک ہیں
چشم احول میں دوئی کا نقص ہے
دیکھتا ہے دو اگر ہے ایک شے

تیسری صفت

(۱) صفت تیسری کہوں سمجھاتا سنو چیت سے دیکر کانا
(۲) رادھا پریت لگاون ہاری سوامی پریتم نام کہاری
(۳) یہ بھی صفت بتائے وی ری رادھا سوامی سُرت شبد کا یاری

ترجمہ:- (۱) اب تیسری صفت کا تذکرہ کرتا ہوں اُسے غور سے کانوں سے سُنو۔

(۲) رادھا محبت کرنیوالی پریت سے تعلق رکھنے والی اور پیار کے جذبہ کو اپنے اندر بھڑکانے والی ہے۔ اور سوامی پریتم محبوب پیارا آدرش اشٹ اور اصلی چیز ہے۔

(۳) لوگے ہاتھوں تیسری صفت کی بھی توضیح ہوئی اسی وجہ سے ست پُرش رادھا سوامی دیال نے صرف سُرت شبد مت کی دلکش راگنی کا گیت گایا ہے۔

تشریح ذات سے ذاتیت جدا نہیں ہوتی۔ ذات محبوب ہے اور ذاتیت حبیب ہے۔ ذات معراج تمنا ہے۔ اور ذاتیت اُس کی ہر دقت ساتھ دینے والی شئے ہے۔ ان کے درمیان جدائی کبھی نہیں ہوتی۔ زور زور آور میں ہوتا ہے۔ بل بلوان میں رہتا ہے زور زور آور سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ بل بلوان سے الگ نہیں ہے

یہی رعایت پریمی اور پریتم میں موجود ہے۔ جیسے کبھی اپنے محبوب کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ عاشق معشوق کی جدائی گوارا نہیں کرتا۔

یہ رمز ہے جو حقیقت پسندوں کو سمجھنا چاہیے۔ ویدانتی کہتے ہیں۔ "مایا ان ہوئی ہے" تینوں کال میں نہیں ہوئی جو کچھ ہے برہم ہی برہم ہے"

وہ کہنے کو تو سچ کہتے ہیں لیکن جو بات کہتے ہیں اُسے نہ خود سمجھتے ہیں۔ نہ دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔ اگر برہم ہے۔ تو اُس کے برہم پنے کو کچھ نام روپ دوگے یا نہیں؟ یہ برہم پنا ہی مایا کہلاتی ہے۔ دراصل اسکی اپنی کوئی ہستی نہیں ہے۔ اُس کی ہستی برہم کے سہارے ہے چونکہ اُس کی ہستی نہیں ہے اس لئے وہ تینوں کال میں کبھی نہیں ہوئی۔ اس کی سمجھ تم کو بل اور بلوان کے مثال سے آگئی ہوگی۔ زور زور آور سے علیحدہ ہو کر نہیں رہتا۔ ہستی اگر ہے تو زور آور کی ہے۔ چونکہ اُن دونوں کا باہمی تعلق ہے۔ اس واسطے زور اور زور آور میں یکسانیت ہے۔ دوئی کی نگاہ سے وہ دو کہے جائیں لیکن اصل میں دوئی نہیں ہے۔

اس واسطے رادھا سوامی دیال نے فلسفہ کے اُدھیڑ بُن کو چھوڑ کر صرف سُرت شبد یوگ کے ذریعہ اپنی تعلیم کا اعلان کرنا مصلحت سمجھا۔ یہ سُرت شبد کیا ہے۔ چوتھی صفت کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا۔

چوتھی صفت

(۱) رادھا آدی سُرت کا نام سوامی آدی شبد نج دھام
(۲) سُرت شبد اور رادھا سوامی دونوں نام ایک کر جانی
(۳) سُرت شبد سنگ کرے بلاس یوں رادھا سوامی ڈھنگت پاس
(۴) رادھا سوامی دو کر جان ہوئیں ایک ست لوک ٹھکان

ترجمہ:- رادھا آدی سُرت کا نام ہے۔ اور سوامی آدی شبد اور نج دھام ہے۔

(۲) سُرت اور شبد خواہ رادھا اور سوامی دونوں کو ایک ہی تصور سمجھنا چاہیئے۔

(۳) جس طرح کہ سُرت اور شبد کا باہمی اور دائمی تعلق ہے اسی طرح رادھا ہمیشہ سوامی کی قربت میں رہتی ہے۔

(۴) جبو ہارک جگت میں خواہ دوئی کے طبقہ میں رادھا اور سوامی کو تم ضرورت اور مصلحت کے موافق دو سمجھ لو۔ لیکن ست لوک میں جاکر دونو باہم گر واصل متواصل اور یکساں رہتے ہیں۔

تشریح:- کوئی شبد بغیر توجہ کے اپنی ہستی کا اظہار نہیں کر سکتا اور کوئی توجہ بغیر شبد کا سہارا لیئے ہوئے ٹھہر ہی نہیں سکتی آواز اور توجہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

ابتداء ہے یا نہیں ہے۔ اسپر قیل و قال کی ضرورت نہیں

آفرینش کا سلسلہ لامقطوع ہے۔ لیکن بات چیت کرنے میں کم
ازکم زبانی طور پر تذکرہ کے طور پر ابتدا ہو ہی جاتی ہے۔ میں پہلے
تم کو سمجھا آیا ہوں کہ تم اناوی اور اننت ہو ابتدا اور انتہا کی قید
سے آزاد ہو۔ لیکن موجودہ ہستی کے طبقہ میں تمہاری زندگیوں کی
ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اس زندگی سے
سوامی آدی شبد کا نام ہے۔ اور جس توجہ نے یا توجہ کی طاقت نے
اس شبد کو گرہن کیا خواہ اس کی جانب متوجہ ہوئی اس کا نام رادھا
رکھا گیا۔ میں کہتا ہوں تم سنتے ہو۔ میں کہنے والا شبد ہے اور تم
سننے والے سُرت ہو۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں بھی نہ ہوتا۔ میں نہ ہوتا
تو تم بھی نہ ہوتے۔ جب میں ہوں تب تم کیوں نہ ہوگے! یہ لازمی
لابدی اور ضروری تعلقات ہیں۔ بیوہار میں خواہ پرتی بھاس (خیال)
میں یہ دو مختلف اور متفرق اصطلاحات ہیں۔ لیکن اصل میں کیا ہیں؟
جب مل گئے تب نہ کہیں میں ہے نہ تُو ہے۔ جب تک ایک
دوسرے کا ملاپ ظہور میں نہیں آتا تب ہی تک تفرقے ہیں
اور دونوں جدا جدا پرتیت ہوتے ہیں۔ لیکن ملاپ کے وقت
نہ یہ ہے۔ نہ وہ ہے۔ کیا ہے؟ تم آسانی سمجھ سکتے ہو جب
تک شادی نہیں ہوتی تب تک لگن اور برات سجانے منڈپ
بنانے رنگ رنگ بجانے اور دھوم دھام کرنے کی ضرورت رہتی
ہے۔ جب شادی ہوگئی تب پھر کیا ہوا؟

"دُولہا دُلہن مل گئے پھیکی پڑی برات"

سُرت اور شبد خواہ توجہ اور کلام کے سلسلہ میں اعتراض اُٹھائے جاتے ہیں۔ سوال و جواب کی ٹھنتی ہے۔ ایک دُوسرے کو "ردّ و کد" کا خیال رہتا ہے۔ لیکن جب بات ذہن نشین ہو جاتی ہے تب محویّت کا عالم طاری ہوتا ہے۔ توجہ اور کلام یکجا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح رادھا اور سوامی کو شغل اور اشغال کے سلسلہ میں چاہے تم دو کر کے مان لو لیکن جس طرح توجہ شبد کے ساتھ رہتی ہے۔ اور شبد توجہ کے ساتھ رہتا ہے اُسی طرح رادھا سوامی کے ساتھ اور سوامی رادھا کیساتھ رہتے ہیں ذات اور صفت دونوں جدا جدا پرتیت ہوتے ہیں۔ برہمہ اور مایا۔ ذات اور صفات رُوح اور مادہ کے درمیان امتزاجی مدّات قائم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن جب مواصلت عُرس اور ملاپ ہو جاتا ہے تب کیا ہوتا ہے! اب تم سمجھ گئے ہو گئے یہ ملاپ کہاں ہوتا ہے یہ ملاپ ست لوک میں ہوتا ہے۔ جہاں ذات اور ذاتیت مطلق اور مطلقیت دونوں ملکر ایک ہو جاتے ہیں۔ اِسی کا مجموعی اور شمومی نام رادھا سوامی ہے۔

لگے ہاتھوں ایک شبد بھی سُن لیجیے۔ اَنہد دھنکار دُھن "دَم

صفحہ ۱۰ اسے سمجھانے کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

مَینا! مینا! ارے مینا! مینا تن پنجرے میں رہ کر
بولی بولے رے مَیں نا (ٹیک)

(۱) جب لگ مَیں ہے۔ تب لگ تُو ہے مور تور کا جھگڑا
مَیں جب گیا گیا تب تُو بھی۔ اب کس کا ہے رگڑا
ستگورو دینی سینا

(۲) جو تُو کہتا وہ اندھلا ہے۔ "میں" کہتا دیوانہ
مَیں میں تُو تُو کو جو چھوڑے وہی ہے چتر سیانا
یہ ہے سچی مینا

(۳) جب مَیں ہوں تب گورو نہیں ہے گورو جب ہیں مَیں ناہیں
پریم کی گلی تنگ ہے بھائی! دونوں کیسے سماہیں
دونوں رہتے ہیں نا

(۴) مور تور مایا کی رسری۔ پرانی پھانس پھنسانے
تو ڑ کے رسری ہو گئے نیارے پھر نہیں وہ پھر مانے
ہو گئے سچے میں نا

(۵) بکری "میں" کہہ گلا کٹاوے "میں میں" کرمیاوے
مینا "میں نا" بچن سناوے بیبن شکر کھاوے
کیسی میٹھی ہے مَیں نا

(۶) مَیں نا "مَیں نا" مینا بولے بول کی رٹن لگاوے

ہیں کو تیاگ شانت بن جاوے سکھ آنند دُھن گاوے
پاوے نت چینا

مَیں تُو بھرم وکار ہے من کا من مایا کا ساتھی
جو مَیں ہے کھیگا دُکھ سے مرے گا کھینچے اہم کا ہاتھی
مَیں اُر تُو دونوں ہیں نا

(۸) سُرت کی پنکھی میہنا بن کر ہیں نا میں نا کہتی
من برکش کی ڈال پہ بیٹھی دُکھ سکھ اب نہیں سہتی
دل پانہیں چاہ رہنا

(۹) میں نا ہیں نا تُو نا تُو نا یہ ستگورو کی بانی
بانی سُن من چت لاوے سنے سہج نربانی
مایا پھیر بچھی پاپے نا

(۱۰) رادھاسوامی سبد سُرت کی دُھن دُھن گا گا کے سنادیں
جو گادیں نت گا کے سنادیں بھو پنجرے سے چھٹیں آویں
وہ بن جاویں بھینا

سیر سرہند پور ستہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء

نام کی مالا

(۱) آؤ گاؤ آؤ گاؤ اپارہ اناحی سوپر سنہ پیارے رادھاسوامی

(۴) حیرت روپ اتھاہ دوامی الی میرے پیارے رادھا سوامی

(بچن ۴ شبد پہلا - سار بچن رادھا سوامی منظوم)

اس کلام میں طالب حقیقت کے واسطے حقیقت کے نظارہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شبد میں ۱۰۶ کڑیاں ہیں۔ اگر ان سب کی بالتفصیل صراحت کرتے ہیں۔ تو مضمون طویل ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ طوالت دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی۔ لیکن بہت سی طبیعتوں کے اکتا جانے کا خوف ہے اس لئے ہم اس کے خلاصہ کو ذیل کی مختصر عبارت میں پیش کرتے ہیں۔ پڑھنے والے اگر پوتھی کو پڑھ کر اس خلاصہ کا مطالعہ کرینگے تو بلاشبہ اُن کو مزید لطف حاصل ہوگا۔ اور اگر بالفرض پوتھی کے مطالعہ کے بغیر بھی یہ پڑھا جائیگا۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔

پوتھی پہلی کڑی سے لے کر سترہ کڑیوں تک جو اس بات کا اشارہ کر رہی ہے۔

کہ حقیقت ایک ہے اظہار کی سینکڑوں صورتیں بیشک ہیں حقیقت حقیقت ہے۔ حقیقت وہ ہے جس میں حق ہے۔ حق ذات ہے۔ اور حقیقت اُس کی صفت ہے۔ خواہ ذات ہے ابتدا میں حق ہے۔ اور انتہا تک میں حقیقت ہی حقیقت ہے سمجھانے بوجھانے کے واسطے رادھا سوامی نام زبان پر آیا

ہے نہ بیان میں آسکتا ہے۔ نہ عقل کی اُس تک رسائی ہے۔ وہاں پہونچنے کی طاقت دل کے اندر بھی نہیں ہے۔

مثال کے طور پر سمجھو۔ ایک سوت کی مالا ہے جس میں ان گنت دانے پروئے ہوئے ہیں یہ دانے اس سوت کے ظاہری لباس ہیں یا اُس کی ظاہری ہستی کے ساز و سامان ہیں۔ اور ان سب کے اندر کا تاگا اوت پروت یا ہر ستھتہ ہو رہا ہے۔

ست پُرش رادھا سوامی دیال نے اگم لوک میں اگم رُوپ دھارن کیا۔ الکھ لوک میں الکھ پُرش ہوئے۔ ست لوک میں ست پُرش کہلائے۔ پھر جب قدرت کی دھار نیچے کی طرف اُتری۔ اسی اصلیت نے بھنور گپھا میں پہونچکر سوہنگ کا رُوپ۔ شونیہ دیش میں اکشر کا رُوپ۔ ترکُٹی میں اونکار کا رُوپ اور سہس دل کمل میں جوت نرنجن کا رُوپ دھارن کیا۔

بانی صاف لفظوں میں بتا رہی ہے۔ اور بلا شک و شبہ حقیقت کے اظہار کو بھا رہی ہے کہ یہ جو کچھ ظہور کا ساز و سامان ہے سب کا سب اُسی اصلی مظہر کا مظہر ہے۔

پھر یہی دھار تیسرے تِل سے نیچے اُتر کر عقل اور دل کے مقام پر آئی دل اور عقل کا جامہ اختیار کیا۔ پھر وہی حواس میں اُتری اور حواسی بنی اُوپر سے لیکر نیچے تک مالے کی سوت کی طرح وہی اوت پروت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہی اُلٹ

کرتا کبوتر الٹی پلٹی کی طرح چکر کھاتی ہوئی جیب اور سینے کی طرف ٹوٹی
پھر جیبی کی تیزی اور ہاتھی ۔ ایک سے لیکر سترہ کردی تک کا
خلاصہ بیان ہے ۔

..........×..........

اسکو تم ممکن ہے ۔ ان لفظوں میں نہ سمجھ سکو ۔ اس لئے میں
تم کو تمہاری اپنی ذاتی مثال دیکر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں
تم خود کیا ہو ؟ کوئی چیز تو ضرور ہو ۔ اسی کوئی چیز کو حق یا ست
کہتے ہیں ۔ حق ہستی ہے ۔ جس وقت تم جاگتے ہو ۔ تمہاری
ہی ہستی کی دھار دماغ کی طرف سے نیچے اتر کر کان
آنکھ ناک ہاتھ پاؤں وغیرہ میں آتی ہے ۔ اور تمہاری ہستی
ظاہری پر ظہور کا سامان پیش کرتی ہے ۔ پھر جب تم سو جاتے ہو
تمہاری ہستی کی دھار الٹ کر تمہارے اندر داخل ہوتی ہے اور
تم جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جاتے ہو ۔ غور کرو تا کہ حقیقت
سمجھ میں آ جائے ۔

..........×..........

اس اپنے جسم میں تم ہو جو محیط کل ہو رہے ہو ۔ چوٹی سے
لیکر ایڑی تک تمہارے سوا کون ہے ؟ اگر کوئی دوسرا ہے تو
بتاؤ ۔ جو نقشہ کہ تم اپنا اپنے جسم کے اندر دیکھتے ہو ۔ وہی نقشہ
سچ کھنڈ سے لیکر برہمانڈ اور پنڈ تک میں موجود ہے ۔

یہ مثال ہے۔ اپنے آپ کو سمجھ لو حقیقت کو سمجھ جاؤ گے۔

..........×..........

اب میں اٹھارویں[۱۸] کڑی سے لیکر چھتیسویں[۳۶] کڑی تک کا خلاصہ اپنی زبان میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ کسی طرح رادھا سوامی مت کی ماہیت سمجھ میں آجائے۔ کہا گیا ہے۔ "اے پیارے رادھا سوامی! دیوی دیوتا تک تمہاری گتی کو نہیں جانتے سب تم سے غافل ہیں۔ اور کسی ایک کی بھی طاقت نہیں ہے کہ تمہارے بھید سے واقفیت پیدا کر سکے"۔

کیا تم نے کبھی غور کیا۔ کہ یہ دیوی دیوتا کیا ہیں؟ تمہارے جسم میں جتنے اعضا ہیں۔ جتنے حواس ہیں جتنی اندریاں ہیں اُن کے اندر رہنے والی موکلی طاقت کو دیوی دیوتا کہتے ہیں کیا تمہاری اندریوں کے موکل دیوتا تمہاری حقیقت کو جانتے ہیں؟ تم کہو گے نہیں۔ اور وہ جان کیسے سکتے ہیں۔ وہ تمہاری زندگی سے زندہ تمہاری حرکت سے متحرک اور تمہاری اپنی ہستی سے ہست نظر آرہے ہیں اگر تم اپنی سُت تا (ہستی) کو ہٹا لو تو یہ سب کے سب بے مصرف اور بے طاقت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نظام قدرت میں ورن۔ اندر۔ آریہ مان۔ رُدر۔ وشنو اور ورہسپتی وغیرہ کا حال ہے تم اشانت ہو جاؤ تو یہ اشانت ہو جاتے ہیں تم شانت ہو جاؤ تو یہ بھی شانت ہو جاتے ہیں اور اس رعایت کو مدِ نظر رکھ کر وید بانی کہتی ہے۔

شنتنو سنتر ہ شم - ورونہ شنتنو بھوتی آریہ مان
شنتنو اندر دہ ور ہسپتر شنتنو وشنو رُو رُ کمھہ

....

اُپ نشد صدا دیتی ہے۔ "جو بینری آنکھ میں ہے۔ آنکھ جس کا قالب ہے۔ جو آنکھ میں رہ کر آنکھ کو قاعدہ میں چلاتا ہے۔ اور آنکھ جسے نہیں جانتی۔ وہ تیرا ہی انتر آتما ہے۔ جو کان میں رہتا ہے کان جس کا قالب ہے اور جو کان میں رہ کر کان کو قاعدہ میں چلاتا ہے کان جسے نہیں جانتا وہ تیرا انتر یامی آتما ہے۔ جو زبان میں ہے زبان جس کا قالب ہے۔ جو زبان میں رہ کر زبان کو قاعدہ میں چلاتا ہے اور زبان جسے نہیں جانتی وہ تیرا انتر یامی آتما ہے" وغیرہ وغیرہ

یہ مضمون ورہد آرنیک اُپ نشد میں تفصیل کے ساتھ آتا ہے

ہم طوالت سے گزر کر ویدک دیوتاؤں کے لئے ویسی ہی تشبیہی عبارت گڑھتے ہیں۔ تاکہ اصلیت تمہارے ذہن نشین ہو جائے جس طرح تمہاری اندریوں کے دیوتاؤں کو تمہارا علم نہیں ہو سکتا ویسے ہی قدرت کی طاقتوں یا دیوتاؤں کو بھی حقیقت کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ سنو!

جو ورن[1] میں ہے۔ ورن جسے نہیں جانتا ورن جس کا قالب ہے جو ورن کے اندر رہ کر ورن کو خاص قسم کے ضابطہ کا پابند رکھتا ہے

[1] پانی کے دیوتا کا نام ہے ۱۲

وہ اصل حقیقت ہے جو اِندر میں ہے۔ اندر جسے نہیں جانتا۔ اندر جس کا قالب ہے۔ جو اندر کے اُندر رہ کر اندر کو خاص قسم کے حرکات اور سکنات سے وابستہ رکھتا ہے۔ وہ ست پرش رادھا سوامی کی حقیقت ہے۔ وغیرہ وغیرہ"

........................×........................

اسی طرح ہم سنت مت کی مقامی اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔" جو نرنجن اونکار شونیہ آکار اور سوہنگ کار میں رہتا ہے۔ جسے یہ سب نہیں جانتے جو اُن کے قالب کہے ہیں۔ جو اُن کے اندر رہ کر اُن کو قاعدہ میں رکھتا ہے وہ اصلی ست کی ستّا ہے وعلی ہذالقیاس"

اب دیکھو اگر ست پُرش رادھا سوامی دیال نے اپنی بانی میں اس بات کا تم کو اور ہم کو خیال دے دیا ہے۔ تو کیا بیجا کیا ہے۔ جو بات تم میں ہے۔ وہی بات ہیچ کھنڈ کے سلسلہ میں بھی موجود ہے اسی طرح دوستو جو سورج میں ہے۔ سُورج جس کا قالب ہے سورج جسے نہیں جانتا جو سورج میں رہ کر اُسے قاعدہ میں چلاتا ہے۔ وہ ست کی ستّا ہے۔

بالکل اسی طرح چندر۔ منگل۔ ورہسپتی۔ بدھ۔ شکر اور شنی کی نسبت خیال کر لو۔ یہ سب کے سب اُس ستّا کے محتاج ہیں۔ اُن میں سے لا احتیاج کوئی بھی نہیں ہے۔ چاہے آکاس ہو چاہے پانی ہو۔ چاہے

آگ ہو چاہے پرتھوی ہو چاہے ہوا ہو۔ سب اُسی ستتا کے ظہور کے جامہ اور لباس ہیں لباس کو کیا خبر ہے کہ صاحب لباس اس کو کس طرح سے پہنتا ہے۔ پوتھی اسی خیال کو مدنظر رکھ کر کہتی ہے کہ کسی دیوی دیوتا کو ست پرش رادھا سوامی کا علم نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

نہ گوہر میں ہے اور نہ ہے سنگ میں
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

صوفی کہتا ہے "ہمہ اوست اور ہمہ از وست" ایک نظر سے تو حقیقت میں وہی سب کچھ ہے اس کے سوا اور کوئی چیز ہو کیا سکتی ہے یہ سب کچھ اسی سے ہے۔ اور اُسی کا ہے۔ یہاں تک ۱۰ سے لیکر ۳۶ ویں کڑی تک کا مضمون تم کو ملے گا۔

اب آگے بھگتی کے جذبہ سے متاثر ہو کر بھگت خاص قسم کی محبت کی نظر بنا کر اُس حقیقت کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرتا ہے اور اُس کی حمد اور ستائش کا نغمہ گاتا ہوا مختلف قسم کی تشبیہات اور استعارات کو استعمال کرتا ہوا کہتا ہے۔ "تم چندر ہو۔ میں چکور ہوں۔ تم چمبک ہو میں لوہا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ"

اور اس ترانہ کو گاتا ہوا دیوانہ کی طرح وہ مخمور اور مست ہو جاتا ہے۔ جو بھگتی کی انتہائی کیفیت ہے ہم دیدہ دانستہ اُن کڑیوں کے

خلاصہ کو یہاں درج نہیں کرتے - اسی قدر مضمون پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے ست سنگی بھائیوں کو ہدایت کرتے ہیں - کہ ہماری تمہید کو پڑھ کر پوتھی کے شبد کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں تاکہ دلوں میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہ جائے - اعتراض کی گنجائش بھی نہ رہے - پھر جلد تر روحانی ترقی کر کے اپنے آدرش کی تکمیل کریں اور اُونچے چڑھ کر ست پُرش رادھا سوامی دیال کی زیارت سے شاد کام ہو سکیں اور بس ؟

رادھا سوامی دھام ۲۱ ستمبر ۱۹۳۲ء

شُکرانہ اور اظہار مُدّعا

بچن تیسرا شبد پانچواں سار بچن رادھا سوامی نظم

رادھا سوامی لیا اپنائے سکھی ری

شوبھا اوبھت آج لکھی ری ؛

۱۰۸ کڑیوں کا شبد بطور خود ایک ضخیم کتاب ہے ایک ایک کڑی ایک ایک قسم کے اظہار خیال کا دفتر ہے - کوئی اگر بیان بھی کرنا چاہیئے تو کہاں تک بیان کرے ! اس کا مزہ صرف پاٹھ میں آتا ہے - میں اُن میں سے صرف تین کڑیاں لیتا ہوں پہلی - بیچ کی اور آخری - اور انھیں تین کی تشریح تمہیں سناتا ہوں - باقی آپ

پڑھکر سوچو اور غور کرو۔

پہلی کڑی کہتی ہے:۔

رادھا سوامی لیا اپنائے سکھی ری
شوبھا ادبھت آج لکھی ری

تشریح :۔ روح کہتی ہے "اے سکھی! جب تک میں اپنائی نہ گئی تھی۔ اس وقت تک عجیب و غریب شوبھا (جمالی اور جلالی شان) دیکھنے کے نا قابل تھی۔ فضل اور کرم نے مجھ کو اپنا کر لیا۔ آج میں خوبصورت منظر اور دلفریب نظارہ کو دیکھ رہی ہوں"

جب تک انسان اپنایا نہیں جاتا جب تک وہ گورو کا ہمدم ہمراز اور ہمدل نہیں بنتا اس وقت تک اُسے سمجھ بُوجھ نہیں آتی۔ اور حقیقت کا پرتو اس پر پڑتا ہے۔

سُورج پران یا روح کی چمکنے والی صورت ہے۔ چاند مادے کی کثیف اور تاریک مورت ہے۔ جب تک سُورج الگ ہے اور چاند الگ ہے۔ تب تک گو سورج میں نور ہو مگر چاند اس نور سے محروم رہتا ہے لیکن جب چاند اور سُورج کا ملاپ کے طیقہ میں میل ہوتا ہے وہی تاریک چاند منور سورج کے مد مقابل ہو نیکر اُس سے اکتساب نور کرتا ہے۔ اور سورج کی طرح نورانی بن جاتا ہے۔ دونوں نور کے پتلے کہلانے لگتے ہیں۔

جس وقت چاند کو سُورج نے اپنایا اپنا نور اس کے اندر حلول کیا

اور چاند نورانی بنکر اُس کی نور اور ضیا کی زیارت کرنے لگا۔ کیا عجیب وغریب تماشہ نظر کے سامنے آجاتا ہے:

نورِ پاکر نور کے پرتو سے نورانی بنا
پہلے جو تاریک تھا وہ شکل تابانی بنا
رنگ بدلا شکل بدلی بدلی ہے سب وضع قطع
فیض صحبت پا کے دیکھو وہ درخشانی بنا

جتنی خوبیاں سورج میں تھیں سب کی سب چاند میں خود بخود نمایاں ہو گئیں اور جتنے اثرات اُس کے اندر تھے سب کے سب اُس میں آگئے مادے کا چاند جب وقت روح کے سورج سے ملا دونوں کی وحدت ایک ہوئی۔ اور منگل کی پیدائش ظہور میں آئی۔ منگلا مکھی سدا سکھی وُو بدُو اور رُو برُو ہونے سے یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے منگل طاقت ہے منگل خوشی ہے منگل خوش قسمتی ہے۔ منگل ہی قدرت کی ابتدائی آفرینش کا دیباچہ ہے۔ اسی واسطے ہمیشہ منگلا چرن کا راگ پوتھی کے پاٹھ سے پہلے الاپا جاتا ہے۔

منگل مادیت اور روحانیت کی مجموعی حرکت کے ظہور کا سامان ہے۔ اس کے بعد اُسی سے اور چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کو بُدھ۔ برسپتی۔ شکر۔ اور شنی بولتے ہیں۔ بُدھ کہتے ہیں عقل خواہ خوش عقلی کو۔ برسپتی کہتے ہیں زبان یا خوش زبانی کو۔ شکر کہتے ہیں ویرج یا آفرینش کے ورخت کے مجموعی جوہر کو۔ اور شنی کہتے ہیں

حرکات اور سکنات کو۔

اب اگر چاند ہمارا ہمزبان بنکر سورج کی حمد وستائش کا نغمہ

تو وہ کیا کہیگا؟

(۱) تجھ میں سرور تھا گر مجھ کو ہوا وہ حاصل

اور عقل تھی تو میں بھی ہوں آج اس سے واصل

تو خوشزباں تھا پیارے میں بھی بنا ہوں خوشگو

تیرے اثر کو لے کر میں ہو رہا ہوں خوش خو

تیرا سکون مجھ میں حرکت ہے تیری مجھ میں۔

دیکھ آکے آج پیارے! برکت ہے تیری مجھ میں

یہ حقیقت کے اظہار کی شاعرانہ کوشش ہے۔ سورج میں

سات قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ جن کے نقشے سورج سے

شنیچر تک نظر غائر سے دیکھنے پر سمجھ میں آتے ہیں۔

اپنانے کے معنی ہیں ہم شکل اور ہم صورت ہونا جب تک

صحبت اور قربت میسر نہیں ہوتی یہ ہم صورتی اور ہم شکلی بھی بغیر

نہیں ہوتی۔ سورج میں سورج ہے۔ اور چاند میں کیا ہے؟ اس میں

بھی سورج ہی ہے۔ تم آئینہ کے منہ مقابل ذرا کھڑے ہو کر آئینہ

کو تو دیکھو تم میں کیا ہے۔ اور آئینہ میں کیا ہے؟

جو تم میں ہے وہی آئینہ میں ہے۔ بلکہ نقلی ہونے کی وجہ سے

وہ اور بھی کبڑ گدار نظر آتا ہے اور جس قدر آئینہ پر نگاہ پڑتی ہے اسی قدر آئینہ بین کو اپنی گرداہت کی سُوجھتی ہے۔ درمیانی حالت میں یہ گرداہت نہایت دلفریب دلکش دلچسپ اور دلآویز کیفیت ہوتی ہے۔ اور پھر جب آئینہ پر نظر ٹک جاتی ہے اور اُس سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ تب محویت اور وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اور آئینہ بین آئینہ کی طرح مصفیٰ و مجلّیٰ ہو کر دوئی کے نقش سے جیتے جی پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جو شخص چاہے اس عمل کو کر کے اپنے لئے آپ نتیجہ اخذ کرے۔

مُرشد بین اگر مرشد کی شکل کا نہیں ہُوا۔ اگر اُس میں اُس کی خُوبُو نہیں آئی اگر اُس کے حرکات و سکنات مرشد کے حرکات و سکنات سے غیر ہیں۔ اُس کی خوبیوں کی جھلک اُس میں نہیں جھلکتی تو سمجھ لو کہ وہ ابھی مُرید نہیں بنا۔ نہ اُس نے ابھی تک اُس اُوصِت سوبھا کو نظر غائر سے دیکھا نہ اُس جیسے بننے کی اُس میں لیاقت اور ذہانت پیدا ہوئی ہے عمل و شغل کا ابتدائی درجہ ہے دو صورتیں کس طرح سے یکساں بنجاتی ہیں:۔

مَن تُو شُدم تُو مَن شُدی من تن شُدم تُو جاں شُدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تُو دیگری

اس درجہ میں چونکہ علم اور قوّت فہم کی تمیز رہتی ہے۔ اس واسطے مُرشد کی جلالی اور جمالی شان کی نسبت گفتگو کیجاتی ہے۔ جب یہ مرحلہ

طے ہو جاتا ہے۔ پھر کسی کو کہنے سننے کی تاب نہیں رہتی۔
پہلی کڑی کا اشارہ اسی ابتدائی مرحلہ سے متعلق ہے۔ جو تکسیب اور تحقیق کا مضمون ہے۔ اب دوسری کڑی کی تشریح کرتا ہوں۔
نمبر ۵۔ وید کڑی کہتی ہے :-

رادھاسوامی پُوجیں نہ شیو گنیش ری
رادھاسوامی پُوجیں نہ گور شیش ری

مُرید دیکھتا ہے کہ اُس کے گورو کے توہمات کی جڑ کٹی ہوئی ہے نہ وہ دیوی دیوتا کا پرستار ہے۔ نہ وہ کسی زمینی یا آسمانی طاقت کا خدمتگذار ہے۔ اُس میں نہ کرم ہے۔ نہ دھرم ہے۔ اس میں نہ گیان ہے۔ نہ دھیان ہے۔ یہ سب دلی وسوسات کے تماشے تھے جو مُرید کے دل کو حیران اور پریشان کر رہے تھے۔ جب وہ مُحبت اور قربت کا استفادہ حاصل کرنے لگا وہی اثرات اُس کے اندر بھی سرایت کر گئے۔ وہ بھی ان قیود اور تخیلات سے آزاد ہو گیا۔ اور چونکہ اِس آزادی کی برکت اُسے ذات مُرشد سے نصیب ہوئی تھی۔ اس واسطے وہ اس کڑی کے سلسلہ کی دوسری کڑیوں میں اپنی احسانمندی کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہُوا شکرانہ کے طور پر پختہ یقین کے ساتھ نعرہ مارتا ہے۔

" دھیان مُولَم گورُو مُورتی پُوجا مُولم گورُو پدم "
" منتر مُولم گورُو واکیم موکشں مُولَم گورُو کرپا "

یعنی گورو کا کلام ہی پُر تاثیر منتر ہے۔ مرشد کے قدم ہی پرستش کے حقیقی رکن ہیں۔ تصور کس کا کیا جاتا ہے؟ گورو کی صورت و شکل ہی اصلی تصور کا اصلی مضمون ہے۔ اور یہ آزادی مُکتی یا نجات جس کی لوگ بغیر سمجھے بُوجھے ڈینگ مارا کرتے ہیں۔ وہ صرف گورو کی نظر عنایت کا نتیجہ ہے۔ اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں ہے تم گورو کے بن جاؤ۔ اور گورو تمہارا بن جائے۔ پھر کیا بات باقی رہی۔ جیسے تم ویسے ہی تمہارا گورو اور جیسا تمہارا گورو ویسے ہی تم۔ جو اصاف اُس میں ہیں۔ وہی تم میں پیدا ہو جائینگے تم کسی حالت میں اُس سے مختلف ہو نہیں سکتے۔ اگر آئینہ اور آئینہ میں ایک ہو جاتے ہیں۔ تو پھر مرشد میں مرید مرشد کی شکل و صورت کا کیوں نہیں ہوگا۔ گو کہنے سُننے کے لئے امتیازی تفرقات کے مدّات موجود ہوں۔ اور موجود رہیں۔ لیکن رُوح تو ایک ہی ہے۔ جو اُس میں ہے۔ وہی اس میں ہے۔ جو نُور سُورج میں رہتا ہے وہی چاند میں بھی منکشف ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان غیریت نہیں رہتی۔ غیریت فتنہ اور فساد کی جڑ ہے۔ اگر یہ حالت آگئی تو سمجھ لو تم شاہراہ طریقت صادق کے سچے قدم باز ثابت ہوئے اور اگر ایسی خُو بُو اب تک نہیں آئی تو ابھی بھائی۔ کورے کے کورے ہی ہو ایسی یکسانیت کا نام وحدت ہے۔ گورو کی شکل دیکھ دیکھ کر چیلا اپنی گرہست کرتا ہے۔ اور اُس کی مثالیہ زندگی سے فائدہ اُٹھاتا ہے

برعکس اس کے اگر گوروہیں بالعوض آزادی اور حرّیت کے غلامی کے اثر
ہیں تو اس میں بھی اُسی غلامی کے اثرات آئینگے - اور نتیجہ یہ ہوگا
جیسا گورُو ویسا ہی چیلا دونوں نرک میں ڈھکیلم ڈھکیلا
سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاؤ! صفائی قلب کی کیفیت حاصل کر
ہوئے گورُو کے فضل اور کرم سے صاف اور شفاف بنجاؤ - یہ اِس
کڑی کا مُدعا ہے -

آخری یا ۱۰۸ ویں کڑی کی صدا سنو!

॥ رادھاسوامی سب سے الگ کیا کری
رادھاسوامی سب بل توڑ دیا ری ॥

سب سے علیحدگی - ہوگئی - تمام تعصبات اور وسوسات جو حیرانی
اور سرگردانی کے باعث ہو رہے تھے دُور دفع ہوگئے - نہ خودی
رہی نہ بے خودی - نہ گیان رہا نہ اگیان! نہ دھرم رہا نہ کرم! کیونکہ
یہ سب متضاد صورتیں ہیں - اِنہیں دوند اوستھاؤں میں پڑا ہُوا
پرانی حد درجہ کا دُکھی ہو رہا تھا - کون شخص ہے جو دوند حالت میں
رہتا ہُوا اور پھر بھی شانتی کی ڈینگ مارے! جہاں دو رہتے
ہیں وہاں کھٹ پٹ رہتی ہے - دو کا بھاؤ گیا - ایک رہا یعنی
بس ایک کا بھی خیال جُدا ہو گیا - اس ایک کے بھی خیال قائم
رکھنے کی ضرورت نہیں رہی - کیونکہ جب ایک ہوگا اس کی ہستی
دو کو پیدا کئے ہوئے بغیر نہیں رہے گی - ایک دوسرے الفاظ میں

ایک ہو کر اس وقت تک معراج تمنّا بنا یا جاتا ہے۔ جب تک متضاد باتیں۔ (دوندبھاؤں) کا اثر دل پر حاوی رہتا ہے۔ اور جب ایک پر ٹھہر گئے۔ تب وہاں نہ ایک ہے۔ نہ دو ہے نہ میں ہے۔ اس ٹھہراؤ کے بعد وہ ایک بھی خود بخود جاتا رہا۔ دو ناقص تھے ایک ثابت تھا۔ راہ چلنے والے کے پاؤں میں ببول کا کانٹا گڑ کر دو ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ کھٹکتا ہوا میں مار رہا تھا ثابت کانٹے سے اُسے نکالا پھر دونوں کانٹوں کو پرے پھینک دیا اسی طرح رادھاسوامی دیال اپنے شاگردوں کو اپنا کر سب سے الگ تھلگ کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی تمام حیران کرنے والی اور پریشان کرنیوالی طاقتوں کے بل کو اس طرح توڑ دیتے ہیں کہ پھر کسی میں اضطراب انتشار اور بے چین کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ اسی کا نام مکتی اور آزادی ہے۔ یہ آدرش ہے۔ اور بس!

رادھاسوامی دھام ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء

پنجھیارا ستہ

تشریح بچن ۴ شبد ۳ سار بچن رادھاسوامی

(۱) آج میرے دُھوم دھام ہے بھاری

کہوں کیا رادھا سوامی رُوپ نہاری

تشریح:- جب دو ہمدرد دل ملتے ہیں تو اُن کے دلوں کے درمیان محبّت کا جذبہ زور شور کے ساتھ پیدا ہوتا ہے آنکھوں سے آنکھیں ملیں یا تو دونوں کے دل باہمی ملاپ کی وجہ سے بھر جاتے ہیں اور محبّت کے ابخرات سینہ سے اُوپر چڑھکر پانی بن کر آنکھوں کے چشمہ کی راہ سے اُبل اُبل کر نکلنے لگ جاتے ہیں۔

پریم چھپایا نا چھپے جا گھٹ پرگٹ ہوئے
جو پے مکھ بولے نہیں نین دیت ہیں روئے

اور یا ایک دوسرے کی آنکھیں مل کر ٹکٹکی باندھے ہوئے جب باہمی دیدار کا لُطف اُٹھانے پر آتی ہیں تو وہی دل حیرت کے اثر سے بھر کر ششدر ہو جاتا ہے۔ زبان گونگی بن جاتی ہے اور کہنے سننے کی تاب نہیں رہتی۔ محبّت کا اظہار انہیں دو طریقوں میں ہوتا ہے اور اگر کبھی اتفاق سے خواہشمند مُرید اور ہمدرد مرشد کی آنکھیں دو چار ہوتی ہیں۔ تو وہاں بھی یہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ اتفاق حسنہ کبھی کبھی دنیا میں ہوتا ہے۔ ورنہ

گُورُو بھی دُرلبھ چیلا دُرلبھ
کہیں سوج سے میل ملا

ہم دیکھتے ہیں راہ چلتے وقت بعض اوقات ایسے آدمی مل جاتے

جن سے دل بات چیت کرنے کو چاہتا ہے۔ اور بعض وقت ایسے لوگ بھی سامنے آجاتے ہیں جن کو دیکھ کر دل کے اندر کدورت پیدا ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے۔ کہ دونوں کے اندر خاص قسم کی نفرت اور رغبت کے جذبات ہوتے ہیں۔ جو بالمقابل آکر اُبھر کھڑے ہوتے ہیں یہ قدرتی اور فطرتی بات ہے۔ یہاں ایک کا راگ (رغبت) بڑھتا ہوا دوسرے کے دل کے ساتھ چپٹ کر ایک جان دو قالب ہونے کا متمنی ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے میں دویش (نفرت) کا جذبہ منہ زور بنا ہوا باہمی علیحدگی کا محرک ہوتا ہے۔

گورو اور چیلے کا تعلق محبت کی نسبت سے ہے۔ یہاں کہنے سننے کی قطعی ضرورت نہیں رہتی ایک کا دل دوسرے سے اکتساب نور کرتا ہے۔ اور جہاں یہ تعلق اس نسبت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ وہاں بکواسی لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

دلدار دلبر سے ملا۔ یہ دلدار تھا کیونکہ اس کے اندر دل تھا۔ دلدار کہتے ہیں دل رکھنے والے کو جس میں دل ہوتا ہے وہ دلدار ہے اور دلبر کہتے ہیں۔ دل لیجانے والے کو۔ مرید دلدار ہے اور مرشد دلبر ہے۔ وہ اس کے دل کو مٹھی میں کر لیتا ہے۔ اور اسی طرح دلبر کا دل دلدار کا دل ہو جاتا ہے۔

دل لے گیا ہمارا دلدار ہنستے ہنستے

کیا کام کر گیا ہے خونخوار سنیت ہنتے

مرید کے دل کے اندر دھوم مچ جاتی ہے۔ اُمنگ بڑھ جاتا ہے۔ اور جس وقت محبّت کا سمندر اندر ہی اندر لہرانے لگتا ہے۔ اُس کی لہریں سمندر کے جوار بھاٹے کی طرح کبھی اوپر جاتی ہیں کبھی نیچے آتی ہیں تم شاید اس بات کو جانتے ہو گے کہ جس وقت پُورنماشی کا چاند آسمان پر چمک اُٹھتا ہے۔ سمندر میں زور شور کے ساتھ تموج کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں کو اصطلاحی طور پر جوار بھاٹا کہتے ہیں۔ اسی طرح سے جب مرید کی آنکھیں چکور کی صورت میں گورو کے چندر مکھ پر پڑتی ہیں تب اندر ہی اندر دھوم دھام کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ سبد کی کڑی کا اشارہ اسی باطنی جذبہ کی جانب ہے۔

(۲) گھاٹ اب ہو گیا سُکھمن جاری
آرتی رادھا سوامی کروں سنواری

(۳) پریم سنگ بھیج گئی سرت ساری
نرت سنگ رادھا سوامی گین پکاری

جب کبھی حُسن اتفاق سے ایسا سنجوگ ہو جاتا ہے تو سکھمن کا راستہ خود بخود جاری ہو جاتا ہے۔ مرید کی رُوح فلک سیر فلک پیما ہونے لگتی ہے۔ اندرونی رگیں کھل جاتی ہیں۔ اور اندر ہی اندر ایک کا اثر دوسرے میں داخل ہو کر اُسے

اُوپر کی طرف ڈھکیلنے لگ جاتا ہے۔ اور مُرید آرت بن کر اُس اثر کو بغیر کہے سُنے یا زبان کھولے ہوئے اُسی طرح پینے لگ جاتا ہے۔ جس طرح بچے ماں کی چھاتی سے لب لگا کر اُس کا دُودھ پیتے ہیں۔ سمجھو! قدرت میں ہر جگہ یہی نظارے پیش نظر رہتے ہیں جب استری پُرش کے ساتھ ملتی ہے۔ تو اندر ہی اندر دونوں کے جسم کے رگ کھُل جاتے ہیں۔ اور استری آرت بنکر اپنی رگوں کی راہ سے شوہر کی رگوں سے اُس کے اثرات کو قبول کر لیتی ہے۔ اِسی کا نام آرت ہے۔ آرت میں شوق کا جذبہ بھڑکا ہوا ہوتا ہے وہاں تو اور رگیں کھُلتی ہونگی۔ یہاں سوشمنا ناڑی کھُل جاتی ہے۔ اور سُرت جو 'سُو' اور 'رُت' یعنی اچھے شوق والی ہے۔ گورو کے اثرات کو لیکر نرت (رت سے خالی) یعنی متحیر شمکن نہ ہوتی ہوئی سکوت کی حالت میں آجاتی ہے۔ جس کا اشارہ پہلی کڑی میں دیا جا چکا ہے۔

(۴) ہوئی جائے سُن میں شبد اودھاری
چرن میں رادھاسوامی ماتھ دھاری۔

(۵) کہوں کیا آرت گاوت نیاری
لگی موہی رادھاسوامی دھن اب پیاری

(۶) اگم گت کیسے کوئی بچاری
ریت کچھ رادھاسوامی اچرج دھاری

لوگ ناحق کہتے ہیں۔ کہ ابھیاس مشکل ہے یہ زبردستی ہے
کہ وہ بھیڑ دھسان چال چلتے ہوئے نہ حقیقت کو سمجھتے ہیں نہ
کو جانتے ہیں نہ متحقق ہیں۔ نہ محقق ہیں۔ ست سنگ میں تفنیع اوقات
کے لئے آتے ہیں۔ ترقی بھی ہو تو کیسے ہو۔

مورکھ جن کوئی مرم نہ جانے
ست سنگ میں امرت برسے (کبیر صاحب)

علم اور عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جب ہم نے سمجھ لیا کہ سہس
دل عالم کثرت کو کہتے ہیں۔ جس میں حقیقت کا نور پرمنیا ہو کر ہزاروں
شکلوں میں جلوہ گری کرتا ہے۔ تو اب سمجھ لو یہ بات جھوٹی ہے
یا سچی ہے عالم کثرت کی سمجھ آئی۔ اور قدرت کے ہزاروں پیکر دل
پر نظر ٹھہرنے لگی۔

گلستاں میں گل ہے وہی گل کی بو ہے
وہی عرق بن کر کے شکل نمو ہے
وہی ایک ہے جو ہے سر سے قدم تک
اسی کا تماشہ یہاں چار سو ہے
اگر وہ ہے پھر غیر کا کب ہے امکاں
کہاں کس میں نہیں ہے کہاں کس میں تو ہے

سہس دل کنول کی منزل اس عمل و شغل کے ساتھ دم کے دم میں
طے ہو جاتی ہے۔ علم اور عمل ہی کا تو معاملہ ہے پہلے جان لو

پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اس کے بعد جس حقیقی رہبر سے وحدت کا مؤثر سبق مِلا اُس کی صحبت میں گئے۔ عالم تثلیث کا نقش آنکھوں کے سامنے آگیا۔ گورو ہے مُرید ہے۔ اور گورو کا اور مُرید کا کلام ہے۔ سنتے ہو تو اُس کی باتیں سُنو۔ تاکہ ترقی کا سامان ظاہر اور باطن میں نمایاں ہو جائے۔ اور اگر بکواس کرنے آتے ہو تو اپنا راستہ دیکھو۔ عشق کی منزل میں بکواسی آدمی کو قدم رکھنے کی بھی تاب نہیں ہوتی۔ بکواسی آدمی سردار بننا چاہتا ہے۔ اُس کے اندر سر رکھنے کا دعویٰ ہوتا ہے۔ سردار سر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنا سر رکھتا ہے۔ تب وہ گورو کے سرِ نے بھید کو اپنے اندر کیسے دیکھے گا! جب دیکھو تب بک بک گورو کی تو سُنتا نہیں۔ اور اپنی مُرغی کی ایک ٹانگ کی صدا بلند کرتا رہتا ہے۔ ایسا مُرید کیا ہے۔ تم جانتے ہو۔ اس کا نام ہے اُلّو کی دُم فاختہ! یہ ترقی کے نظارہ کو نہیں دیکھ سکتا نہ اسے ترقی کی سمجھ آتی ہے۔ سمجھ آتی تو اُس کا اثر بھی ہوتا۔ اگر علم مِلا ہوتا۔ تو عمل کے اسرار کو سمجھ جاتا۔ گورو سمجھاتا ہے۔ یہ سمجھتا ہی نہیں جب دیکھو اپنی بیہودہ ٹانگ اڑایا کرتا ہے۔ اب اگر اس کی روحانی ترقی ہو تو کیسے ہو۔

جب میں ہوں تب گورو نہیں جب گورو ہیں میں نا نہہ
پریم گلی آتی سانکری تا میں دو نہ سما ہیں

پریم پیالا جو پیئے سیس دکشنا دے
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے
کبیر بھٹی پریم کی بہوتک بیٹھے آئے
سر و نیگے سو پئیگے اور سے پیا نہ جائے
پریم نہ باڑی اُپجے پریم نہ ہاٹ بکائے
راجا پرجا جو رُچے سیس دیئے لیجائے
یہ تو گھر ہے پریم کا خالا کا گھر ناہہ
سیس کاٹ پگ تل دھرے تب بیٹھے گھر ماہہ

جب اپنا بھی سر ہے اور گورو کا بھی سر ہے۔ تو چیلے دو۔ خوب بجتے مٹے لڑتے رہیں گے۔ ہر وقت کی کھٹ پٹ مچی رہے گی اور دونوں ہی نرک گامی ہونگے۔

جیسا گورُو ویسا ہی چیلا
دونوں نرک میں ڈھکیلم ڈھکیلا

ابھی ست سنگ میں ہنس دل کا باہری نظارہ ہے۔ اسی ست سنگ میں ترکٹی کا بھی ظاہری نظارہ ہے۔ اتنا سمجھ میں آجائے پھر کیا بات باقی رہ جاتی ہے۔ مرید گوروکے کلام کو سنکر کیوں اُس پر عمل نہیں کرتا۔ ہدایت تو یہ ہے۔ کہ آنکھ کان اور زبان کو بند کرو۔ وہ آنکھ سے عیب بین زبان سے بدگو اور کانوں سے بدشنوا بن رہا ہے۔ اس کی نظر نیکی پر تو پڑتی ہی نہیں وہ گورُو کا کیسے

ہوگا وہ تو غیروں کا غلام ہے۔ جب سنو غیروں کی شکایت اور حکایت لیئے بابا۔ گوروکے درشن شروَن اور منن کے لیئے آیا ہے۔ یا سوہن سوہن کا ڈھکڑا لگانے آیا ہے۔ جا دُور دفع ہو۔ ترکٹی محل میں دخل یابی کا موقع تجھے نہیں ملیگا۔ کیا۔ ست سنگ کرنے کا یہی نتیجہ ہُوا۔ کہ نگاہ کو مغائرت پسند بنا لیا گیا۔ یہاں تو ایک کے سوا دوسرے کا امکان ہی نہیں ہے۔ دوسرا تیری نگاہ میں کیسے آتا ہے۔ ایک نوکر دو مالکوں کی خدمت بھی نہیں کر سکتا۔ اور جب کبھی ایسا ہوگا ہمیشہ کھٹ پٹ بنی رہیگی۔ اس ناقص مُرید کی سمجھ میں ابھی تک بات نہیں آئی۔ کہ اسے گورو سے کام ہے۔ یا ایرا غیرا نتھو خیرا سے کام ہے۔ ایک کا ہو کر نہیں رہا جاتا۔ پھر کہو کہ یہ رُوحانیت کے پیغام کو سُننے تو کیسے سُنتے! یہ تو دو کا چیلا ہے۔ گورو اس کی حالت اور وضع قطع کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ دکھا رہا ہے۔ ہاں ممکن ہے اسے خبر نہ ہو۔ ورنہ اس کی نگاہ غیروں پر کیسے پڑتی۔ یہ پتی ورت دھرم نہیں ہے۔ بلکہ وبھچار کا دھرم ہے۔

ہر دو مقامات کی صراحت ہو گئی اور جب صراحت ذہن نشین ہو گئی تو عامل بننے کی ضرورت ہے اور جہاں علم اور عمل دونوں ساتھ ہوئے۔ خود بخود وحدت کا جذبہ اندر ہی اندر بھڑک اُٹھیگا۔

رائے مانک لال صاحب سوال کرتے ہیں "ابھی تک میری سمجھ میں ترکٹی کا نظارہ نہیں آیا۔

جواب:- نہیں آیا تو نہ سہی میری زبان کچھ کہہ رہی ہے۔ تمہا
کان کہیں اور رہتے ہیں۔ میرا کلام ہوا میں اُڑتا ہوا گوز شتر کی
غتر بود ہو جاتا ہے۔ سُننا اور سمجھنا تو اس وقت ہوتا ہے
کان اور کلام دونوں ایک درجہ اور ایک حالت پر قائم ہوتے
خیر میں اُس کی وضاحت کئے دیتا ہوں۔ (۱) گورو (۲) چیلا (
گورو کا کلام ہے۔ یہی ترکٹی ہے۔ (۱) آ (۲) و (۳) م سے ہے یہ اونکار ہے
کا نام ترکٹی ہے۔ یہ تثلیثی پیکر ہے۔ یہی باہر ہے یہی اندر
اب بات سمجھ میں آئی یا نہیں؟ وہ فرماتے ہیں "اب سمجھ میں آ
بہت اچھا! اگر سمجھ میں آگئی۔ تو ما بخیر و شما بسلامت۔
چشم ما روشن دلِ تو شاد"

تارا دیوی پوچھتی ہے "کیا یہ نقشے اندر اور باہر ہر دو
ہیں؟" جواب دیا جاتا ہے "جو اندر ہے وہی باہر ہے۔ اور
باہر ہے وہی اندر ہے۔" دو مقامات ہو گئے۔

جس وقت یہ دو مقامات طے ہو گئے۔ اور یہ نہایت سہول
اور آسانی سے طے ہوتے ہیں۔ اُس وقت شونیہ کی چڑھائی"
موقع آتا ہے۔ وہ مقام حیرت ہے گورو کی باتیں سُنکر دنگ
دنگ ہو گئی۔ اُسے اپنی خبر معلوم ہوئی۔ گورو کی عظمت کا
دل کے اندر قائم ہُوا۔ اور اب گونگی اور بہری ہو کر اُس نے گ
چرنوں میں اپنے سر کو رکھ دیا۔ شونیہ کہتے ہیں۔ مقام ہُو۔ مقام

مدرسہ کی کتاب ...

واستعجاب کو بھی ہُو۔ حق ہے۔ یہ مقام لق و دق ہے۔ یہاں ہو حق ہے۔ رسائی ہونے پر عقل اور دل کا سینہ شق ہے یہ گورو اور شِشیہ کا ملاپ ہے۔ جو ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں یکساں ہوتا ہے۔ یہ مقام خلا ہے۔ جس میں ترکُٹی کی تریٹی (تثلیث) پیش نہیں دیتی۔

روح کو حیرت ہی حیرت کے سوا کیا کہے
اب تو یہ حالت ہوئی حیرت میں متحیر رہے
بحر حیرت کی ہوئی غوّاص اور گُم ہو گئی
گونگی بہری بن گئی اور عقل رخصت ہو گئی
کیا کہے اور کیا سُنے کہنے کا وہ مضمون نہیں
کیا سمجھے اُسکو جس کا دل ابھی موزوں نہیں

اب شبد کے شربت کو پیتی ہوئی مست اور متوالی بن گئی گورو کے قدموں میں سر کو رکھ دیا۔ اب صرف راد ھاسوامی نام کی دُھن پیاری لگی۔ اور وہ روح کی آرتی کا گیت گانے لگ گئی۔

کیا عجیب و غریب مضمون ہے۔ کس عجیب و غریب طریقہ میں رادھاسوامی دیال نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ہے کیسی حیرت کا معاملہ ہے جو سمجھ بُوجھ سے باہر ہے۔ یہاں تک رسائی حاصل کرتے ہیں پرند عقل کے پر جلتے ہیں اور دل اُس کا لوہا مان کر ٹھہر جاتا ہے۔ جنبش محال ہوتی ہے۔

(۷) چھوڑ اب تن من چر است اٹاری
جہاں رادھا سوامی تخت بچھاری

(۸) تُہاں میں رہتی نس دن ٹھاڑھی
امی رس رادھا سوامی دین اہاری

(۹) بڑا اب بھاگ اپار جگاری
تیج رادھا سوامی بہت بڑہاری

(۱۰) کون یہ پاوے گت اجیاری
دی رادھا سوامی لابھ اپاری

قسمت کا ستارہ چمک اٹھا نور کے عالم میں نورا علی نور ہوگیا نہ تن کی خبر ہے نہ من کی خبر ہے۔ حیرت کے بلند اور مرتفع مقام پر ست پرش رادھا سوامی دیال کا تخت بچھا ہوا ہے۔ ادھر یہ روح مستانہ وار چڑھتی ہوئی چلی جا رہی ہے

حیرت میں آکر اور دنگ ہو کر گورو کے دربار میں حاضر ہے اور ملتا ہے اسی کو پی کر رہتی ہے۔ روحانی غذا ہے اس کو کام ہے اور آب حیات سے شاد کام ہے۔

بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ جہالت جاتی رہی۔ گیان کا چاند دماغ کی چوٹی پر چمک اٹھا اور روح شیو بھگوان کی طرح چندر مولی اور چندر شیکھر بنگئی۔

(۱۱) دھن کی ہوت سدا جھنکاری

کیں رادھاسوامی موہی اپنا ری

(۱۲) ایڑا پنگلا کھوج کراری

سُکھمن چڑھ رادھاسوامی گھور سُناری

سُریلی آوازیں کانوں میں آ رہی ہیں۔ شبد سریلی کا نغمہ ہر چہار طرف گونج رہا ہے۔ سلطان الاذکار کا عمل و شغل بغیر محنت و مشقت کے ہو رہا ہے۔ رُوح کہتی ہے۔ میں اس طرح اپنائی گئی۔ ادرست پُرش رادھاسوامی دیال نے ظاہری بچن سُنا کر مجھے باطن میں نہ صرف معتقد بنایا۔ بلکہ ہر پہلو سے اپنا کر لیا۔ اب مجھے ایڑا اور پنگلا سے کام نہیں ہے۔ سُوشمنا ناڑی کھل گئی اور اُس کے ذریعہ میں برہمرندر کی چوٹی پر آ کر متمکن ہو گئی۔ اسی کی تلاش جستجو آرزو اور گفتگو تھی اب میں چوٹی پر چڑھی ہوئی چوٹی کی صدا کو سُن رہی ہوں۔

(۱۳) سوہنگ میں سُنی آن پکاری

عجب گت رادھاسوامی دیکھی نیاری

(۱۴) کال بن ہارا کرم کٹاری

لگی ایسی رادھاسوامی نام کٹاری

مقام خلا چھوٹ گیا اور رُوح اُڑ کے جا پہنچی۔ بھنور گپھا کی کھڑکی میں داخل ہوئی وہاں سے سوہنگ سوہنگ کی صدا بانسری کی دُھن میں گوشزد ہو رہی ہے۔ رُوح کو حیرت ہے۔

یہ کیا آواز ہے۔ جو سوہنگ کر رہی ہے۔ آواز آتی ہے
میں وہی ہوں میں وہی ہوں۔ انا ہو کیا یہ کرشن کی بانسری کی
صدا ہے جسے برج کی گوپیاں سُنکر موہت ہو گئی تھیں اگر
کوئی اودھو جیسا دل ودماغ رکھتا ہو۔ تب اِس سُریلی بانسری کی آواز
کے رمز کو سمجھ سکے۔

وہ کیا اور میں کیا؟ رادھاسوامی دیال کی لیلا عجیب وغریب
ہے۔ نرالی شان ہے جو 'میں' اور 'وہ' دونوں میں نظر آرہی ہے
جب وہ ہے تو میں کون ہوں؟ اور جب میں ہوں تو وہ کون ہے؟
حیرت کی بات ہے۔ یا ہیں؟ صدا آتی ہے۔ سوہم اسمی (میں
ہوں) اور رُوح اِس صدا کو سُنتی ہوئی مدہوش مستانہ وار اوپر کو
چڑھتی ہے۔

اب نام کے پرتاپ سے کال اور کرم کے صدموں سے وہ
محفوظ ہے نراسا وقت اور مفتفنائے وقت ستاتا ہے۔ اعمال
اور اعمال کے نتائج اُس سے چھٹتے ہیں۔ پاک صاف اور شفاف بنگئی
یہ سب ستّ پرُش رادھاسوامی دیال کے نام کی برکت تھی
نام کیا تھا؟ ایک تیز دھار کا خنجر تھا۔ جس نے کال اور کرم دونوں
کے پرخچے اُڑا دیئے۔

(۱۵) ست سرگئی سُرت پنہاری
بھرمی رادھاسوامی گگرمی بھاری

(۱۶) ہنسنی ہو گئی ہنس پیاری
پیا اب رادھا سوامی نام سُدھاری
(۱۷) کہت میں مہما رادھا سوامی ہاری
کری میں آرت رادھا سوامی ساری

آدرش کیا تھا؟ منزل مقصود کیا تھی؟ معراج تمنّا کیا تھا؟ کیا عالم کثرت کے نظارے دیکھ کر کثرت پسند بنتا تھا یا گوروسے ملکر گوروائی لینا تھا یا شونیہ کے حیرت ناک مقام پر پہونچکر متحیر ہوتا تھا اور یا سوہنگ کے درجہ کو حاصل کرکے 'مَیں مَیں' اور 'تو تُو' کے سلسلہ میں 'سوہم اسمی' 'انا ہو' 'انا الحق' کی صدا بلند کرتی تھی؟ اُن میں سے کوئی آدرش نہیں تھا۔ یہ سب درمیانی منزلیں تھیں جو طے ہوئیں معہ تجربہ اور مشاہدہ کرتی ہوئی ایک ایک کو چھوڑتی ہوئی آخری منزل کی طرف قدم بڑھاتی ہوئی رہرو اور راہ پیما تھی۔ اب وہ 'پنہاری' کی شکل میں ست کے گھاٹ پر پہونچی اور ستّ پُرش رادھا سوامی دیال کے فضل و کرم نے اس کے مُتکمّل ظرف کو ست کے آب حیات سے بھر دیا۔ یہ ستّ کیا ہے؟ یہ ذات ہے۔ یہ حقیقت ہے یہ حق ہے یہاں صفات کا عمل و دخل نہیں ہے۔ مطلق سے ہمدوش ہو کر مطلقیّت کی نعمت حاصل کرنا تھا۔ آزاد سے ملکر آزاد ہو جانا تھا اب سُرت اصلی معنی میں زرت بن گئی اس کے دُنیاوی ملوثات اور آلائشات ایک ایک

کرکے دُھل گئے ملا اسی اشٹ کو دُھرپد سمجھ کر مُرید گورو کی خد
میں حاضر ہُوا تھا۔ اب وہ ہنس (قدسی طیور) بنا ہُوا۔ ذات
مطلق ہوگیا۔ امرت جل پینے سے اُسے امر پدوی مل گئی۔
اُسے نہ کسی سے شکایت ہے۔ نہ گلہ ہے۔ اپنے اور پر
کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔ اب وہ رُوح خالص بن
جس کے قدموں کو سب لوگ پریم اور محبت کے ساتھ اپنی آنکھو
سے لگاتے ہیں۔ اور اس سے خیر و برکت مانگتے ہیں

یہ سب رادھا سوامی دیال کے امرت نام پینے کا نتیجہ تھا۔
گورو کی عظمت کا کیا گیت گاؤں نہ زبان کام دیتی ہے نہ د
کام دیتا ہے۔ نہ عقل کام دیتی ہے یہ سب عاجز اور لاچار ہیں
اس شبد کے سلسلہ میں ابتدا سے لیکر انتہا تک کے مقا
تمہارے ذہن نشین کردئے۔ اب اگر سمجھے ہو تو سمجھو اور اگر سم
نہیں ہو تو کال کے چکر کی ہوا کھاؤ۔ خیریت کام کرنے اور ر
میں ہے۔ عافیت بک بک کرنے بحث مباحثہ کرنے اور اُلجھ
بھڑنے میں نہیں ہے۔ اگر ایسا کرتے ہو تو ابھی تم گورو مکھ نہیں
ہوئے۔ ہنوز دِلّی دور است۔ جب دِلّی میں پہونچوگے تب
پتہ لگیگا۔ اور جب گورمکھ ہوگے تو گورو ستگرو کی عظمت ذ
نشین ہوگی۔

رادھا سوامی دیال .... ۲ر اکتوبر ۱۹۲۳ء

روحانی عبادت کا طریقہ

بچن چوتھا۔ شبد آٹھواں صفحہ ۷۷

(۱) گورو کا درشن تو دیکھ رہی تل آسن ڈار

(۲) شبد گورو نت سُنو ری مل باسن جار

درشن کرنے کی بدھی یہ ہے۔ کہ تل کا آسن پکا دیا جائے اور گورو کی مورتی اُس پر آکر براجمان ہو۔ جس طرح فوٹوگرافر کے شیشہ میں یہ تاثیر ہے۔ کہ صورت کا عکس اس کے اوپر پڑ جاتا ہے اور اور وہ شیشہ کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح سے انسان کی آنکھیں شیشہ کا خواص رکھتی ہیں۔ اور اُن میں عکس کے قبول کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ جب تک کھلی ہوئی آنکھ سے اس طرح اور اس طریقہ پر درشن نہیں کیا جاتا تب تک گورو کی صورت کا نقش گہرا نہیں پڑتا۔ عکس لینے کے بعد فوٹوگرافر شیشہ کو دھوتا ہے اور [illegible] اور تصویر کو ا[illegible] ([illegible]) کرتا ہے۔ اور اُبھارتا ہے۔ اسی طرح درشن کرنے والے کے لئے دیدہ دل سے گورو کا روپ دیکھنا اس کا تصوّر باندھنا اور تل کے اندر اس کے نقش کا ہونا مقصود ہے جیسے وہاں شیشہ دھویا جاتا ہے ویسے

ہی یہاں آنکھیں یک ٹک صورت پر جمتی ہیں۔ منتشر خیالات کو
سے پاک صاف کر لیا جاتا ہے۔ اُس وقت ٹھیک ٹھیک
مورتی بن جاتی ہے۔ آنکھیں دل کی اوزار ہیں درشن دیدۂ دل سے
ہو اور جس طرح آدمی کسی چیز کو دیکھ دیکھ کر اسکا خیالی نقش
دل میں قائم کر لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح گورو کا نقش اندر دل
ہو جاوے۔ اسی کا نام تصوّر اور دھیان ہے۔ یہی طریقہ عبادت
کی پہلی تدبیر ہے۔

"شبد گورو سُرت دھن چیلا" (?)

دوسری تدبیر یہ ہے۔ گورو بچنوں کو کانوں سے سُنو۔ کان گورو
کے بچن سے اتصال اور ملاپ کرنے کے قابل ہوں اور یہ بات اُس
وقت ممکن ہو گی جب وقت دل واسنا اور خیالات فاسد سے
آزاد ہو گا جب تک صفائی قلب نہ ہووے گی اور فاسد مواد
دل سے نہیں نکل جائیں گے۔ اُس وقت جیوں کا بچنوں سے
کا سُننا۔ اور اُن کے ساتھ مل کر ایک ہو رہنا غیر ممکن ہو گا۔
ہر دو حالت میں صفائی قلب لازمی اور ضروری چیز ہے جو
دو باتیں ہیں۔ دھیان کرو۔ اور شبد کو سنو پہلے یہ عمل ظاہری طور
پر ہو۔ پھر یہی عمل باطنی طریقہ پر ہو۔

درشن کرو گورو بچن سنو سُن سُن کر انتر میں گنو
بچن سُن میں ملی تماشا شبد سنگ سُرت کرے بلاسا

یا بُدھی جو ابھیاس کماوے   جلدی بھگتی کا رس پاوے

(۳) گورو رُوپ سہاون اتی لگے گھٹ بھانو اُجار

(۴) کمل کھلت سکھ پاوئی کھوجنا کر پیار

یہ کبھی نہ سمجھو کہ اس طرح درشن کرکے تم گورو کی مُورتی کو اپنے اندر سے نکال سکو گے یا اُسے بھُول سکو گے۔ بلکہ اس دیدۂ دل کی زیارت کا یہ بدیہی نتیجہ ہوگا کہ تمہارا دل ہوتا جائے گا۔ اور گورو کی روشن مُورتی روز بروز خوبصورت اور سُہانی ہوتی جائیگی۔ شیشہ کی تصویر کی طرح وہ اُبھرتی ہوئی مجلّیٰ اور مصفیٰ ہو چلنے گی۔ باہر جو مورتی نظر آتی ہے۔ اُسے چاہے ہڈی چمڑے کی سمجھ لو۔ لیکن اندر میں جو مُورتی سُورج کی طرح نمایاں ہوگی وہ گوشت پوست اور خون کی نہیں ہوگی۔ بلکہ اور ہی چیز ہوگی۔ جس طرح سُورج کے نُور اور ضیا کی مدد پاکر کنول کی پنکھڑیاں کھل جاتی ہیں۔ بھونرا محبت اور پریم کے جذبہ کے زیر اثر اگر خوشی سے اس کے ارد گرد منڈلانے لگتا ہے۔ اسی طرح سچا درشن کرنے والا اپنے اندر گورو کی مُورتی کو دیکھ کر خوش ہوگا۔ اور اس کا طواف (پرکرما) کرنے لگے گا۔ جب تک یہ کیفیت نہ نصیب ہوگی۔ تب تک سمجھ لو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تم کو درشن کی دولت نصیب نہیں ہوئی

(۵۱) گورو گیان نہ پایا ہے سکھی جن گھٹ اندھیار
پورا ستگورو نا ملا بھرست بھبو چار

جن کا کہ دل اندھیرا ہے۔ وہ اندھیرے شیشہ کی طرح
نظر آنے والی چیزوں کا عکس قبول نہیں کر سکتے۔ ست سنگ
میں گیان کی پراپتی کے لئے جاتے ہیں۔ مگر انہیں گورو کا گیا
نہیں ملتا۔ کیونکہ صفائی قلب کی برکت اب تک اُن کے حصہ
نہیں آئی۔ اگر پورا گورو ملا ہوتا۔ تو ورشن کی بدھی بتاتا۔ اس و
کی بدھی میں تین حالتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سمیک ورشن سمیک
چرتر اور سمیک گیان سمتا کے ساتھ ورشن کرنا "سمیک ور
کہلاتا ہے۔ جس میں دونوں آنکھیں ترازو کے پلڑے کی طرح
برابر رہتی ہیں۔ اور دیکھنے والا جس چیز کو دیکھتا ہے۔ اُس
پر اُس کی نظر جمی رہتی ہے۔
"سمیک چرتر" سمتا کے ساتھ گورو کے اثرات گورو کے
عمل اور گورو کے ظاہری اور باطنی بیوہار کو قبول کرتے ہو
اُس پر قائم ہو رہتا ہے۔ ورشن میں سمتا ہے اور چرتر میں
سمتا ہے۔ سمتا کے لئے انگریزی لفظ (Balanced
نہایت خوبصورت ہے۔ آنکھوں کو برابر رکھتے ہوئے اونچے
ترچھے پن اور اینچی تانی عادت سے بچائے ہوئے ورشن کر

اور گورو کے بچنوں کو سنکر اُسی کے موافق اپنے طرز عمل کو بناؤ اُس میں اور اس میں دونوں ہی میں سمتا رہے۔

جب یہ کیفیت ہوگی اُس وقت سمیک گیان پراپت ہوگا جو گیان ملیگا۔ سمتا کے ساتھ ہوگا۔ وہ بھی نشیب و فراز کی رعایت سے خالی ہوگا۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ جن کا گھٹ اندھیرا ہے۔ اُن کو یہ گیان نہیں مل سکتا۔ اور وہ پورے گورو کے گیان کو نہ پاکر اس سنسار میں بھرمتے اور بھٹکتے رہتے ہیں۔

(۷) میں تو ستگور پایا جاؤں بلہار

(۸) جوں چکور چندا گہے رہوں روپ نہار

بھگت کہتا ہے:۔ مجھے ستگور مل گیا ہے۔ سو پا ہوا بھاگ جاگ اُٹھا میں گورو کے روپ پر تصدق اور فدا ہوں۔ بلہار کہتے ہیں۔ بل کے ہار جانے کو اسی کا اصطلاحی ترجمہ تصدق صدقہ اور قربان ہونا ہے۔ اپنا بل نہیں رہا۔ گورو کا بل مل گیا ہے۔ اور اب اُسی سے کام ہو رہا ہے۔

جس طرح سے کہ چکور چاند کو دیکھتا رہتا ہے اور اُس سے اپنی نگاہ کو نہیں ہٹاتا۔ اسی طرح سے میں ہر وقت سوتے اور جاگتے گورو کے روپ کو دیکھتا رہتا ہوں اسے غیر ممکن نہ سمجھو یہ حالت بھگتوں کو بہت جلد میسر ہو جاتی ہے۔

ہاں ممکن ہے۔کہ تجربات اور مشاہدات کی کمی کی وجہ سے
کبھی کبھی طبیعت ڈانواں ڈول ہوتی رہے لیکن جب ذاتی تجربہ
مددگار ہو جاتا ہے۔دل کے اندر سمتا آجاتی ہے۔ اور
یکسانیت کی کیفیت خود بخود نمایاں ہوتی ہے۔

(۹) ستگور شبد سروپ ہیں رہیں عرش منجھار

(۱۰) تو بھی سُرت سروپ ہے رہو گورو کی لار

گورو کا پہلا نظارہ نور ہے گورو کی دوسری صورت شبد ہے
شبد بمقابلہ نور کے لطیف تر ہے۔اور بھگت کے دل کے اندر
جو اسمانی صدا آتی ہے۔وہ عرش (گگن منڈل) سے آتی ہے
یہ اُس کا اصلی سروپ ہے۔جبوقت یہ آواز آنے لگے سمجھ
لے کہ تجھے گورو کے شبد سروپ کا درشن مل رہا ہے اور
تو کیا ہے؟ تو توجہ ہے۔سُرت ہے۔اس توجہ کو ہمیشہ
شبد پر قائم رکھ اور تیری یہ حالت ہو جائے۔کہ ایک دم کیلئے
اُس سے علیحدگی نہ ہونے پائے جس طرح پانی کی دھار بوند
ہو ہو کر برتن میں گرتی ہے۔اور برتن بالکل مجہولیت کی حالت
میں رہ کر اس کو قبول کرتا جاتا ہے اسی طرح تیری توجہ مجہول
(Passive) ہو کر شبد کو اپنے اندر داخل کرتی چلی جائے
تمام دنیا کا بیوہار شبد اور سرت سے ہوتا ہے۔شبد دھار

یا لنگ آکار صورت میں آتا ہے۔ اور توجہ ارگھ بنکر اُسے قبول کرتی رہتی ہے۔ انتظام آفرینش میں اس شبد اور سُرت یا لنگ اور ارگھ ہی کا نظارہ ہر جگہ ہے ہاں! نام اور الفاظ مختلف ہیں مگر اصول ایک ہے۔ اُسی کو پُرش اور پرکرتی کہتے ہیں۔ صرف اصطلاح اور الفاظ میں اختلاف ہے۔ دانشمند آدمی کو چاہیئے کہ لفظوں پر نہ جائے۔ بلکہ مغز سخن کو سمجھے۔ سُرت جامہ یا پیرہن ہے جس کے اندر شبد اصلیت بنکر ملبُوس ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کے ملاپ سے کام کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔

(۱۱) نین میں گُورُو رُوپ ہے تو ہن اُگھار

(۱۲) شرون میں گورو شبد ہے سُن گگن پکار

آنکھوں کے سوا گُورُو کے رُوپ کے رہنے کی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ دیدۂ دل کو کھول کر درشن کر۔ کانوں کے سوا گورو کے شبد کے رہنے کی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ آواز آسمان سے آتی ہے۔ شبد رُوح ہے۔ اور آنکھ اور کان بمنزلہ مادّہ کے ہیں اس اُصول کو سمجھ لے اور اصلی تشفی خود بخود ہو جائے گی آنکھوں کو کھول اور زیارت کر۔ کان کو کھول اور آسمانی آواز کو سُن۔

(۱۳) رادھاسوامی کہہ رہے یہ مارگ سار

(۱۴) جو جو مانیں بھاگ سے سو اُتریں پار

ست پُرش رادھا سوامی دیال اس راز حقیقت کے جوہر کو سُنا رہے ہیں۔ اور وہ سناتے ہیں۔ اپنے فضل اور کرم کے ساتھ جو خوش قسمتی خوش خواہشی اور خوش دلی سے اِسے سُنیں گے اس پر غور کرینگے۔ اور اس کو مانیں گے۔ اُن کے بھوساگر پار جانے میں کوئی شک نہیں ہے۔

رادھا سوامی دھام ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۳۲ء

کتھا پرسنگ

پورانوں کی کتھاؤں میں روحانی تعلیم کی زبردست جھلک

رادھا سوامی دھام کے روزانہ ست سنگ کے بچنوں سے انتخاب

ایڈیٹر موتی لال

رادھا سوامی دھام۔ ڈاک خانہ۔ رادھا سوامی دھام

ضلع مرزا پور

فہرست مضامین

رادھاسوامی سہائے

دیباچہ

نام جس کا کچھ نہیں ہے۔ نام اُس کا کیا کہوں
جو نشاں رکھتا نہیں اُس کا پتہ کس طرح دوں

نام و صورت ہی جہاں ہے وہ جہاں سے مختلف
اختلاف جسم و جان کی مد کو کیا قائم کروں

بات ہے باریک و مشکل عقل کے جلتے ہیں پر
عقل کے پر باندھ کر میں کس طرح اونچے اُڑوں

دقّتوں کا سامنا ہے مشکلیں آساں نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ ایسے مخمصوں میں کیا پڑوں

پھر بھی کہنا لازمی ہے کہنے سے رُکتا نہیں
غور سے تحریر کو میری پڑھو جو میں لکھوں

سُنت جُگ کا دھرم دھیان تھا۔ ترتیا کا یگیہ تھا۔ دواپر کا مُورتی پُوجا اور کلجگ کا دھرم صرف نام ہے۔

یہ شاستروں کی باتیں ہیں گوسائیں تلسی داس جی مہاراج اپنی زندہ جاوید رامائن میں لکھتے ہیں:-

دھیان پرتھم[۱] مُگ مکھ[۲] جُگ دُوجے[۳]

۱ ست جُگ
۲ یگیہ
۳ ترتیا

دواپر پری توشٹ پربھو پوجے
کلی کیول ایک نام ادھارا
وید پران سنت مت سارا

اسی رعایت سے ست جُگ کے چار اوتار منچھ کچھپ وراہ نرسنگھ دھیان کی مکمل صورت میں پیش کئے گئے دھیان کی جڑ ان چاروں تصویروں کے اندر منضبط اور مقید ہے۔ گویا دھرم ایک چوپایہ ہے جس کے چار پاؤں ہیں۔ ترتیا میں اس دھیان کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے۔ صرف تین ٹانگیں رہ جاتی ہیں اُس کمی کو یگیہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ جس میں زبان عقل اور دل کی شمولیت رہتی ہے۔ ان دھرم کی تین ٹانگوں کی صورت وامن پرسرام اور رام ہیں۔ وامن زبان ہے۔ یہ زبان سے مانگتا اور جانچتا ہے پرسرام عقل ہے۔ جو ہمیشہ یا علوم فنون کی ترکیب اور تحصیل کے سلسلہ میں کام کرتا ہے۔ اور شری رام چندر بھگوان دل ہیں جب ان سے کام نہیں نکلا۔ تب یگیہ کا اہتمام کیا گیا۔ ہدایت ہوئی۔ متفکر رہو۔ مل جل کر کام کرو۔ مل جل کر سوچو سمجھو۔ مل جل کر خیال کی متحد دھار کو مرکز پر قائم کرو۔ تب دھیان مکمل ہوگا۔ یگیہ اسی کا نام ہے۔ جہاں مجموعی اور شمولی طاقتیں متحد ہوں وہاں دھیان کی تکمیل میں فرق نہیں آتا۔ اس کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔

جہاں سُومتی تہاں سمپت نانا

جہاں کومتی تہاں سمپت ندھانا

ترجمہ

دولت ملیگی رہتے ہو گر تم بہ اتّفاق
نکبت ملال و رنج کی ہے جڑ فقط نفاق

زمانہ نے پلٹا کھایا قدرت میں اضطراب اور انتشار کی صورت پیدا ہوئی دھیان کو ننگا ہوئی اس طرح سے ہونے لگی۔ کہ وہ ادھا رہ گیا اس کی دو ٹانگیں ٹوٹ گئیں اب کیا جائے تو کیا کیا جائے بغیر دھیان کے کوئی کام نہیں ہوتا۔

تب اندریوں کے طبقہ میں اتر کر مورتی پوجا کی ایجاد کی۔ تدبیر سوچی گئی۔ اور مورتیوں کا ظہور ہوا۔ اس کی دو ٹانگیں کرشن اور بدھ ہیں کرشن اور بدھ دونوں کے اندر بصارت اور خیال کی طاقتیں موجود ہیں۔ کرشن میں مادے کی سولہ کلائیں موجود تھیں۔ وہ عالی دماغ مفکّر اور دور اندیش تھے۔ سینکڑوں برس ادھر اور سینکڑوں برس ادھر کے خیالی واقعات کو پکڑ پکڑ کر اپنے سامنے لاتے تھے۔ اور بدھ عقل ہیں۔ عقل مجسّم ہیں لیکن اندری اور عقل دونوں ہی عاجز آ گئے۔ تب ہر شئے کی خیالی نظری علمی اور عملی صورتیں گھڑنی شروع ہوئیں۔ آواز کو حروف کی شکل میں تبدیل کرو لطیف خیال کو کثافت کا جامہ پہناؤ کاغذ قلم دوات سیاہی لکھنے پڑھنے کے سارے ساز سامان وغیرہ وغیرہ۔

سپرو شکار کی تدابیر اونچے نیچے چڑھنے کی سواریاں سب کی
مُورتیں بنا بنا کر اُن سے کام لو- اگر دھیان دُور تک نہیں جاتا تو خط
لکھو تار بھیجو اور تمام دنیا میں اپنے خیال کی ہلچل مچا دو- پھر جو چاہو گے
تم دھیان سے کرو گے اس واسطے کتابیں بنیں- سبلے نام اور
نشان کا پتہ آ- ئو- م کے حرفوں کی صورتوں میں دیا گیا- دیوی
دیوتاؤں کی مورتیں بنائی گئیں تاکہ کسی طرح دھیان کی کمی کا نقص
دُور ہو خیال کو متحد ہونے کا موقع ملے- اور اُس کا عملدرآمد شروع
یہ دواپر کا دھرم ہے- دوسرے الفاظ میں مُورتی دھیان کی دو
ٹانگیں خیال اور تصوّر سے قائم کرتی ہے- اور کام کا سلسلہ چل
نکلتا ہے-

کلجگ آیا تین ٹانگیں دھیان کی ٹوٹ گئیں یہ جگوں کے
بوڑھاپے کا زمانہ ہے- آدمی گرتے گرتے بہت گر جاتا ہے
اور اندری کے طبقہ میں آجاتا ہے- یہاں تک کہ اگر تم بوڑھوں
کے طرز عمل پر غور کرو تو سوائے زبانی جمع خرچ کے اور اُن میں
کوئی چیز نظر نہیں آتی- جب دیکھو بک بک میں لگے رہتے ہیں زبان
طاقتور ہو جاتی ہے- عقل اور دل کمزور ہو جاتے ہیں اب
کیا جائے تو کیا کیا جائے- نہ رائے رفتن نہ رُوئے ماندن-

باتوں سے پکوان سے دھاپا ناہیں کوئے

تب یہ تدبیر سوچی گئی- کہ "نام" کو دھیان کا اوزار بنایا جائے

اگر زبان ہے۔ تو زبان ہی سہی۔ زبان سے نام لو۔ اس کی مجسّم اور عملی شکل کالکی بھگوان منضبط ہوئے۔ جن کا ابھی دَور دَورہ نہیں ہے۔ ابھی تک دواپر ہی اپنا عمل و دخل رکھتا ہے۔ یہ نام کیا ہے۔ اور کس زبان سے یہ نام لیا جاتا ہے۔ اُسے رادھا سوامی مت کے لوگ جانتے ہیں۔ اس نام کی بڑی عظمت ہے۔ سنو:-

(۱) رام سے ادھک نام پربھوتائی
رام نہ سکیں نام گن گائی [1]

(۲) رام ایک تاپس تریہ تاری
نام کوٹ[2] کھل[3] سومتی سُدھاری

(۳) نام نروپن نام تین تے
اِمی پرگھٹ[4] جمی مول رتن تے

(۴) اُلٹا[5] نام جپت جگ جانا
بالمیک بھئے برہم سمانا

(۵) بھاؤ کو بھاؤ آنکھ الس ہو
نام کہت منگل دس دِس ہو

ترجمہ (۱) نام کی عظمت رام سے بھی زیادہ ہے۔ رام بھی نام کی

[1] شوری بھیلنی ۱۲ [2] کروڑوں ۱۲ [3] بڑے لوگ ۱۲ [4] اسی طرح ۱۲
[5] جس طرح ۱۲ [6] غصہ سے ۱۲ [7] اطراف ۱۲

عظمت کو بیان نہیں کر سکتے۔

(۲) رام نے کیا کیا؟ ایک تپسوی عورت شبوری بھیلنی کو تار دیا۔ جو خود تپسونی تھی۔ اور نام نے کروڑوں بد وضع بد قطع بد خو اور بد باطن آدمیوں کو بھوساگر کے پار لگا دیا۔

(۳) یہ نام یوں ہی نہیں ملتا۔ یہ عمل و شغل کا مضمون ہے اس کی بھی تدبیر ہے۔ جیسے اوپر کی عبارت میں اور تدبیروں کا اشارہ کیا گیا ہے۔ جب ان تدبیروں سے کام لیا جاتا ہے تب نام اس طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس طرح جواہرات کے سامنے آجانے سے اُن کی قیمت کی پرکھ ہوتی ہے۔

(۴) تدبیر یہ ہے کہ اُلٹا نام لیا جائے۔ جس طرح سے والمیک رشی لقّا کبوتر کی طرح اُلٹتے ہوئے اپنے اندر نام کا ورد کیا کرتے برہم استھان میں جاکر برہم روپ ہو گئے۔ ویسے ہی اور لوگ بھی کر سکتے ہیں۔ دنیا کو معلوم ہے کہ والمیک نے اسی تدبیر سے حق اور حقیقت تک رسائی کا درجہ حاصل کیا تھا

(۵) کہا گیا ہے۔ نام کو چاہے۔ عقیدتمندی سے لو چاہے بد اعتقادی سے چاہے غصّہ خواہ سُستی سے۔ اس نام کے لیتے ہی دسوں اطراف میں خیر و برکت کی بارش ہو جاتی ہے

یہ نام کا مضمون جُدا مستزاد تھا۔ جب مجھ سے کوئی آکر سوال کرے گا۔ تب اس کی تدبیر سے واقفیت بخشوں گا۔ یہاں صرف

اشارہ ہی اشارہ دیا گیا ہے۔ ابھی تک دواپر کا راج ہے مورتی پوجا کا سکہ دنیا میں قائم ہے گو سنتوں نے نام کی اشاعت کی کی بنیاد کا سلسلہ قائم کر دیا پھر بھی ابھی اس کے اہتمام میں دیر ہے ان باتوں کو مدنظر رکھ کر میں قصہ کہانی کے سلسلہ میں لطیف خیالات کی کثیف مورتیں بناتا ہوا۔ اصل مطالب کے سمجھانے بوجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہنے کے لئے تو یہ قصے اور کہانیاں ہیں۔ مگر قصے کہانیوں کے سنانے بغیر بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے میں کیا کروں۔ مجبوری کی حالت میں اُسی سے کام لے رہا ہوں۔

جو لوگ ان قصوں کو پڑھیں گے۔ کچھ نہ کچھ اُن کے ہاتھ آ جائے گا۔ سمجھ بوجھ والے بنیں گے۔ اور آئندہ روحانیت کے مسلک پہ قدم بازی کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ میرا مطلب اور مقصد صرف اتنا ہی ہے۔ اور بس۔

راد ہا سوامی دھام — شیو

رادھا سوامی سہائے

شیو بھگوان کی کتھا

پہلا باب

آغاز کتھا

سُنو شیو کی کہانی آج خامہ کی زبانی ہے
حقیقت کی حقیقت ہے کہانی کی کہانی ہے

پرجاپتی گرہستی تھا جو آفرینش کا جوہر بنا ہُوا تینوں عالم میں محیط کامل تھا۔ اس کی بیوی کا نام اُوشا (صبح کا اُفق) دونوں شوہر اور بیوی ملے۔ اور ایک سال کے بعد اُن کے ایک لڑکا پیدا ہُوا۔ پیدا ہوتے ہی وہ لڑکا رو اُٹھا۔ اور اس کے رونے کا تار ایسا بندھا کہ وہ چُپ نہیں ہوتا تھا۔ پرجاپتی نے اُس سے پُوچھا "بچے! تو کیوں روتا ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ تیری پیدائش درد اور مصیبت کے ساتھ ہوئی ہے۔ یا کوئی اور بات ہے؟" لڑکے جواب دیا۔ "میں اس وجہ سے روتا ہوں۔ کہ مجھے نام نہیں دیا گیا۔ جس وجود کا نام و نشان نہیں وہ اپنی ہستی کا اظہار رونے کے ذریعہ کرتا رہتا ہے جب تک

میں کسی چیز کی پیدائش ہوئی تو اس کی شکل تو پیدا ہوتے ہی بن گئی۔ اب ضرورت ہے کہ اُسے نام بھی دیا جائے۔ نام اور رُوپ کا سنسار ہے۔ بغیر نام و نشان کا وجود کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لئے مجھے نام دو۔ اور نام لینے سے میری کلفت کا بار ہلکا ہو جائیگا۔" پرجاپتی بولے چونکہ تو پیدا ہوتے ہی رونے لگا تھا۔ اس لئے میں تیرا نام رُدّر رکھتا ہوں رُدّر سنسکرت دھاتو "رُدْ" (رونے سے) نکلا ہے۔ تو رُدّر ہے اور تیری شکل اگنی کی ہے اور وہ خاموش ہو گیا۔

رُدّر نے بنارس یا کاشی کو اپنے سکونت کی جگہ مقرر کی لیکن وہ زیادہ تر ہمالیہ کی چوٹی کیلاش پربت پر رہتے تھے۔ بنارس اُس کا زمینی قیام ہے اور کیلاش پربت آسمانی مسکن ہے۔ شکل و صورت ملی، نام دیا گیا۔ رُدّر بھگوان نے سکوت اور خاموشی اختیار کی اُس وقت سے اُن کا نام "شیو" کلیان ہے آدمی کو رونے سے راحت ملتی ہے۔

رونے کے بعد ملتی ہے راحت — یہی راحت ہے باعث فرحت
جو نہیں روتے کیا سنیں گے وہ — جو ہیں آزاد کیا پھنسیں گے وہ
رونا ہنسنا اگر ہوے توام — رہتے ہیں رنج اور خوشی باہم
کرو محنت تمہارا کام بنے — شکل جب پائی ہے تو نام بنے
نام کے ساتھ ہے نشان ضرور — گر نہیں یہ تو ہستی ہے پھر دور

راماین کہتی ہے۔ کہ شیو کی شادی اُما کے ساتھ ہوئی جو
دکش پرجاپتی کی لڑکی تھی۔ اُس کا دُوسرا نام "ستی" ہے۔
شیو کی ہمراز نوعیت اور پُراز واقعات زندگی میں اِس اُما
یا ستی نے پاروتی۔ درگا۔ کالی وغیرہ کی صورتیں اختیار کیں
ان میں سے قریب قریب ساری شکلیں حد درجہ کی غضبناک
خوفناک اور ہیبت ناک تھیں۔ لوگ ڈر گئے۔ ایسا نہ ہو کہ ایسے
ماں باپ کی اولاد کہیں کثرت سے پیدا ہو جائے۔ پھر ان
کے ساتھ رہنا خطرناک ہوگا۔

جب شادی ہوئی تو اولاد ضرور ہوگی۔ جب اولاد ہوئی اور
اُس اولاد میں مضر اور ضرر رساں اثرات پیدا ہو گئے تب تو
پھر دنیا سے امن و امان اور سلامتی رخصت ہو جائیگی۔

دیوتاؤں نے شیو جی کو اپنی حمد و ستائش کے نغموں سے
خوش کیا۔ وہ آشو توش (جلد خوش ہونیوالا) کہلاتے ہیں۔ پوچھا۔
"دیوتاؤ! تم نے میری خدمت کی۔ مجھ کو خوش کیا۔ اس کے عوض
میں تم کو کیا دوں۔ کیونکہ نظام قدرت میں معاوضہ کا قانون قدم
قدم پر چلتا ہے۔ جو دیتا ہے۔ وہ لیتا ہے۔ اور جو لیتا ہے
اُسے دینا پڑتا ہے۔ تم نے مجھ کو خوش کیا۔ میرے لئے
بھی لازم ہے۔ کہ تمہیں خوش کروں۔" دیوتاؤں نے ہاتھ باندھ
کر عرض کیا۔ "بھگوان! تمام دیوتاؤں کی خواہش ہے کہ آپ

اپنی بیوی کے ساتھ کبھی ہم بستر نہ ہوں۔ تاکہ آپ کی اولاد نہ ہو۔ ورنہ ہم لوگ دُنیا میں رہ نہیں سکیں گے۔ شیو بھگوان مُسکرائے۔ بولے! "یومستُو (ایسا ہی ہو گا) جو بیج نیچے کی طرف رجوع ہو کر اولاد کا باعث ہوتا تھا۔ اب وہی بیج دماغ کی طرف رجوع ہو کر میری پیشانی پر نُور و ضیا بنکر چمکیگا۔ خاطر جمع رکھو۔ آیندہ میں اپنی بیوی کی جانب کبھی رُخ نہیں کرونگا اور نہ سفلی جذبات کے زیر اثر آونگا۔ لیکن یہ درخواست اُس وقت کی گئی تھی۔ جب سوامی کارتک پیدا ہو چکے تھے اِس واسطے شیو کی یہ صُلبی اولاد کہلاتے ہیں۔

اُما موجُود تھی۔ دیوتاؤں کی اس درخواست پر اُس نے ناراضگی کا اظہار کیا "چونکہ تم لوگوں نے غیر فطرتی درخواست کر کے میرے شوہر کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیا۔ اور میں بے اولاد ہونگی۔ اس لئے میں بددعا دیتی ہوں کہ کسی دیوتا یا دیوانگنا کے بھی اولاد نہیں ہو گی۔ وہ بھی اولاد کے لئے ترستی رہیں گی"۔ اور شیو دیر پُرش ہوتے ہوئے شہوت کے سفلی جذبات سے ہمیشہ کے لئے خالی ہو گئے۔

پُرانوں کے قصے پُر از استعارات ہیں۔ جو لوگ پورانوں کو پڑھیں کم از کم اُن کو اس قدر باخبر ہونا چاہیئے کہ یہ معمولی فرضی اور من گھڑت کہانیاں نہیں ہیں۔ اِن کی کچھ مراد بھی ہے اور یہ

النکار (استعارات) کی باتیں ہیں جو شاعروں سے مخصوص ہیں
ہمیشہ النکرت (استعارہ میں) گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں

....

جس وقت کشیر ساگر متھا جانے لگا۔ اور اُس سے چودہ
برآمد ہوئے۔ منجملہ اور چیزوں کے زہر ہلاہل بھی نکلا۔ اُسے
دیکھ کر سُر اور اُسر دونوں خوف میں آگئے۔ بھگوان شو جی ہنسے! میٹھا میٹھا گپ اور کڑوا کڑوا تھو! یہ دنیا کا خاصہ ہے
اچھا! میں اسے پی لیتا ہوں اور وہ سب کے دیکھتے دیکھتے
مہلک زہر کے جام کو نوش کر گئے۔ اُسے حلق سے نیچے نہیں
اُترنے دیا۔ اور وہ اُن کے گلے ہی میں ٹھہر گیا۔ جس کے
سبب سے اُن کا حلق نیلا ہو گیا۔ اور اُس وقت سے
نیل کنٹھ کہلانے لگے۔ اس قیمتی خدمت کے عوض میں جس
وقت کشیر ساگر کے متھن کے وقت چندر نکلا۔ وہ انہیں
نذر کیا گیا۔ اور شیو بھگوان نے اُسے اپنی پیشانی کا زیور بنایا
نورانی چاند ہر وقت اُن کے ماتھے پر جھلکتا رہتا ہے۔ اور اس
کی یادگار میں شیو کے معتقد گروہ بھسم کا تلک چاند کی شکل
میں اپنی پیشانی پر لگاتے ہیں۔

دوسرا باب (۲)

دکش کا شیوجی کو بددعا دینا

بھاگوت پوران کا قصہ ہے۔ کہ کسی وقت برہمانے یگیہ رچا۔ تمام دیوی دیوتا اس موقع پر رونق بخش ہوئے دکش بعد کو آیا۔ یہ شیو بھگوان کا خسر تھا۔ شیوجی اس کے داماد تھے۔ اُسے دیکھ کر سب لوگ سوائے برہما اور شیو کے اُٹھ کھڑے ہوئے سروقد تعظیم کی۔ برہما تو دکش کے باپ تھے اس لئے وہ ہر قسم کے ادب اور تعظیم کی ادائیگی سے مبرا تھے۔ شیو چونکہ داماد تھے۔ ان کو آداب کا پاس رکھنا ضروری تھا۔ دکش برہما کو سر جھکا کر بیٹھنے کو تو بیٹھ گیا۔ لیکن اُس کے دل میں غصہ کی آگ آہستہ آہستہ مشتعل ہوتی گئی اور شیوجی کی بے ادبی کو اُس نے حد درجہ کی گستاخی تصور کیا۔ وہ دیر تک اُنہیں غضبناک نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ آخر چپ نہ رہا گیا۔ زبان کھولی: "اے برہمہ رشیو! اے اگنی! اور اے دیوتاؤ! نہ میں جاہل ہوں۔ نہ غصہ ور ہوں۔ میں تم کو دھرماتما آدمیوں کے طرز عمل کا اُپدیش دیتا ہوں

جس پر سب کے سب لوگ کاربند ہیں۔ لیکن یہ بے شرم وجود شیو دنیا کے منتظموں کے اصول اور قضا و قدر کے قانون سے منحرف ہے۔ نیک راستہ کی پیروی کو اس نے ترک کر رکھا ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ میرا شاگرد ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ دھرماتما کی صورت میں میرے پاس آیا۔ اور اگنی اور براہمنوں کی موجودگی میں میری لڑکی اُما کا ہاتھ پکڑا جو حسن لیاقت اور حسن ذہانت میں کسی طرح ساوتری دیوی سے کم نہیں ہے۔ یہ بندر کی صورت والا شیو میری ہرن جیسی آنکھ والی لڑکی کو لے کر بھی میری تعظیم نہیں کرتا۔ جس کا میں مستحق ہوں۔ نہ یہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور نہ اس نے مجھے نمسکار کیا۔ میں خواہشمند نہیں تھا۔ کہ اپنی لڑکی اس کو دیتا۔ اِسے رسم ورواج کی پابندی کا خیال نہیں۔ اسے دھرم کے قانون کا پاس نہیں۔ یہ دل کا ناپاک ہے اور اجھید وادی (وحدت پرست) کہلاتا ہُوا مقدس ویدوں کے احکام کی شودروں کی طرح انحراف ورزی کرتا ہے۔ سمشان بھومی کا گھومنے والا ویرانہ پسند طبیعت رکھنے والا بھوت پشاچوں سے ہر وقت گھرا رہتا ہے۔ یہ دیوانہ ہے۔ نہ اس کے تن پر پیرہن ہے۔ نہ قاعدہ کے ساتھ اس نے اپنے سر کے بال گتھ رکھے ہیں۔ مردوں کی کھوپڑی کی مالا اس کے گلے میں ہے۔ اور انسانی

ہڈیوں کا زیور پہنے ہوئے ہے۔ اس کا نام لوگ غلطی سے شیو کہتے ہیں۔ شیو کے معنی ہیں 'کلیان' حالانکہ یہ اشیو (اکلیان) ہے پاگلوں کا سردار۔ بھوتوں کا پیشوا یہ بہا تموگنی ہے۔ اس جنونی بدی پسند طبیعت والے سے نیکی اور پاکی دونوں رخصت ہو چکی ہیں افسوس ہے۔ برہما کے کہنے سے میں نے اسے اپنی لڑکی دی۔"

شیوجی نے خاموشی اور سکوت کے ساتھ دکش کی بدزبانیاں سُن لیں۔ نہ اپنی زبان کھولی نہ اُن کا مقابلہ کیا۔

دکش غصہ کے زیر اثر اپنے آپے میں نہیں تھا۔ وہ ہاتھ میں پانی لے کر بولا "میں بددعا دیتا ہوں۔ آج سے اس بدترین دیوتا کو اندر اُدر اُپیندر (وشنو) اور دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ یگیوں کا بھاگ کبھی نہ دیا جائے۔ یہ اُس سے ہمیشہ محروم رہے۔"

شیوجی اس پر بھی خاموش رہے۔ دکش سنبھل نہ سکا اُٹھا اور دیوتاؤں کے مجمع سے چلا گیا۔ شیوجی کا ایک گن (پیرد) وہاں موجود تھا۔ اور کتنے برہمن ایسے تھے جو شیو کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ اُس گن نے دکش کو بددعا دی۔" اس حیوان صورت دکش کو دیکھئے۔ عورتوں کا پرستار ہوتا ہوا۔ یہ شیو بھگوان کی توہین کرتا ہے۔ میں بددعا دیتا ہوں کہ جلد ہی اُس کا دماغ بگڑ جائے۔ اور اس کا سر بکرے کا بنجائے۔ اور یہ ناداں ویدک رسم و رواج سے ہمیشہ ناواقف بنا رہے!"

بھرگو رشی اس دکش کا بھائی اور برہما کا لڑکا تھا۔ اس نے شیو کے معتقد پیروکاروں کو اسی وقت بددعا دی "جو لوگ اس شیو کے پوجنے والے ہیں۔ وہ گمراہ ہیدین اور ویدوں کے مخالف ہو جائیں۔ اور ناپاک بنکر اصلی گیان سے محروم رہ کر اگیانی ہوئے جٹا جوٹ باندھے ہوئے بھسم رملنے اور ہڈیاں پہنے ہوئے اس شیو کی رسمی دکھشا کے محتاج بنے رہیں اور ان کے دیوتا شراب بھنگ اور دھتورا ہوں"

اس بددعا کو سنکر شیو اور اُن کے پیروکار اُٹھے۔ اور یگیہ شالا سے چلے گئے۔ دکش اور دوسرے پرجاپتیوں نے ایک ہزار برس تک یگیہ کیا۔ جس میں صرف وشنو کو تعظیم تکریم اور پرستش کا معبود ٹھہرایا۔

شیو اور دکش کے درمیان دشمنی بڑھتی گئی۔ اس طرف بے پرواہی تھی۔ اور اُس طرف اشتعال انگیز سامان اور واقعات کی کثرت تھی ہزار برس یگیہ کرنے کے معاوضہ میں دکش اس زمانہ کا خاص پرجاپتی بنایا گیا۔ کہتے ہیں کہ پرجاپتی تعداد میں سات دس یا اکیس ہوا کرتے ہیں۔ اور یہی انسانی نسل کے مورث کہلاتے ہیں۔ جب دکش کی اس قدر عزت افزائی ہوئی اس کے غرور کا جام لبریز ہو گیا۔ اُس نے ایک خاص قسم کا یگیہ رچا دستور

تو یہ تھا۔ کہ یگیہ میں تمام دیوی دیوتا بلائے جاتے تھے اُن کو اُس کا بھاگ ملا کرتا تھا۔ لیکن دشمنی اور ناراضگی کی وجہ سے دکش نے شیو کو نوید نہیں بھیجا۔

تیسرا باب

اُما کا دکش کے یگیہ میں ستی ہونا

اُما اپنے شوہر کے ساتھ کیلاش پربت پر مقیم تھی۔ دیکھتی کیا ہے۔ کہ دیوتا اپنی استریوں کے ساتھ آسمانی بوانوں یا ہوائی جہازوں پر چڑھے ہوئے خاص سمت میں چلے جا رہے ہیں۔ اُما نے شوہر سے پوچھا۔ "پربھو! اس وقت کس جگہ کی یاترا ہے۔ یہ کنّر ناگ۔ سدّھ گندھرب وغیرہ کہاں جا رہے ہیں ہیں"۔ شیو جی نے جواب دیا۔ "تمہارے باپ نے یگیہ رچایا ہے۔ اُسی کی دھوم دھام ہو رہی ہے۔ اور سب اُس میں شرکت کا فخر حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ چونکہ تمہارا باپ مجھ سے ناراض ہے۔ اُس نے مجھے نہیں بلایا۔ اور نہ اس کی نیت ہے کہ مجھے یگیہ میں بھاگ ملے"۔

اُما کو دُکھ ہُوا۔ لیکن پھر بھی عورت تھی اور لڑکی تھی لڑکیوں

میں ماں باپ کے گھر جانے کی رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر بولی "کرپاندھان! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسی بہانے ماں باپ کو دیکھ آؤں طبیعت بدل جائے گی۔ اور تبدیل مقام کی وجہ سے میری حالت میں خوشنما تبدیلی آجائیگی"۔

شیو جی نے جواب دیا "تم نے بات تو بہت اچھی کہی ہے تم جانتی ہو میں آزادی پسند طبیعت رکھتا ہوں کسی کی آزادی میں مُخل نہیں ہوتا۔ تم جانے کو تو جاسکتی ہو لیکن میرے اور دکش کے درمیان دشمنی ہے۔ میں دل کا پاک صاف ہوں لیکن وہ پُرغضب ہو گیا ہے۔ اگر تم بغیر بلائی ہوئی اُس کی سبھا میں جاتی ہو۔ تو اخلاق تہذیب اور طرز تمدّن کے آئین کے برخلاف کام ہوگا۔ یہ سچ ہے۔ دوست مالک باپ اور گورو کے گھر لوگ بغیر بُلائے ہوئے بھی جاتے ہیں لیکن جہاں بغض اور عناد ہے۔ وہاں جانا میری دانست میں مناسب نہیں ہے اِس سے بہتری نہیں ہوگی۔ بلکہ خرابی پیدا ہوگی۔

شیو نے مختلف طریقوں پر اُما کو سمجھایا لیکن اس کے سر پر قسمت کھیل رہی تھی۔ شُدنی ہمیشہ ہو کر رہتی ہے۔ بھاوی پربل ہے۔ عورت تھی۔ ضدّی اور ہٹیلی بن گئی۔ جب کسی عورت پر ضد کا بھوت سوار ہوتا ہے وہ اپنے آپے میں نہیں رہتی دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے چاہے اس کا گھر بنے یا بگڑے

عورت ہٹ اور ضد کے وقت تمیز سے خالی ہو جاتی ہے
جب شیو نے دیکھا کہ یہ ماننے والی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا "خیر! اگر جاتی ہو تو جاؤ لیکن میری سمجھ میں بھلائی نہ ہوگی۔ فساد مچیگا۔ اور تم کو رنج اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا"
مجبور ہو کر شیو نے اپنے دو چار گن ساتھ کیٔے اور اُما اُن کو ساتھ لیئے ہوئے دکش پرجاپتی کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔
جس وقت اُما باپ کے گھر پہنچی جوق در جوق دیوی دیوتا وہاں موجود تھے سب نے اسے دیکھکر ناک اور منہ سکوڑا۔ دکش کی بے شمار لڑکیاں تھیں۔ یہ سب اُمّا کی بہنیں تھیں۔ مسکراتی ہوئی بہنیں حقارت کی نظر سے اُسے دیکھا کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ یہ بغیر بلائی ہوئی آئی ہے صرف ایک ماں بے شک محبت سے بغلگیر ہوئی۔
اُما سمجھ گئی کہ حقیقت میں میرے لیئے نہ یہاں پریم ہے نہ محبت ہے۔ نہ عزت ہے۔ ماں نے چاہا کہ اُسے کچھ دیر اپنے ساتھ رکھتے لیکن یہ دل کے اندر دُکھی تھی کہنے لگی۔ میں ذرا جاکر پتاجی کے یگیہ شالا کو تو دیکھ آؤں۔ وہ وہاں گئی۔ شیو کے نام کا بھاگ کہیں بھی رکھا ہُوا نہیں دیکھا۔ اس کے دل میں آگ

جل اُٹھی انسان ہر قسم کی بے غیرتی برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن قوم یا خاندان کی طرف سے جو بے عزتی ہوتی ہے۔ اس کا برداشت کرنا نہایت مشکل ہے جاتی اپمان نہیں سہا جاتا۔

دولت اور مفلسی کا روبرو مقابلہ ہوا۔ سب لوگ زرق برق پوشاک پہنے ہوئے یگیہ میں شریک تھے۔ اس غریب کے بدن پر کپڑا بھی درست نہیں تھا۔ فقیر کی عورت فقیرانہ بھیس میں دولت کے مجمع میں گئی تھی۔ شاہانہ دربار میں اس فقیرانہ وضع کی کیا عزت ہو سکتی تھی!

"تیری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ"

دکش نے اُس کی اور اُس کے شوہر کی نہ خیریت پوچھی نہ بیٹھنے کے لیے آسن دیا۔ بلکہ آنکھیں چڑھا کر بولا "اے بھوت ناتھ کی عورت! تو کیوں بغیر نویدکے دیوتاؤں کے مجمع میں آئی ہے کیا یہ تیرے لئے کافی نہیں تھا۔ کہ تو بھوت پشاچ بھوتنیوں اور ڈنکنیوں کے ساتھ رہتی یہاں تیرا کیا کام ہے؟"

اُما کے سر پر رنج کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اُس نے بہت کچھ ضبط کرنا چاہا۔ لیکن آخر دل تو دل ہی ہے۔ کہاں تک آدمی اُسے مسوس مسوس کر رکھے!

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار ہم کو کوئی رُلائے کیوں

وہ باپ کی بدسلوکی۔ بہنوں کی بے رُخی اور حاضرین جلسہ کی حقارت کو محسوس کرتی ہوئی اُس بھری سبھا میں غضبناک آگ بھبھوکا ہنگئی اور ہاتھ اٹھاکر باآواز بلند سب کو مخاطب کرکے بولی" اہل مجلس! سنو! جو لوگ شیو بھگوان کی مذمت اور غیبت کرتے ہیں۔ اُن کی دُشمنی پر تُلے رہتے ہیں۔ وہ کبھی بہتری اور بھلائی کا منہ نہیں دیکھینگے۔ سنت گورو شیو اور دھرم شلو کی جہاں توہین ہوتی ہو۔ کبھی آدمی اُس مجمع میں نہ ٹھہرے اگر بس چلے تو مذمت کرنے والے کی زبان کاٹ لے۔ اور اگر بے بسی ہے۔ تو آنکھ کان اور زبان کو بند کئے ہوئے وہاں سے بھاگ جائے۔ تم نہیں جانتے کہ شیو بھگوان جگت کے ماں باپ ہیں۔ آشتو توشن ہیں نہ ان کے دل میں رغبت ہے۔ نہ نفرت ہے۔ اُو اسفین ورتی والے سادھو ہیں۔ میرے باپ نے اس قابل تعظیم اور پاک شخصیت کی توہین کی بدزبانی سے پیش آیا۔ اور اے دیوتاؤ! تم بھی اس بدسلوکی کے شریک اور حصّہ دار بنگئے۔ کوئی روک ٹوک کرکے اسے اس بیجا حرکت سے باز نہیں رکھتا۔ تم سب کو اس گستاخی اور بے ادبی کی سزا ملیگی۔ اُس سے کوئی طاقت تم کو نجات نہیں دے سکیگی۔ اور میں اپنی نسبت کیا کہوں!

میں اس وکشن کے دیرج سے پیدا ہوئی۔ یہ میرا جسم اس ناپاک اور پاپی کے گوشت و پوست سے بنا ہوا ہے اسی وجہ سے میں شوہر کی نافرمانی کرتی ہوئی صرف پدرانہ محبت کے جوش میں یہاں آموجود ہوئی۔ باپ نے جو سلوک کیا وہ تم نے دیکھ لیا۔ اس لئے اب میں اس ناپاک جسم کو زندہ نہیں رکھوں گی۔ اے میرا گستاخ دل! تو جل بھُن کر خاک ہو جا! کیونکہ تُو نے شوہر کی اطاعت کے خیال کو قبول نہیں کیا۔ اے میرا کاسہ سر! تو مشتعل آتشکدہ کی چوٹی بنجا۔ کیونکہ تیرے اندر شوہر کی سرکشی اور عدول حکمی کا اثر بھرا ہوا ہے۔ اے میرے گوشت پوست اور جسم! تم سب کے سب پاپ سے بھر گئے۔ کیونکہ اگر تم میں پاپ نہ ہوتا۔ تو میں پتی کے حکم سے کبھی سرتابی نہ کرتی۔ شعلو! جلو! جلو!! جلو!!! لوگ آگ کی چتا پر جلتے ہیں۔ میرے بدن سے یوگ کی پرچنڈ اگنی کی جوالا نکلے۔ اور دم کے دم میں میرا عنصری جامہ معہ ہڈی چربی خون وغیرہ کے سوختہ ہو جائے!

اما کے جسم میں آگ جل اٹھی۔ پھولوں کے زیور جو وہ پہنکر آئی تھی۔ آتش بازی کی پھلجھڑی کی شکل میں نظر آنے لگے۔ ہڈیوں کے جلنے کی صدا پٹاخوں سے

مشابہ تھی۔ جسم کی چنگاریاں انار کی طرح چاروں طرف بکھرنے لگیں۔ اور سارا جسم آتشبازی کی چرخی بن گیا۔ جس کے اردگرد آگ کے شعلے ہیبت ناک منظر بنے ہوئے ناچنے لگے۔

رنگ میں بھنگ پڑگیا۔ دیکھنے والے دنگ رہ گئے اُنہیں کیا خبر تھی۔ کہ آتما پھر بھی فقیر کی عورت اور یوگنی ہے۔ اور یوگ اگنی سے بھری ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر تک سب اس نظارے کو دیکھتے رہے۔ آخر وہ تقدس مآب دیوی جلکر خاک ہو گئی۔

ہاہاکار مچ گیا۔ سب کے دلوں پر ہیبت طاری ہوئی۔ مرتے وقت دیوی نے دُعا کا ہاتھ اُٹھایا تھا۔ "اے پرماتما شیو! میں جب جب جنم لوں۔ آپ کے چرنوں کی اٹل بھگتی مجھے نصیب ہو"

آتما جلی۔ جلکر خاک ہو گئی۔ جلنے کے بعد اُس کا نام ستی مشہور ہوا۔ ستی کیوں نام پڑا۔ اس کا پتہ پُوران نہیں دیتے۔ غالباً یہ لفظ ستی سنسکرت مادہ "ستت" سے نکلا ہے۔ جس کے معنے خاتمہ اور بربادی کے ہیں۔ چونکہ اُس نے ایک خاص خیال کے زیر اثر اپنے جسم خاکی کو برباد کر دیا۔ گمان غالب ہے۔ کہ وہ اسی وجہ سے ستی

کہلائی ہو۔ یہ انتہائی تواریخ میں پہلی استری ہے۔ جو ستی ہوئی تھی۔ بعض جگہ ہندوؤں میں اُسی کی تقلید ہی یادگار ہیں اور عورتیں بھی اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جلنے لگیں۔ لیکن ستی کا معاملہ اِن کے بالکل برعکس ہے۔ چونکہ اُما شوہر پرست غفلت پرست اور عصمت پرست دیوی تھی اس لئے نام ضرور پرستی اُن عورتوں کو کہتے ہیں۔ جن میں اوصاف پائے جاتے ہیں۔

شیو کے گن جو ساتھ آئے تھے۔ ستی کی یہ کیفیت دیکھ کر جوش میں آ گئے۔ وہ دکش پر حملہ آور ہوئے۔ اور اُن کو قتل کرنا چاہا۔ لیکن بھرگو رشی نے بیچ بچاؤ کیا۔ اور شیو کے گنوں کو بھگا دیا۔

۴ر اکتوبر ۳۲ء

چوتھا باب

دکش کے یگیہ کی بربادی

کیلاس میں خبر پہنچی۔ شیو نے سُنا کہ دکش کی بدسلوکی سے اُس کی پیاری بیوی ہلاک ہو گئی۔ دل کے اندر غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور اُن کے جٹا جوٹ کی چوٹی۔

ایک خوفناک دَیت پیدا ہوا۔ جس کا نام وِیر بھدر تھا۔ شیو جی نے اُسے حکم دیا۔ "ابھی جاؤ! دکش کو ہلاک کرو۔ اور اُس کی یگیہ کو برباد کر دو۔"

یہ دَیت بجلی کے کوندے کی طرح آناً فاناً میں یگیہ استھان پر پہنچا۔ شیو جی کے حکم کی تعمیل کی۔ بھر گو رشی کی داڑھی نوچ ڈالی۔ پُوشن کے دانت توڑ ڈالے۔ اور دکش کا سر کاٹ لیا۔

تب وہ باہمی مشورہ کر کے شیو بھگوان کے راضی کرنے کیلئے کیلاش پر پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ شیو جی نُورانی لنگ کی شکل میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اور شفق کے چاند کی طرح اُن کا جسم چمک رہا ہے۔ نہ کوئی سازوسامان پاس ہے۔ نہ دُنیا وی آن بان کا نام و نشان ہے۔ انہوں نے راکھ لنگ بال ڈنڈ اور مرگ چرم نذر کیے۔ استتی گائی۔ شیو بھگوان کا دِل نہایت ملایم بتایا جاتا ہے۔ وہ جلد ناخوش بھی ہو جاتے ہیں۔ اور خوش بھی ہو جاتے ہیں۔ دیوتاؤں کی بدحالی دیکھ کر اُن کو افسوس ہوا۔ دکش کی گردن پر بکرے کا سر لگا دیا گیا۔ اور وہ بکرے کی آواز میں بم بم کرتے ہوئے اُن کی استتی کا نغمہ گا اُٹھا۔ شیو جی نے کہا۔ "جاؤ! اپنا یگیہ پورا کرو۔ وہ اُلٹے پاؤں لوٹے۔ وشنو نے اس

یگیہ میں بہت بڑا حصّہ لیا۔ اور دیوتاؤں کو مخاطب کرکے بولے۔ دکشن
شیو جی مجھ سے مختلف نہیں ہیں۔ شیو پرمیشور ہیں۔ دا
دیوتاؤں میں بزرگ اور سریشٹھ ہیں۔ جو شخص مجھ میں اور
شیو میں فرق سمجھتا ہے۔ وہ غلطی اور غلط فہمی کا شکار ہوتا
ہے۔ یہ فساد اس وجہ سے برپا ہوا۔ کہ اُن کو مجھ سے
مختلف سمجھا گیا۔ اب آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اور دکش
نے یگیہ کے خاتمہ کے ساتھ شیو اور اُما دونوں کی پرستش
کا رسم ادا کیا۔

ایک روایت اور ہے۔ اور اُس کا ماخذ مہا بھارت ہے۔
کہتے ہیں۔ جب شیو بھگوان اپنے ساتھیوں کو لیکر دکش
کی یگیہ شالا میں پہنچے۔ اور اُسے برباد کر دیا۔ یہ یگیہ ہرن
کی شکل میں آسمان پر چڑھا۔ شیو نے آسمان تک اُس کا
تیزی کے ساتھ تعاقب کیا۔ اُن کی پیشانی سے پسینہ کی
بوندیں ٹپکنے لگیں۔ جو گرمی میں آگ کے انگارے سے
مشابہ تھیں۔ اور اُن سے ایک نہایت خوفناک مخلوق پیدا
ہوئی۔ جس کا نام جور (بُخار) ہے۔ جب یہ بخار آتا ہے
یگیہ کے تمام ساز و سامان کو سوختت کر دیتا ہے۔ اور
دیوتا بھی بھاگ نکلتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر اسی وقت برہما اسما

پر پرگٹ ہوئے۔ شیو بھگوان کو راضی کیا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ آئندہ آپ کی رنگیوں میں بھاگ ملیگا۔ اور یہ جور (بخار) اب اس وقت سے لیکر ہمیشہ کیلئے آپ کی ملاقت کی یادگار میں تمام زمین پر محیط ہو جائے گا۔

شیو بھگوان کے قصے بیشمار ہیں۔ وہ مل ملا کر ایک ضخیم کتاب بنجائیگی۔ اس لئے یہاں بس اتنا ہی سنانا ضروری ہے۔ شریمتی تارا دیوی پوران نامی ماہواری رسالہ نکالنا چاہتی تھی۔ جس کا ایڈیٹر میں خود ہونگا۔ اس میں تمام پرانوں کے ترجمے بھی آجائینگے۔ اور ساتھ ساتھ روحانی تشریح بھی ہو جائے گی۔ رسالہ بہت ضخیم اور دلچسپ ہوگا۔ ہمارے سناتنی ناظرین اس کا انتظار کریں۔ وہ ہندوستان میں نئی اور نرالی چیز ہوگی۔ اور ہر ماہ باقاعدہ نکلا کریگا۔ اس کا اہتمام سوچا جا رہا ہے۔

قصہ طولانی ہے۔ اس کی جڑ ویدوں میں ہے۔ اصل میں یہ النکار اور استعارہ ہے۔ "شیو" یہ کہتے ہیں۔ پران کو اور یہ پران ہی کلیان اروپ ہے۔

"دکش" استعارہ میں پیٹ کو کہتے ہیں۔ اس کی ۶۰ دیتیاں ہیں۔ جو اس کی لڑکیاں ہیں۔ ایک لڑکی اُما جو تقدیس کی

ہوتی ہے - شیو کو بیاہی گئی تھی - چونکہ پران وایو ویراگ
اور اُداسین سوبھاؤ کا ہے - وہ کسی کا لحاظ نہیں رکھتا
پیٹ نے یگیہ کیا - یعنی کھانے پینے سے زیادہ تعلق رکھا
وہ بھر گیا ہوا کے نکلنے کی جگہ نہیں رہی - اُسے بھاگ نہیں
دیا - اور نہ اپنے یگیہ میں شامل کیا - جب لقموں کی صورت
میں آہوتیاں دی جانے لگیں - اُما آئی - خیال و ودیا کہ
کھاتے وقت پران کے آنے جانے کیلئے جگہ چھوڑنا لازمی
ہے - اس کو بھی جگہ یا استھان ملے - پیٹ نے ڈھٹی
اَن سنی کر دی - اُما رودر ورنی کو غصہ آگیا - وہ جلکر
خاک ہو گئی - تب غصہ میں آکر پران نے اس پیٹ پر
حملہ کیا - اُس کے یگیہ کا ناش ہو گیا - جتنی طاقتیں معدہ
کی قوتیں یعنی شکتیں بھاگ نکلیں - ہاضمہ میں فتور آیا - اور
رُدّر یعنی پران کا کوپ ہونے سے اس کی حالت بدل
گئی - تپ نے اس کو ستانا شروع کیا - وہ بکرے کی
طرح بڑبڑانے اور گڑگڑانے لگا - پھر قدرتی طاقتیں علاج
بشکل مدد پر آئیں - اسہال ہوا - پیٹ کی صفائی ہو گئی
اور پھر باقاعدہ صحت جسمانی کا سلسلہ شروع ہوا -

یہ اس استعارہ کی مختصر تشریح ہے - ایک ایک لفظ
کی صراحت کا سامان سنسکرت میں موجود ہے - لیکن قطع

کو دلچسپ رکھنے کی وجہ سے اس کا اہتمام مد نظر نہیں رکھا گیا ورنہ ایورویدہ (قانون صحت) کے بموجب ان کی صراحت کبھی خالی از دلچسپی نہ ہوتی۔ تاہم کبھی نہ کبھی ہم پوران کے تراجم کرتے وقت اس کا خیال رکھینگے۔ اور ناظرین کو دکھلائینگے کہ پوران محض گپ نہیں ہیں۔ بلکہ دانشمند مصنفوں کی تصانیف ہیں۔ اختصار میں ہر بات کی وضاحت کا امکان محال ہے اس لئے اس وقت ذرا مجبوری ہے

پانچواں باب

ستی کا ہمانچل کے گھر جنم لینا

نہیں ہے قصہ نہیں کوئی یہ کہانی ہے — نہیں زبان نہیں خامہ کی روانی ہے
نظام قدرت و اسرار حق کی ہے تحریر — اگر ہے قوت ادراک سمجھو گے تقریر

اہنکار۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ کس طرح یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے تفصیلی واقعات پورانوں کی گنگنی ایک کتھا سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انسان ہیں

عقل سلیم ہو۔ جو شخص استعارات اور تشبیہات کو نہیں سمجھتا۔ اس کیلئے تو یہ دل بہلانے کیلئے ہنسی ظرافت اور دل لگی کی عجیب سرگذشت ہے۔ ورنہ اس کے اندر سرشٹی کرم اور قانون قدرت کے تمام مرحلے انسانی زبان میں ادا کئے گئے ہیں۔ قانون وسیع ہے۔ انسان اُسے اپنی زبان میں بیان کرتا ہے۔ اور اپنے طریقہ میں اس کے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ قانون ناقص نہیں ہے۔ ہاں زبان ناقص ہے۔ قانون میں وسعت ہے۔ اور زبان کے ذخیرہ الفاظ میں محدودیت ہے۔ انسان اپنی زبان میں کہتا ہے "سورج نکلا اور سورج ڈوبا" حالانکہ اصل میں نہ کہیں سورج برآمد ہوتا ہے نہ کہیں غروب ہوتا ہے۔ نکلنے اور ڈوبنے کی رعایت صرف انسانی زبان میں مخصوص ہے۔ وہ اس کے سوا اور کہیگا کیا؟ لیکن جنہیں علم نجوم یا جوتش سے واقفیت ہے۔ وہ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ سورج نسبتاً مقامی ہے اور زمین اُس کے اردگرد چکّر لگاتی رہتی ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ زمین نکلتی ہے۔ اور زمین ڈوبتی ہے۔ تو شاید کسی قدر موزون تر ہوتا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے۔ انسانی زبان کے نقص کی وجہ سے کتھا پرسنگ کی عیب جوئی کرنا نادان کج فہموں کا کام ہے۔

اب قصہ سُنو۔ آتما جلکر خاک ہو گئی۔

خاک سے پیدا ہوئی تھی خاک ہی میں ملگئی
خاک سے نکلی تھی پہلے خاک ہی میں پل گئی
خاک کی تھی نسل اب بھی تُو وہ ہے وہ خاک کا
اُس کے اندر جو اثر تھا وہ تھا روح پاک کا

دکش کا یگیہ ختم ہوا۔ شیو جی کی نگاہ جو غُمگنا ابھی تک زمینی تھی اب آسمانی ہو گئی۔ موہ لوبھ کرودھ کام کی طرف سے طبیعت بھر گئی۔ لطیف اہنکار کی صُورت میں جا کر سُرت تمکن ہو گئی۔ کیونکہ وہ وہیں سے برآمد ہوئی تھی اکھنڈ سمادھی لگی۔ یہ سمادھی کیا ہے؟ اہنکار یا خودی کا استغراق کی حالت میں آکر سمتا کو حاصل کرلینا۔ اور رُوحانی بن جاتا ہے۔

مادے میں تبدیلی ہے۔ اور وہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے راکھ میں پانی ملا۔ وہ سیمنٹ بن گئی۔ اور ستی اُما کمائی کرنے پر اور یوگ اگنی سے جلنے پر چونہ کی طرح سفید اور اُجّل ہو کر ہماچل کے گھر پیدا ہوئی۔ بمقابلہ راکھ یا خاک کے چونہ میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ اور وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔ اب وہ مجسم سنگ سخت ہماچل کے گھر پیدا ہوئی۔ چونکہ اس دفعہ پربت کے بطن سے

پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے اُس کا نام پاروتی رکھا گیا۔ اُس میں حد درجہ کی قوت ادراک تھی۔ آتما کی حیثیت میں چاہے ڈبدھا رہی ہو۔ لیکن اب قوت ارادی نے متحد ہو کر خاص قسم کی طاقت حاصل کر لی۔

لڑکی حسین مہ جبین اور نازنین تھی۔ جو اُسے دیکھتا تھا۔ محو ناز ہو کر فریفتہ ہو جاتا تھا۔ وہ سچ مچ حُسن کی دیوی تھی۔ ماں باپ ہمانچل اور مینا دونوں خوش ہوئے ہمانچل یا "ہمالہ" کو تم سمجھتے ہو وہ سخت پتھروں کا نہایت اونچا تودہ ہے۔ جس کے اوپر ہر وقت برف دائمی طور پر جما رہتا ہے۔ اور اُس کی وجہ سے اُس کی سختی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ یہ صیغہ مذکر میں پہاڑ ہے۔ اور "مینا" بھی صیغہ تانیث میں پہاڑی کو بولتے ہیں۔ سنسکرت میں مینا لفظ نہیں آتا۔ یہ ہندی لفظ ہے۔ سنسکرت میں اس کا نام "مینکا" ہے۔ گویا اگر ہمالہ دلی قوت ارادی کے متحد صورت کی مردانہ شکل ہے تو مینکا بھی اُس کی زنانی شکل ہے۔ ان دونوں کے میل سے پاروتی کا ظہور ہوا۔

چھٹا باب

نارد کا پاروتی کو اپدیش

ایک مرتبہ اتفاقیہ نارد رشی کا ہمانچل کی سلطنت میں گزر ہوا

راجہ کے محل میں گئے۔ وہ اپنی رانی کے ساتھ اُن کے پاتوں پر پڑا۔ استتھی گائی۔ پاروتی کا سر اُن کے قدموں پر جُھکا کر عرض کیا "اے عالم الغیب رشی! دیکھو تو سہی اس پاروتی کی قسمت میں کیا ہے۔ اور اس کے ہاتھ کی دکھائیں۔ آپ کی آنکھوں سے ہم زبان ہو کر کیا کہتی ہیں؟"

نارد نے پاروتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بغور دیکھا کہنے لگے "یہ تمام عورتوں میں افضل ہو گی۔ اس کا نام لیکر عورتیں سوہاگ کی خیر و برکت مانگینگی۔ اور تعظیم اور تکریم سے پیش آئینگی۔ یہ دُنیا میں معزز خاتون بنیگی۔ لیکن ایک عیب ہے اس کا خاوند برہنہ مادر زاد مفلس قلاچ! مست مدہوش بھنگ نوش مخمور اور سرشار رہیگا۔ نہ اُس کے گھر نہ دوار! اور اُس کے ساتھی بھی عجیب الخلقت مخلوق ہونگے۔ جن کے دیکھنے سے انسان خوفزدہ ہو جائیگا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کے پنجہ کی ریکھائیں۔ صاف صاف ایسا ہی کہہ رہی ہیں۔

ماں باپ سُنکر بہت دُکھی ہوئے۔ اِن کے جذبہ محبت کا رُخ ہمیشہ اس خواہش کی طرف رہتا ہے۔ کہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر جاکر خوش رہے۔ خوش گذران ہو۔ عورتیں چاہتی کیا ہیں؟ خاوند گھر اور اولاد جس مرد کے پاس زر اور زمین نہیں ہے۔ وہ زن یعنی بیوی کی پرورش کیا کریگا! وہ آب دیدہ ہو گئے

کہنے لگے: "اے نرکالگیہ یوگی! آپ گیانی دھیانی ہیں۔ قدرت میں ہر مرض کا علاج ہے۔ ہر مصیبت راحت کی شکل میں تبدیل کرنے سے تبدیل ہو سکتی ہے۔ کیا ایسی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ کہ یہ میری پیاری اور ننھی لڑکی اچھے بر سے بیاہی جائے۔ آپ سے زیادہ واقفکار کون ہے! آپ کی سمجھ میں آئے تو وہ ترکیب بتلائیے۔ تاکہ ابھی سے اِس حسینہ مہ جبینہ دختر کا دِل اُس کی جانب مایل ہو۔ اور یہ خوش رہ سکے۔"

نارد منی نے غور کیا۔ کہنے لگے: "علاج تو یہ ہے۔ مرض لاعلاج نہیں ہے۔ اور علاج یہ ہے۔ کہ پاروتی ابھی سے شیو کے بیاہ کا مستحکم عہد اپنے دل میں ٹھان لے۔ اور وہ اس قسم کی دلی ریاضت کرے کہ شیو بھگوان کو اِس کی طرف رجوع ہونے کی مجبوری ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ دنیاوی نقطہ نگاہ سے شیو کی صورت اور سیرت سے کراہیت ہوتی ہے۔ لیکن وہ ایک ایسی پاک شخصیت ہے۔ کہ تمام دُنیا کے عیب اُس میں آکر ہنر بن جاتے ہیں۔"

یہ کہکر رشی رخصت ہوئے۔ اور ماں باپ دونوں کو اُداس چھوڑ گئے۔ یہ لڑکی کو نازو نعم سے پالتے تھے۔ لیکن دل میں خیال رہتا تھا۔ کہ آخر یہ کسی بے خانمان اور آوارہ شخص کے

ساتھ بیاہی جائیگی۔ وہ اس فکر میں غلطاں پیچاں رہتے تھے۔ اور یہ رنج اُن کو نہیں چھوڑتا تھا۔

لڑکیاں بالطبع نہایت سمجھ دار ہوتی ہیں۔ ماں باپ کو دکھی دیکھکر ایک دن وہ مینا کی گود میں سر ڈال کر کہنے لگی۔ "رشی جی اُپدیش دے گئے ہیں۔ کہ میں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر تپ کروں"

ماں دھاڑیں مار کر رونے لگی "اے بھوانی! تیرا جسم ریاضت کے قابل نہیں ہے۔ قدرت نے تجھ کو نازک بدن بنایا ہے۔ کنول اور گلاب کی پنکھڑیاں تیری جسمانی نزاکت کے سامنے سخت معلوم ہوتی ہیں۔ کیسے اجازت دوں۔ کہ تو جنگل میں جا کر تپ کرے۔ میرا دل کب اس بات کو گوارا کریگا۔ بہتر ہے تو کنواری رہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکیگا کہ کسی طرح میں جیتے جی تجھے دکھی دیکھوں"

پاروتی نے جواب دیا "تم سچ کہتی ہو۔ ماں کا دل ایسا ہی ملایم دردناک ہوتا ہے۔ لیکن قسمت کے نوشتے کو کیا کرو گی! جو برہما نے لوح جبیں پر لکھ دیا ہے۔ وہ تو اٹل ہے راحت اور خوشی کامیابی اور ناکامیابی کامرانی اور ناکامرانی کے واقعات کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ میں جہاں رہونگی۔ وہ ہمیشہ گھیرے رہینگے۔ اور میں کب گوارا کرنے لگی۔ کہ

اپنے وجود سے تم کو غمگین دیکھوں! انسان کو اپنے ہی ذا
رنج و الم کے بوجھ کیا کم ہیں۔ جو اور شخص اپنی نادانی سے ا
میں اضافہ کرے! اگرچہ میں دراصل اچھی لڑکی ہوں۔ تو بھی مجھے
تمہارے خوش رکھنے کا خیال رہیگا نہ کہ تم میری وجہ سے ر
و غم سے پامال رہو۔ یہ تم جانتی ہو کہ لڑکی کبھی ماں باپ
کے گھر نہیں رہ سکتی۔ خانہ داری کے نظام کی بُنیاد ا
قسم کے قانون پر کی گئی ہے۔ اے میری نیک ماں
جو ہونے والا ہے۔ وہ تو ہو کر رہیگا۔ تو اُسے نہیں ٹال سکتی
ماں باپ جنم کے ساتھی ہوتے ہیں۔ کرم کے ساتھی نہیں
ہوتے۔ تم جانتی ہو لڑکی۔ موتی اور ندی جہاں پیدا ہوتے
ہیں۔ وہاں اُن کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ بلکہ دُور دراز
کی جگہ میں جا کر وہ عروج اور فروغ کی حالت حاصل کرتے
ہیں۔ سمندر میں موتی کی کوئی عزت نہیں۔ اُسے تو سیپ
سے نکل کر کہیں نہ کہیں فروخت ہونا ہے۔ اُبلاتے ہو
چشمہ سے اُبلتی ہوئی ندی چھوٹی دھار بن کر نکلتی ہے۔
سینکڑوں میل کے فاصلے طے کر کے یا جگداز شاخوں۔
خراج لیتی ہوئی دریائے ذخار بن جاتی ہے۔ اسی طرح
لڑکیوں کا بھی حال ہے۔ کوئی لڑکی کبھی اپنے باپ
گھر نہیں رہی"

اگر بینا کے دل میں کچھ ڈھارس بندھی تھی۔ تو اب اس کی بھی بنیاد ہل گئی۔ لڑکی کو گود سے چمٹا کر بلائیں لیتی ہوئی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی " میری پیاری بھولی بھالی بچی! برہما کی عقل پر پتھر پڑ گئے اس نے تجھے حسن صورت اور حسن سیرت کا کمال تو بخشا لیکن اپنی نادانی سے اس نے تجھے شوہر کی محبت کی دولت سے محروم کیوں کیا؟ تو اگر حسن کی نظر سے باکمال ہے۔ تو تجھ میں عقل تمیز بھی اس قدر کثرت کے ساتھ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ اگر سرسوتی دیوی تیری باتوں کو سن لے۔ تو اسے بھی شرمندہ ہونا پڑے۔ میں کیا کروں! ماں کی ممتا عجیب غریب ہوتی ہے۔ دل کو ہوس ہوس کر کیسے رکھوں؟ اس میں سرد مہری نہیں آتی جس قدر سوچتی ہوں۔ اسی قدر یہ ابلنے لگتا ہے" اور اور پھر اس نے رونا دھونا شروع کیا۔

پاروتی نے اپنے آنچل سے ماں کے آنسو پونچھے۔ اور سادگی کے لہجہ میں بھولی بھالی زبان میں بولی " تو ماتاؤں میں سب سے زیادہ نیک ماتا ہے۔ میں تیرے دلی احساس کو خوب سمجھتی ہوں۔ لیکن بھاوی (قسمت) پربل ہے۔ اگر برہما بھی چاہے کہ نوشتہ تقدیر کو میٹ سکے تو یہ اس کی طاقت سے باہر ہے۔ اور سن! ایک بات تجھ سے کہتی ہوں۔ کل رات کے وقت اسی رشی نے مجھے جواب دیا

سمجھایا۔ "پاربتی تو فکر کیوں کرتی ہے! پرتھوی کی عورت کو تو پرتھوی ہی بنتا ہے۔ تیری بھلائی اسی بات میں ہے۔ کہ تو ایکانت میں تپ کرے۔ قدرت میں تپ پہلی چیز ہے۔ یہ ست لوک کے نیچے ہے سنت اس کو بھنور گپھا بولتے ہیں اور اس کا اصطلاحی نام تپ لوک ہے۔ بغیر تپ کے کسی کو آج تک کامیابی ہوئی نہ ہوگی۔ برہما تپ کرتے ہوئے پیدائش کا سلسلہ جاری کرتے ہیں۔ وشنو تپ کے بل سے تمام جگت کا پالن پوشن کرتے ہیں۔ شیو کو تپ ہی یہ طاقت دیتا ہے۔ کہ وہ جگت کے سنگھار کے قابل ہیں۔ شیش ناگ نے تمام پرتھوی کا بوجھ صرف تپ ہی کی وجہ سے اپنے سر پر لے رکھا ہے۔ تو جا کر تپ کر۔ فضول توہمات میں پھنسکر اپنے وقت کو ضایع نہ کر۔ اے بابا! اس رشی کی ہدایت میرے دل میں گھر کر گئی۔ تو خوشی سے اجازت دے۔ کہ میں ریاضت کی زندگی بسر کروں۔ اس کا انجام نیک ہوگا۔ اور آخر میں تو خوش ہو جائے گی"

۵ر اکتوبر ۳۲ء

ساتواں باب

پاروتی کا تپ کرنا

مینا کی روتی ہوئی آنکھوں نے سکوت کی زبان میں اجازت دے دی۔ اور پاروتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لق ودق بیابان اور سُن سان میدان میں اُس نے پتّوں کا چھونپڑا بنایا۔ اُسی میں رہنے سہنے لگی۔ اناج وہاں کہاں ملتا! پہلے اناج کا کھانا چھوڑ دیا۔ درختوں کے گرے ہوئے پھول پھل پر زندگی بسر کرنے لگی۔ شیو بھگوان کا تصوّر دل میں جگہ پاتا گیا۔ اُنہیں کا سمرن۔ اُنہیں کا دھیان۔ اور انہیں کا بھجن رہتا تھا۔ گو وہ اکیلی تھی۔ اور آدم نہ آدم زاد! کوئی اُس کا ساتھی یا غمگسار نہیں تھا۔ صرف شیو جی کا خیال ہی اُس کا ہمدم تھا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ جسمانی طور پر گو اُس کے اور شیو کے درمیان دُور و دراز کا فاصلہ رہا ہو۔ لیکن خیالی طور پر آہستہ آہستہ اُن کے تصوّر کی مورتی دل کے اندر جگہ پاتی گئی۔ پاروتی نے سوچا یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر جب تک جسمانی دیدار نہ ہو تب تک رُوحانی معانقے کی جڑ مضبوط نہیں ہوتی۔ اس نے

پھل پھول کا کھانا بھی بند کر دیا- کتنے دنوں تک ہری سبزی کھا کر رہی- اس شے کو بھی ترک کیا- پانی اور ہوا پر گذارا کرنے لگی- جسم کی لاغر اور نحیف ہو گئی- لیکن دلی طاقت متحد ہوتے ہوتے بہت بڑھ گئی- شیوجی کو بیل پتر پیارے بتلائے جاتے ہیں- اس خیال کے زیر اثر وہ بیل کے پتوں سے اپنی بھوک رفع کرنے لگی- پھر خیال پیدا ہوا- پتوں میں بھی جان ہوتی ہے- اُن کے توڑنے سے درخت کو اُسی طرح کی تکلیف ہوتی ہوگی جیسے انسانی جسم کے رونگٹے اُکھاڑنے سے ہوتی ہے بیل کے سبز پتوں کا کھانا بھی بند کر دیا- جو پتے زرد اور خشک ہو کر زمین پر گرتے تھے- وہی اُس کے راز تہ بنے- پھر یہ غذا بھی چھوٹ گئی- اور اندر ہی اندر دماغ سے اُسے غذا ملنے لگی- اور اُس وقت سے اس کا نام "اُپرنا" (پتوں کی غذا کو بھی ترک کرنیوالی) ہو گیا- دماغ سے غذا اور پانی کیسے ملتا ہے- یہ ایک رُوحانی راز ہے جسے صرف یوگی جانتے ہیں- چونکہ آج کل انسان کا جسم اناج میں رہتا ہے- اور وہ بغیر غذا کے ایک دن بھی نہیں رہ سکتے- انہیں اس رُوحانی غذائیت کی خبر نہیں لگ سکتی-

سمادھی لگ گئی۔ تن و بدن کی سُدھ بُدھ جاتی رہی۔ اور پاروتی بے حس و حرکت ظاہرا پتھر کی مورتی نظر آنے لگی۔ اس کے گھٹ کے آکاس کا دروازہ کھُل گیا۔ اور اس طرح کی اکاس باقی زور شور کی صدا کے ساتھ گوش زد ہوئی "اے ہماچل کی نیک اور دھرماتما لڑکی! جا! تیری دلی مُراد بر آئی۔ شیو کی طاقت نہیں ہے۔ جو اب تجھ سے مُنہ موڑ سکیں! اے مولا دھار کنڈلنی کی شکتی! تُو سب میں افضل ہے۔ آج تک کسی رشی مُنی دیوی دیوتا اور گیانی دھیانی نے ایسا تپ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ تو مجسم شکتی ہے۔ اور وہ تجھ سے اپنے تپ کا بل عاریت لیتے ہیں۔ اس برہمہ بانی کو سُنکر جب تیرا باپ بُلانے آئے چپکے اُٹھکر اس کے ساتھ چلی جانا۔ حیلہ حوالہ یا عذر معذرت کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی!!

پاروتی کے دل میں خیال آیا۔ کہ کہیں یہ اُس کے دل کی بہکانے والی آواز نہ ہو۔ پھر آسمان کی کھڑکی کھُل گئی۔ دُوسری آواز آئی "اس صوت سرمدی آواز آسمانی اور صدائے یزدانی کو غلط نہ سمجھ! جب سپت رشی تجھ سے ملنے آئیں تو اُن کی آمد کو کامیابی کی یقینی علامت سمجھ کر تیرے دل کو کامل یقین ہونا چاہیئے"

دل بھر آیا۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور پاروتی

نے خوش ہو کر آنکھ کھولی۔ اُس کے ہر چہار طرف خیر و برکت کا منظر وسعت کے ساتھ نظر آنے لگا

دُنیا میں خیال کی بڑی طاقت ہے۔ لوگ کہتے ہیں نظام خلایق میں حکمت اور چالاکیاں کام کرتی ہیں۔ میں کہتا ہوں دُنیا میں خیال کی حکومت ہے۔ لوگ انسان کی قدرومنزلت کو نہیں جانتے۔ یہ اشرف الخلایق خاص قسم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جس وقت کسی مضبوط خیال پر اڑ جاتا ہے۔ اس کا خیال زمین اور آسمان کو ہلا دیتا ہے۔ اور ہر چہار طرف اسی خیال کے عملی نظارے کثرت کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں۔ دُنیا کیا ہے؟ خیالی ہے۔ اس کے تمام کاروبار خیالی ہیں۔ ایک خیال کا سمندر ہے۔ جو ہر وقت لہراتا رہتا ہے اور اُسی کے خیالی تموج کے سلسلہ میں ہر قسم کے تماشے ہونے لگتے ہیں۔ رنگ رُوپ نام نشان سب کے سب خیالی ہیں۔ لوک لوکانتر سب کی دُنیا دخیال کے اوپر موقوف ہے ضرورت صرف اتنی ہے کہ ایک زبردست خیال دل پر مسلط اور حاوی ہو جائے۔ پھر وہ تختہ ہستی کے ہلا دینے میں اور اس کی حالت تبدیل کرنے پر قادر ہو جائیگا۔

پاروتی کے تپ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام دُنیا تپ کی

دھاروں سے بھر گئی ۔ جہاں دیکھئے گیان دھیان کا چرچا ہے جہاں سنئے یوگ اور تپ کی باتیں ہو رہی ہیں ۔ کام کرودھ لوبھ ۔ موہ ۔ اور آہنکار کی دھاریں دب گئیں ۔ اور تمام دنیا بھگتی بھاؤ اور پریم سے بھر گئی ۔ اور دل کو کون کہے شیو بھگوان اُما کے ستی ہو جانے کے بعد سمادھی لگا کر بیٹھے تھے ۔ یہ تپ ایسا عالمگیر ہوا کہ اس نے ان کی سمادھی کو بھی گھنا کر دیا جب پانی برسنے لگتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بارش ہی کی جگہ پر نمی رہتی ہے ۔ بلکہ پانی کی رطوبت اور طراوت ہر چہار طرف دوڑ جاتی ہے ۔ جیٹھ کے مہینہ میں جب ہر گسر انکشتر اُودے ہوتا ہے ۔ آسمان پر بادل آنے لگتے ہیں ۔ چاہے پانی برسے یا نہ برسے خشک تنکوں تک کے اندر نمی دوڑ جاتی ہے ۔ اسی طرح کسی ایک منفرد انسان کا خیال جس وقت عالمگیر اثر لیکر محیط کل ہو جاتا ہے ۔ سب جگہ پھیل کر خاص قسم کا اثر دکھا دیتا ہے ۔

اٹھواں باب

سپت رشیوں کا پاروتی جی کے پاس آنا

شیو بھگوان سمادھی میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ برہما کا آشن

ڈگمگا رہا ہے۔ اکاس بانی کے بعد قدرت کے دیوی دیوتاؤں کے درمیان کھلبلی مچ گئی۔ اُس کے زیر اثر سپت رشی پاروتی کے پاس امتحان لینے کی غرض سے پہونچے۔ ان رشیوں کی سات قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) سروت رشی (۲) کانڈرشی (۳) پرم رشی (۴) مہرشی (۵) راج رشی (۶) برہمہ رشی (۷) دیورشی۔

ان سپت رشیوں کی سات تعداد ویدک نظر سے یہ ہے (۱) ماریچی (۲) اتری (۳) انگرس (۴) پولست (۵) پولہا (۶) کراتو (۷) وششٹ۔

یہ دراصل قدرت کے سات ستارے ہیں۔ جو کھلی ہوئی آنکھوں سے ہر وقت نظام عالم کے واقعاتی راز کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ اور اس پر اسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ جس طرح سورج چاند منگل بدھ برہسپتی شکر اور شنی اپنے خاص اثرات سے موجودات کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ یہ سپت رشی بھی سات ستارے ہیں۔ جو انسانی وجود میں اکثر مجسم ہو کر امتحان اور ازمائش کے فرض کو بھی انجام دیتے ہیں۔

پورانک نقطہ خیال سے ان رشیوں کے نام چھد گنی۔ وسشٹ وسوامتر وغیرہ بھی کہے جاتے ہیں۔

سپت رشی اس پتو بھومی پر آئے جس پر پاروتی مجسم تپسیا لیتی ہوئی اپنے خیال میں محو ہو رہی تھی۔ برہمہ کی اکاس

بانی سُننے کے بعد اُس کی آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں اور اُن میں خاص قسم کی سُرخی کے ڈورے دوڑ گئے تھے۔ رشیوں نے آکر پوچھا "اے گرجا شیل کماری! تو کس غرض سے تپ کر رہی ہے؟ کیا چاہتی ہے؟ اس تپ کا مقصد کیا ہے؟ کیونکہ مقصد کے بغیر انسان کوئی کام نہیں کرتا ہے۔

سُر نر سنی کی یا ہی ریتی

سوادکھ لائے کریں سب پریتی"

رشیوں کے پُر اسرار بات کو سُنکر پاروتی دل میں شرما گئی لڑکی تھی۔ لڑکیاں فطرتاً شرمیلی مزاج کی ہوتی ہیں۔ اور خاص کر جہاں شادی بیاہ کا خیال آتا ہے۔ زبان کھولنے سے اُنہیں انکار ہوتا ہے۔ تاہم اُس نے دل کو ضبط کر کے شرم و حجاب کے ساتھ مسکراتے ہوئے جواب دیا "اے بزرگو! آپ سے کیا کہوں؟ عورت ہوں۔ عورتیں ہمیشہ ہٹیلی ہوتی ہیں۔ یہ جب ہٹ پر آجاتی ہیں کسی کی نہیں سُنتیں۔ میرے دل کا بھی یہی حال ہے۔ ہٹ پر اڑ گیا ہے۔ عقل اور تمیز کھو بیٹھا ہے۔ یہ آکاس میں ہوائی قلعہ بنانا چاہتا ہے۔ اور بغیر پر کے اُڑنے کا خواہشمند ہے۔ نارد جی نے گورو کی حیثیت میں ہدایت کی کہ تم شیو جی کے لئے تپ کرو۔ میں نے اُن کے کلام کو سچ سمجھا اور دل کے اندر یہ خیال

موج زن ہو رہا ہے۔ کہ شیو بھگوان مجھے اپنی اردھنگنی بنائیں۔ رشی زور سے قہقہہ مار کر ہنسے" واہ وا! آخر پتھر کی لڑکی پتھر ہی کی طرح پتھر جیسی عقل والی تو ہو گی! اے پاروتی! تو صرف ہماچل پربت کی لڑکی نہیں ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ ایک نارد! دوسرے اُن کا اُپدیش کڑوا کریلا۔ اور پھر نیم چڑھا! جو شخص اس نارد کی بات کو مان جاتا ہے۔ اس کا گھر دم کے دم میں اُجڑ جاتا ہے۔ پھر نہ وہ اِدھر کا ہوتا ہے نہ اُدھر کا ہوتا ہے۔ تو پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ کیا تو نے نہیں سُنا کہ اس نارد نے جب دکشش کے لڑکوں کو تعلیم دی تو پھر وہ لوٹ کر گھر نہیں گئے۔ ہرن کشیپ کا گھر اس نے کس طرح دیکھتے دیکھتے برباد کر دیا۔ جو لوگ چاہے وہ مرد ہوں خواہ عورت اس نارد کی بات سُن لیتے ہیں۔ اُن کی دولت لُٹ جاتی ہے مفلس ہو جاتے ہیں عزت اور نیکنامی خاک میں رل جاتی ہے۔ بے آبروئی اور بے حُرمتی نتیجہ ہوتی ہے۔ نارد کپٹی مُنی ہے۔ دیکھنے میں اُس کی صورت بھولی بھالی ہے لیکن جس طرح سونے کے پیالہ میں زہر بھرا ہوا اُسی طرح اُس کے ظاہرا پاک جسم کے دل کے اندر کدورت بھری ہوئی ہے۔ تو سخت نادان ہے جو نارد کی باتوں پر یقین کرتی ہے۔ کیا تو نہیں جانتی کہ شیو نے

شرم اور حیا ہیں۔ معاشرتی تہذیب کے قانون سے منحرف ہو کر برہنہ مادرزاد وحشیوں کی طرح گھومتے پھرتے رہتے ہیں نہ اُن کے گھر ہے نہ دُوار ہے۔ نہ عقل ہے نہ تمیز ہے نہ آگے پیچھے کوئی رہتا ہے۔ ساتھ ہی بھوت پشاچ اور بیتال ہیں۔ سانپ تمام بدن سے لپٹے رہتے ہیں۔ بھلا ایسے شوہر کے ساتھ بیاہے جانے پر تجھے کیا سکھ مل سکتا ہے اٹھگ نے تجھے بہکا دیا! اور تُو سیدھی راہ کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ پر جا رہی ہے۔ تُو نے یہ ضرور سُنا ہوگا۔ کہ پہلے شیو نے اُما نامی عورت کے ساتھ شادی کی تھی۔ بہانے بہانے اُس نے دکش کی یگیہ میں اُسے برباد کرا دیا اب عورت نہیں رہی۔ سکھ سے سوتے رہتے ہیں۔ بیفکری ہے ہاتھ میں انسانی کھوپڑی لیئے ہوئے بھیکھ مانگتے ہیں۔ اور جو کوئی کچھ دیدیتا ہے اُسی پر گذارہ کرتے ہیں جب بھیکھ نہیں ملتی تو بھنگ اور دھتورہ پی کر خواہ راکھ گھول کر پی جاتے ہیں۔ بھلا ایسے بے پرواہ اور ننگے مرد کے گھر میں کیا کوئی عورت کبھی ٹھہر سکتی ہے!"

"ہم لوگ ہمدرد دل رکھتے ہیں۔ ہمدردی کے خیال سے تیرے پاس آئے ہیں۔ اگر ہماری نصیحت مان لے تو ہم تیری شادی وشنو سے کرادیں۔ وہ مجمع الصفات

ہیں۔ اُن میں ہزاروں خوبیاں ہیں۔ وید اُن کی مدحت سرائی کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا گھر بیکنٹھ میں ہے۔ جہاں ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان بھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بات آسان ہے۔ ہم وشنو کو دم کے دم میں راضی کر سکتے ہیں۔ کہو! کیا منظور ہے؟"

پاروتی مسکرائی "آپ سچ کہتے ہیں۔ پتھر کی لڑکی جب ہو گی پتھر ہی ہو گی۔ کبھی پتھر نے بھی اپنی ہٹ چھوڑی ہے اگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ مگر پتھر تو پتھر ہی رہیگا گو اس پتھر سے سونا پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی اتنا ہٹیلا ہوتا ہے کہ جلائے نہیں جلتا ہے۔ ہیرے جواہرات بھی پتھر سے نکلتے ہیں۔ ان پر گھن برستا ہے۔ لیکن کیا اُن کی سختی کو صدمہ پہنچتا ہے! وہ جیسے کے تیسے بنے رہتے ہیں۔ میں ہماچل کی لڑکی ہوں۔ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنی فطرت کے خلاف کام کروں۔ گھر چاہے بسے یا اجڑے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے"

"اے رشیو! آپ ماضی۔ حال۔ استقبال کی سمجھ رکھتے ہیں۔ کیا کسی سچے مُرید نے آج تک گورو کے حکم سے خلاف ورزی کی ہے۔ جس کو گورو کے بچن پر اعتبار نہیں ہوتا اُسے سدھی شکتی کبھی نہیں ملتی۔ میں آپ کی ہم خیال

ہو کر مانتی ہوں - کہ شیو میں عیب ہے - اور وشنو میں بیشمار خوبیاں ہیں - لیکن فطرت کے خلاف کیسے کام ہو - عیب والے ہمیشہ با عیب سے ملینگے - ہنر والے ہنرمند کا ساتھ دینگے اگر شیو میں عیب ہیں تو سمجھ لیجئے مجھ میں بھی عیب ہے - اگر عیب نہ ہوتا تو باعیب کی محبت کی کشش مجھ میں کیسے ہوتی ! شیو کو اصل میں میں نرگن سمجھتی ہوں - وہ نیکی اور بدی ہر دو قسم کی خوبیوں سے پاک صاف ہیں - میں آپ کے کہنے کی وجہ سے اُنہیں باعیب تسلیم کرتی ہوں - اور اپنے آپ کو بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں - ہر شخص اپنے پیدائشی جذبات کے موافق کام کرتا ہے - جو جیسا ہوتا ہے - اس سے تعلق رکھنا پسند کرتا ہے -

پانی تہِ خاک کو رواں ہے
کو شعلہ کی سُوئے آسماں ہے

یہ کہکر پاروتی نے زبان بند کر لی - رشی حیرت اور استعجاب کی نظر سے اُس کی تمتماتی ہوئی شکل کو کچھ دیر تک دیکھتے رہے -

پاروتی نے پھر زبان کھولی " اے رشیو - کاش آپ پہلے آکر مجھ سے ملتے تو میں آپ کے تعلیم کو قبول کرتی اب میں نے اس جنم کا جوا شیو کے لئے ہار دیا - ہار سے

ہوئے آدمی کی نظر عیب اور ہنر پر نہیں رہتی۔ عقل اور تمیز کی قیمت لگ چکی۔ وہ بک بکا گئے

نہیچ وہی آپ کو اپنے خواہشمند دلدار ہیں"

وہ پھر کچھ دیر کے لئے چپ ہو رہی۔ رشیوں کی زبان نہیں کھلی۔ تب پھر پاروتی نے مسکرا کر انہیں خطاب کیا۔ "نیک بخت رشیو! اگر آپ بھی میری طرح ہٹیلے ہیں۔ اور آپ کو شادی اور بیواہ کرانے کی لت پڑ گئی ہے۔ تو دنیا میں ہزاروں بر اور کنیا ہیں۔ جائیے۔ تلاش کیجئے۔ تماشے دیکھئے دکھائیے۔ میرے پیچھے کیا پڑے ہیں؟ میں آپ سے سچ سچ کہتی ہوں۔ ایک جنم پر کیا موقوف ہے۔ میں ہزاروں جنموں تک اپنی ہٹ کو نہیں چھوڑوں گی۔ مروں گی کھپوں گی۔ بار بار مر مر کر جنم لونگی شیو بھگوان کا خیال ایک دم کے لئے میرے دل سے جدا نہیں ہوگا۔ کنواری رہنا پسند ہے۔ لیکن شیو جی کے سوا میں کسی کو بھی اپنی شوہری میں قبول نہ کروں گی۔ اور ساتھ ہی آپ اپنے کو آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔ اگر خود شیو بھگوان جو میرے معراج تمنا ہیں۔ اگر ہدایت کریں کہ نارد کے اپدیش کو چھوڑ دو تو یہ مجھ سے کبھی نہیں ہوگا۔ اور ایک مرتبہ نہیں چاہے وہ ہزاروں مرتبہ کہیں۔ گورو کے بچن کے مقابلہ میں میں کبھی ان کے بچن

کو نہ مانونگی۔ میں کو دل مرید ہوں۔ جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ جو ہونے کو تھا۔ ہو چکا۔ اب آپ کا کہنا سُننا بے سود اور بے بہبود ہے۔"

رشی پاروتی کا کلام سُنکر دنگ رہ گئے۔ زبان پر سکوت کا قفل لگ گیا۔ پاروتی نے پھر اپنی زبان کھولی آپ بولتے کیوں نہیں؟ چُپکی کیوں سادھ رکھی ہے؟ آئے تھے سمجھانے بوجھانے کیلئے اجتھینے جتانے کے لئے! میں تو جو کچھ کہنا تھا کہہ چُکی۔ اگر آپ کو اور کچھ کہنا ہے تو کہئے میں سُننے کے لئے تیار ہوں۔"

پاروتی کے سچے پریم کو دیکھکر رشیوں کا دِل بھر آیا۔ اس کی تحریک سے بولنے کے لئے اُنہیں پھر دوبارہ زبان مِل گئی۔ بولے "اے پاروتی! تیری جے ہو۔ اے بھوانی! تُو دھنیہ ہے! کس میں طاقت ہے۔ کہ تیری مدحت سرائی کرے! یا تیری مہما کا گیت گائے! تُو مایا ہے۔ اور شیو برہم ہیں۔ تم دونوں جگت کے ماں باپ ہو۔ ہم صرف بھگتی کا سبق لینے آئے تھے۔ اب رخصت کی اجازت ہو۔"

پاروتی مُسکرائی۔ رشیوں نے تعظیم کے ساتھ اُسے نمسکار کیا۔ اور اُلٹے پاؤں واپس چلے گئے۔

۶ اکتوبر ۳۲ء

نواں باب

شیوجی پر کامدیو کا حملہ آور ہونا

سپت رشی اکاس کی طرف جانے کے عوض ہماچل کے محل کی طرف گئے۔ وہاں پہنچکر اُسے پاربتی کے گھر لانے کی ہدایت کی۔ پھر یہ شیوجی کے پاس پہنچے اُن کی سمادھی ٹوٹ چکی تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ رشی پہنچے باہمی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ شیوجی نے بیٹھنے کو آسن دیا خیریت پوچھی۔ رشی بولے "بھگوان! خیریت تو آپ کے قدموں میں ہے۔ خیریت نہ ہوتی تو قدموں کا درشن کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔ ہم صرف یہ خبر سُنانے کی غرض سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ کہ ہماچل کی لڑکی پاربتی نے برسوں آپ کے لئے تپ کیا اور برہما نے اُسے بردان دیا ہے کہ وہ شیو کے ساتھ بیاہی جائیگی۔ بس اب دیوتاؤں کو اس بات کا انتظار ہے کہ وہ آپ کی شادی کا اُتسو دیکھیں۔ سورج اور چاند کا ملاپ ہو۔ اور دُنیا میں ہر چہار طرف خوشی اور مسرت کے نظارے چاروں طرف نمایاں ہو جائیں۔" شیوجی ترکالگیہ ہوگئے ہیں۔ باطنی نظر کو پھیلا کر اپنے

دل کے اندر آنا ہے لے کر پاروتی جی کے حالات تک نقش و نگار دیکھ لئے۔ اور پریم میں اس قدر مگن ہو گئے۔ کہ رشی دل سے رخصت کرنے کا بھی خیال دل سے جاتا رہا وجد کی حالت طاری ہوئی بیخودی آ گئی۔ سفلی انانیت (اپا) کو ہیچ کر گیا۔ اور وہ روحانیت کی انانیت (اپا) کے دریا میں مستغرق ہو گئے تن بدن کی خبر نہیں رہی۔ رشی کیا کرتے مست اور مجذوب فقیر ہر کس نکار ور چلتا ہے۔ یہ چپکے سے نمسکار کر کے اُٹھے اور اپنا راستہ لیا اور ادھر جو سمادھی کا تار بندھا وہ ہیتوں اور برسوں تک ٹوٹنے میں نہیں آیا۔

دُنیا جانتی ہے۔ کہ شاید دیوتاؤں کی جماعت شانتی اور سلامتی سے رہتی ہو گی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ خدا کی خدائی میں جہاں متضاد صورتیں ہاتھا پائی کرنے میں مصروف رہتی ہیں وہاں شانتی کیسی؟ ان میں بھی ایک دوسرے کا حسد اور بغض رہتا ہے۔ کم از کم راکشس تو ہمیشہ ان کے خلاف رہتے ہیں ہر وقت ہاتھا پائی کی دھوم مچی رہتی ہے۔ اور دیو لوک دیو اسر سنگرام کی جگہ بنا ہوا لڑائی بھڑائی کے اکھاڑے کا نظارہ دکھاتا رہتا ہے۔

جس وقت شیو کی سمادھی لگی۔ اسی وقت دُنیا میں تارک

راکشس کا ظہور ہوا۔ یہ بڑا اقبالمند اور خوش نصیب تھا۔ سب جتنے لوک اور لوک پتی تھے۔ سب مفتوح اور مسخر ہو کر اس کے قبضہ اقتدار میں آ گئے۔ دیوتا بھاگے بھاگے پھرتے تھے ان کو رہنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ تارک کو بر تھا کہ کوئی اس پر غالب نہ آ سکیگا۔ یہ سب ملکر واویلا مچانے لگے اور برہما کے پاس فریادی ہوئے۔

برہما نے ان کی خستہ حالی اور پریشانی دیکھ کر کہا۔ سنو! تدبیر کرو۔ قدرت میں نہ داد ہے نہ فریاد ہے۔ رونے گانے سے کام نہیں چلتا۔ ہاتھ پاؤں مارنے کی ضرورت ہے۔ اور تدبیر یہ ہے کہ اُما جلکر ستی ہو گئی۔ اس نے ہماچل کے گھر میں جاکر جنم لیا ہے۔ اگر اس پاروتی کے بطن سے کوئی لڑکا پیدا ہو تو وہ اس تارک راکش پر فتحیاب ہو گا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ شیوجی اٹل سمادھی لگا بیٹھے ہیں۔ ان کو پاروتی کے ساتھ شادی کرنے کا خیال تک نہیں ہے۔ اور جب تک ان کے دل میں شہوت (کام) کا جذبہ نہیں پیدا ہو گا وہ پاروتی سے شادی نہ کرینگے۔ پس صلاح یہ ہے کہ تم کچھ نہ کرو صرف کام دیو کو اس بات کی طرف مائل کرو کہ وہ شیوجی کے دل کے اندر داخل ہو کر جوش کی حالت پیدا کر دے تب تمہاری بہتری ہو گی جہاں شیوجی بیٹھے ہوئے ہیں خود جاکر ان سے درخواست

کرونگا کہ پاروتی کو اپنے عقد نکاح میں لائیں۔ اور تمہارا کام بنجائیگا۔" دیوتاؤں نے برہما کا شکریہ ادا کیا۔ صلاح معقول تھی۔ کاربند ہونے کی کوشش میں لگے

دیوتا خود غرض ہیں۔ سوائے اپنی بھلائی کے انہیں اور کسی بات کا خیال نہیں رہتا ہے۔ یہ وقت پر ذلیل سے ذلیل کام کرنے پر امادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کام دیو کی استتنی کا نغمہ گانے لگے۔ وہ ہاتھ میں پھولوں کے تیرو کمان لیکر پرگٹ ہوا۔ دیوتاؤں نے اپنی بدحالی کا واقعہ کہہ سنایا۔

کام دیو نے غور سے اُن کی باتیں سُنیں اور ہنس کر کہنے لگا "شیو جی کی مخالفت میرے لئے نہایت خطرناک نتیجہ پیدا کریگی۔ لیکن پھر بھی میں تمہارا کام کردوں گا۔ ویدوں کا حکم ہے۔ کہ انسان کو پراُپکار کرنا چاہیے۔ جو دوسروں کی اصلاح اور فلاح میں مرجاتے ہیں۔ سنت ہمیشہ اُن کی تعریفیں کیا کرتے ہیں۔ میں ضرور ہلاک کردیا جاؤنگا۔ تاہم تم کو زندگی ملیگی۔ اس لئے مجھے انکار نہیں

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جیئے
جیتا ہے وہ جو مرچکا انسان کے لئے

خود غرض دیوتا تو اپنا مطلب پورا کر کے چلتے بنے اور کام دیو (شہوت کا دیوتا) ہاتھ میں پھولوں کا تیر و کمان لئے ہوئے شیو کی سمادھی توڑنے کی جانب مائل ہوا۔

کام دیو نے سوچا کہ اب مرنے کیلئے چل رہا ہوں۔ مرونگا ضرور مرونگا لیکن مرتے مرتے شیو جی کی سمادھی کو توڑ دونگا آخر میں بھی تو دنیا میں کوئی زبردست طاقت ہوں۔ جب سب مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اپنا کام کرتے ہیں تو میں نے کیا قصور کیا ہے۔ کہ شیو جی پر اپنی زور آزمائی نہ کروں۔ دیکھوں تو سہی کس طرح میرا اثر اُن پر غالب نہیں آتا۔ اور اُن کا جپ تپ بھنگ نہیں ہوتا!

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پر آتے ہیں
سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں
جنہیں ہمت خدا نے دی نہیں گھبراتے وہ ہرگز
ہمیشہ کام کی دھن میں وہ جان اپنی گنواتے ہیں
یہی ہے زندگی کا لطف اور اس کو زندگی سمجھو
ہے جن میں زندہ جانی جان پر اپنے کھیل جاتے ہیں

یہ سوچ کر اس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور اس دل کے اندر سے ہزار دل شکلوں میں شہوت کی دھاروں کے دریا

اُمڈ آئے اور تمام دُنیا اُس کے زیر اثر آ گئی۔ خاکی۔ بادی۔ آبی آتشی۔ مخلوق تک کو اس کا لوہا ماننا پڑا۔ انسان حیوان جمادات نباتات اور معدنیات تک میں جوش آ گیا۔ جب تپ بھاگ نکلے دھرم کرم روپوش ہو گئے۔ سب کا برہم چریہ خاک میں مل گیا۔ گیان وگیان کا دم کے دم میں خاتمہ ہو گیا۔ جسے دیکھئے اُس کے سر پر شہوت کا بھوت سوار ہے۔ ویدوں نے پہاڑ کے دروں میں جا کر پناہ لی۔ سب شد شاستروں کا پڑھنا لکھنا بھول گئے۔ سارے عالم میں کھلبلی مچ گئی۔ شہوت کے جذبہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے! عورت اور مرد سب بے حجاب بن گئے۔ اُبلتی ہوئی ندیوں کو جو جوش آیا تو سمندر سے ہم بستر ہونے کی خواہش میں سیلاب کی صورت میں اُڑتی ہوئی چل نکلیں۔ چھوٹے چھوٹے تالاب اُمڈ کر باہم گرہم آغوش ہونے لگے۔ لتائیں درختوں سے اس طرح چمٹیں کہ کوئی اُن کو اُن سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔ کہتے ہیں چکور اور چکوری رات کے وقت جدا جدا رہتے ہیں۔ لیکن کام کے دیوتا نے اس طرح اِن پر جادو کیا کہ وہ رات اور دن ساتھ ساتھ رہنے لگے۔ دیوتا راکشس بھوت بیتال سب کے سر پر شہوت کا جن بیباکی کے ساتھ کھیلنے لگا۔ یوگی تپسوی مُنی گیانی اور دھیانی اپنے مقصد کو بھول گئے۔ اور عورتیں اُن کی

معراج تمنا بن گئیں۔ جو برہمہ درشی تھی اور برہمہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے تھے۔ اب اُن کی نگاہ میں ساری دُنیا مجسم عورت نظر آنے لگی۔ اور عورتوں کی نگاہ میں تمام عالم مجسم مرد بن گیا۔

یہ حالت صرف دو گھڑی تک تھی۔ اور دو گھڑی کے درمیان کام دیو نے سب کچھ کر دکھایا۔ شیو جی کے اوپر نظر ڈالی۔ جی میں تو ڈرا کہ ایس تپسوی پر حملہ کرنا آسان نہیں ہے۔ پھر بھی دل کو مضبوط کیا۔ اور اپنی خیالی طاقت سے بسنت کے موسم کو پیدا کر دکھایا۔ چاروں طرف کثرت کے ساتھ خوشنما پھول کھل گئے۔ اور پرند منڈلاتے ہوئے اُن پر ناچنے اور گانے لگے۔

ٹھنڈی خوشبودار ہوا کے جھکولے آہستہ آہستہ بہنے لگے سب کے دل کانپ اُٹھے۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آنے لگا اور جتنے جنس تذکیر و تانیث تھے آپس میں بے حجابی کے ساتھ رلنے ملنے لگ گئے۔

کام دیو نے سب کچھ کر دکھایا لیکن شیو جی کی سمادھی نہیں ٹوٹی اور اُن پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تب وہ غصہ میں آکر آم کے درخت پر چڑھ گیا۔ جس کے قریب شیو جی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تیزی کے ساتھ اُن کے دل کی طرف پیہم علی التواتر

پھولوں کے تیر مارنے لگا۔ آخر شیو جی بھی اُس کے زیر اثر آہی گئے۔ اور کیوں نہ آتے؟ کون سا ایسا وجُود ہے جس کے اندر شہوت کا جذبہ نہیں ہے۔ پانی تو جب رجوع ہوگا۔ نشیب کی جانب ہی رجُوع ہوگا۔ بےچین ہو گئے دل کے اندر اضطراب اور انتشار کی کیفیت پیدا ہوئی۔ سوچنے لگے۔ کیا وجہ! پہلے تو کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی۔ پھر آم کے درخت کی طرف نگاہ گئی دیکھا کہ کام دیو دشمن کی طرح اُن کے دل کے اندر پھولوں کے تیر برسا رہا ہے۔ اُسے دیکھ کر اُنہیں غصہ آگیا تیسری آنکھ جسے شیو نیتر۔ رُدر نیتر۔ رُدراکش (رُدر کی آنکھ) اور تیسر انل کہتے ہیں کھل گئی اور اُس سے غضبناک آتشی دھار نکلی جس نے کام دیو کو درخت ہی پر جھُلس کر خاک سیاہ کر دیا۔ پھر تمام عالم میں شور محشر برپا ہُوا۔ دیوتا ڈرے کیونکہ شہوت سے خالی ہو گئے شہوت کا جذبہ مر گیا۔ راکشس خوش ہوئے "چلو اچھا ہُوا! اب یہ مقابلہ پر نہ آئیں گے۔ شہوت پرست بیتاب و بے طاقت ہو گئے۔ ہاں! سادھو اور یوگی بیشک اس حالت سے خوش ہوئے۔ کیونکہ اب انہیں شہوت کے موذی دشمن کے پنجہ سے نجات مل گئی۔

رتی دیوی جو اس کام دیو کی عورت ہے اُسی وقت شیو کے سامنے آئی اور ہاتھ باندھکر کہنے لگی "ناتھ! آپ نے یہ

کیا کیا؟ میرے شوہر کو مار دیا۔ میں بیوہ ہو گئی۔ کیا آپ کا یہ دھرم تھا کہ ایک ابلا استری پر اس قدر ظلم کرتے۔ آپ ہی فیصلہ کیجئے کس کی ہو کر رہوں؟ کہاں جاؤں؟ نہ کوئی ہمدرد ہے نہ مددگار ہے نہ غمگسار ہے" یہ کہہ کر رونے لگی۔ شیو بھگوان کو بہت جلد رحمت آجاتی ہے۔ بولے "سن رتی! تیرا شوہر آج سے اننگ ہو گیا۔ اب وہ لطیف جذبہ کی صورت میں رہیگا۔ جس وقت یدو بنس میں کرشن کا اوتار ہوگا اور وہ پرتھوی کا بھار اتارنے کیلئے پرگٹ ہونگے اُس وقت تیرا شوہر اُن کے گھر میں پیدا ہوگا اور وہ مجسم اوتار دھارن کریگا۔ جیا! صرف تھوڑے دنوں کی جدائی ہے۔ اگر تیرے شوہر نے مجھ پر تیر نہ چلایا ہوتا تو وہ نہ مارا جاتا۔"

دسواں باب

شیو بھگوان اور پاروتی جی کی شادی

شیو جی کام دیو کے بھسم کرنے کے بعد کیلاس کی چوٹی پر مرگ آسن بچھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ دیوتاؤں کی جماعت اُن کے پاس پہنچی۔ شیو جی نے پوچھا "کہو کیسے آئے ہو؟" یہ بولے "دیو آپ نے کام دیو کو ہلاک کیا لیکن رتی کو بر دے دیا کہ وہ از سر نو زندہ ہوگا۔ یہ آپ نے نہایت اچھا کیا۔ بڑوں کی یہی عادت

ہوتی ہے پہلے وہ غصہ کرتے ہیں خواہ وہ سزا دیتے ہیں پیچھے پچھتاتے ہیں اور رحم سے پیش آتے ہیں"۔

"پربھو! ہم دیوتاؤں کی یہ خواہش ہے کہ لوگ آپ کے بیواہ کا اتسو دیکھیں۔ پاروتی نے آپ کیلئے بہت تپ کیا ہے اب اُسے اپنی خدمت میں قبول کیجئے"۔

شیوجی مسکرائے "بوڑھے کہتا ہے۔ لوگ دیکھیں تماسے تم اچھے اور تمہاری خواہش اچھی! بہت خوب ایسا ہی ہوگا"۔

دیوتاؤں نے خوش ہو کر اُن پر پھول برسائے اور جے جے کار کی صدا بلند کی۔

تب سپت رشی ہماچل کے گھر گئے لیکن سب سے پہلے پاروتی سے ملے اور طعنہ کی زبان میں اُس سے کہا: دیکھا نہ تمہیں آسمان کی خبر ہے نہ زمین کی اور ہم نہیں جانتے تم نے اس خبر کو سُنا بھی ہے یا نہیں۔ شیوجی نے کام کو بھسم کر دیا۔ اب کہو تمہاری بیواہ کا کیا لطف ہوگا! پہلے تو وہ بے شرم برہنہ مادرزاد مفلس قلاچ یست مجنونہ! اور خاک دھول میں لوٹنے والا تھا اب بے شہوت یعنی نامرد ہو گیا۔ غضب ہے کیا تم ہیجڑے کے ساتھ شادی کرو گی۔ ہم نے تم کو بہت سمجھایا لیکن نارد کے بہکانے میں پڑ کر تم نے ہماری بات نہیں سُنی۔ لو اب تمہارا تپ یوں ہی رائگان

گیا - اور جس عہد پر تم قائم تھیں اُس کی بھی جڑ کٹ گئی "

پاروتی مسکرائی "واہ وا! تم نے بھی کیا اچھی اُپج کی لی ہے۔ اور گیان دھیان کی کیسی اچھی تمہیں سمجھ ہے! تم نے سمجھ رکھا تھا کہ شیو بھگوان شہوت پرست شخصیت ہیں - ان میں پہلے شہوت پرستی کا نقص تھا - اب وہ اُس سے پاک صاف ہوئے ہیں ہیں تو انہیں ہمیشہ سے اکامی اور شہوت کے مرض سے بری سمجھتی آرہی ہوں - میں تو جیسی ہوں ویسی ہوں - ہماچل کی لڑکی کا وصف یہی ہونا چاہئے - کہ اُس میں پتھر جیسی سختی ہو لیکن میں دیکھتی ہوں کہ تمہاری عقل پر بھی پتھر پڑ گئے ہیں - تم کہتے ہو - شیو جی نے کام کو جلا کر خاک کر دیا - تمہیں اس نادانی کی بھی حد ہے - اُن کی ذات پاک کام کرودھ - لوبھ - موہ - اہنکار سے ہمیشہ بری تھی - آگ کی خاصیت یہی ہے جو اُس کے قریب جاتا ہے جلکر خاک ہو جاتا ہے - ممکن ہے نادان کام دیو نے اپنی کم عقلی کے زیر اثر شیو بھگوان کا امتحان لیا ہوگا - اُن کے پاس جاتے ہی اُن کے تپ کی آگ سے آپ جھلس کر مر گیا آگ کے قریب برف بغیر پگھلے ہوئے کیسے رہ سکی - زہر کھا کر کون شخص زندہ بچ سکتا ہے! بدنصیب کام دیو کی قسمت میں یہی بدا تھا - شیو کی مخاصمت اور مقابلہ کا بدلہ اُسے ملنا یا نہیں ملتا! "میں نے من بچن کرم سے شیو بھگوان کے لئے تپ کیا ہے

وہ فضل و کرم کے سمندر ہیں۔ رحم دل ہیں۔ کبھی ممکن نہیں کہ وہ میرے خیال کی تائیدی تعظیم نہ کریں۔ جیسے جس کے ساتھ پریم اور تعلق ہوتا ہے وہ اُس سے ملکر رہتا ہے۔ اور محبت کی کشش کی دھار اُسے زبردستی کھینچ بلاتی ہے۔ اور وہ بے بسی کے ساتھ کھچا ہوا چلا آتا ہے۔ کام نے دشمنی کی تھی۔ اور میں تو محبت کا دم بھرتی ہوں۔ تم دیکھو گے کہ وقت پر شیوجی خود بخود آکر میرے ساتھ اُلفت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ میرے پیچھے کیا پڑے ہو؟"

رشی بولے۔ "شفیہ ہے پاروتی تمہاری ہمت اور استقلال پر! آفریں ہے۔ تمہاری ثابت قدمی اور قوت ارادی پر! ہم تو تمہارا امتحان لینے آئے تھے اور امتحان میں تم پوری اُتریں" یہ کہا اور اس دیوی کو صدق دل سے نمسکار کرکے ہماچل کے پاس آئے۔"

رشی ہماچل سے بولے "شیوجی کی سمادھی ٹوٹ گئی۔ اب تم شادی کے کاروبار میں لگو۔ وہ پاروتی کے بیاہنے پر رضامند ہیں لیکن تم نے سنا ہوگا۔ کہ شیوجی نے غضب ڈھا دیا۔ کام دیو اُن کے پاس گیا تھا۔ اُسے اُنہوں نے اپنی ایک غضبناک نظر سے ایسا جھلس دیا کہ وہ مر گیا۔"

ہما چل خوش ہوا۔ لیکن کام انگ کے جلنے کے واقعہ کو سُنکر اُسے فکر بھی ہوا۔ رشیوں نے کہا "فکر کی کوئی بات نہیں ہے شیو جی نے رتی کو بروان دیا ہے کہ اُس کا شوہر کرشن کے کُل میں دوبارہ جنم لیگا۔ اور رتی سے ملیگا"

جوتشی بُلائے گئے۔ ساعت تجویز کی گئی اور وید کے طریق کے مطابق لگن دھرائی گئی۔ تمام دیوی دیوتاؤں کے نام نوید کے خط لکھے گئے۔ اور سپت رشیوں نے یہ خوشخبری کے خط دیوتاؤں کے پاس پہنچا دیئے۔ اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ برہما نے جب خط نوید کو پڑھا۔ اُن کے دل کی کلی خوشی سے کھل گئی۔ اُنہوں نے دیوتاؤں کو مبارکباد دی کہ "لو! تمہاری مراد بر آئی۔ اب شیو جی اور پاربتی کے ملاپ سے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ راکششوں پر غالب آکر تم کو فتح و نصرت دلائیگا" یہ خوش ہو کر خوشی کے پھول برسانے لگے اور تمام آکاس منڈل ان کی خوشیوں کی راگ کی صدائے گونج اُٹھا۔

شادیانے بج رہے ہیں۔ راگ رنگ کی محفلیں ہر چہار طرف آراستہ ہو رہی ہیں۔ دیوتا اپنے بوانوں کو سجا رہے ہیں اور اپسرائیں منگل راگ سُنا رہی ہیں۔ ہر چہار طرف مبارک

شگون کے نظارے نظر آ رہے ہیں۔ اور دیوتا اس بات پر تُلے ہوئے ہیں۔ کہ یہ شادی ایسی دھوم دھام سے رچائی جائے جو اپنی آپ نظیر ہو۔ اور آسمان کی آنکھوں نے کبھی ایسی تقریب نہ دیکھی ہو۔

ادھر بھوت بیتال راکشس اور پشاچ یوگنی سنکنی ڈاکنی وغیرہ کے گروہ میں خاص قسم کی مسرت کا جوش پیدا ہوا۔ وہ محبت کے زیر اثر آ کر شیوجی کا شرنگار کرنے لگے۔ سر پر جٹا جوٹ کو باندھکر اُسے تاج کی شکل کا بنایا۔ اُس کے سہرے کی شکل میں سانپ بچھو اور کنکھجوروں کے طرے لٹکائے گئے پیشانی پر چمکتے ہوئے چندرماں کا تلک دیا گیا۔ سر سے گنگا کی دھار زور شور کے ساتھ بہنے لگی۔ جیسے شادی کے موقعہ پر لوگ گلاب کیوڑہ وغیرہ عطریات کے فواروں سے کام لیتے ہیں۔ بالیوں کی جگہ اُن کے دونوں کان کی سوراخ میں پتلی پتلی ناگنیں زیور کی طرح پہنائی گئیں۔ تن پر بھبھوت رمائی گئی اور تین سفید ناگوں کا جینؤ کندھے میں ڈال دیا گیا۔ گلے کی زینت کھوپریوں کی منڈ مالا سے تھی۔ اور ساتھ ہی اُن کے نیلے حلق کا رنگ ایسا چمک اُٹھا گویا وہ شلیم کا کنٹھا پہنے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ سواری میں نادیا بیل دیا گیا۔ ہاتھوں میں

ترشول اور ڈمرو لیئے ہوئے شیو جی بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیل پر سوار ہوئے۔ جس کی پیٹھ پر زین اور کاٹھی تک نہیں تھی۔ لکھنے والے یہ نہیں لکھتے ہیں کہ آیا اُن کے ہاتھوں میں بھنگ پینے کھوپری کا پیالہ بھی تھا یا نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ شیو جی کے ساتھ رہتا ہے۔ سب سے زیادہ تعریف اُن کی تین کھُلی ہوئی آنکھوں کی تھی۔ جو بھنگ اور دھتورہ کے نشے کی وجہ سے انگاروں کی مانند سُرخ ہو رہی تھیں۔

بارات ہماچل کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ وشنو گرڑ پر بیٹھے برہما ہنس پر سوار ہوئے۔ لوگ منزل بمنزل چلے جا رہے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتے جا رہے ہیں "بھائی! جیسا حسین یہ دولہا ہے اس کے قابل شاید ہی کوئی خوبصورت دُلہن نصیب ہوگی!!"

وشنو نے مسکرا کر لوگوں کو ہدایت کی "دیکھنا! تم اپنی جماعت کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں قائم کرنا۔ تاکہ لوگوں کو تمیز کرنے کا موقع ملے۔ کہ شیو جی کی بارات کی خاص رونق ہم لوگوں سے اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ بھوت اور بیتالوں کی موجودگی سے ہے" شیو بھگوان وشنو جی کے طعنہ اور تشنیع کی باتوں کو سُنکر دل ہی دل میں مسکرائے۔ موقع جواب دینے کا نہیں تھا اور ایسی تقریب کے وقت شائستہ اور مہذب دولہا کو

زبان کھولنے کی قسم ہوتی ہے۔ تاہم اُنہوں نے سینگ دل کا نرسنگھا پھونکا۔ اُس کی آواز سُنکر تمام بھوت پریت اپنی اپنی جماعت لئے ہوئے اکٹھے ہو گئے اور بھگوان کے قدموں میں جھُک کر اداب بجا لانے کے بعد بڑی سج دھج کے ساتھ اُن کے ارد گرد حلقہ مار کر شریک بارات ہو گئے۔

عجیب قسم کی بارات تھی۔ اور عجیب قسم کے باراتی تھے کسی کے آنکھ نہیں ہے اور کسی کسی کے کئی آنکھیں ہیں۔ کسی کے پاؤں نہیں ہیں۔ وہ رُنڈ مُنڈ کی طرح لُڑھکتا ہوا جا رہا ہے اور کسی کے ہزاروں پاؤں ہیں کسی کسی کے جسم کی ہڈیوں کے تار اس طرح نمایاں ہیں کہ ہر شخص آسانی سے گن سکتا ہے کہ کس کے تن پر گوشت اور پوست کا نام نشان نہیں ہے۔ کوئی اتنا لحیم شحیم ہے کہ ہاتھی بھی اس کی جسامت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سب کے بدن پر ہڈی اور کھوپریوں کے زیور آراستہ ہیں کوئی کتوں پر سوار ہے کوئی سووروں پر کسی کی ران کے نیچے گیدڑ ہے۔ اور کسی کی سواری میں بھینسے۔ ارنے پاڑھے اور چیتے ہیں۔

لاکھوں قسم کے بھوت! رنگ برنگ کی وضع قطع۔ کوئی اگر ان کا مفصل بیان کرنا چاہے۔ تو وہ کیسے کر سکتا ہے۔

یہ ناچتے گاتے اور دھوم مچاتے تھے۔ اُن کی بولیاں بھی

عجیب و غریب تھیں۔

سُر کی خبر نہ تال کی تھی
ڈھولک بھی عجیب چال کی تھی
سارنگی کے تار سب تھے بکھرے
سازندے چلے برات نکھرے

کوئی شخص آدمیوں کی کھوپریوں کی جھانجھ بجا رہا ہے کسی کے ہاتھ میں مُردے کی ہڈی کی ٹھٹھری ہے۔ وہ اُس کو پیٹ رہا ہے۔ اور گو یہ تماشا عجیب و غریب تھا۔ مگر حقیقت اور مزے سے خالی نہیں تھا۔ جیسا دولہا ہوتا ہے۔ ویسی ہی اس کی برات ہوتی ہے۔ پُرانوں نے شیو جی کو کال اور سنگھار کرتا کا نام دے رکھا ہے۔ اگر اُن کی جماعت اس قسم کی ہے۔ تو حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے! ذرا غور کرنے سے بآسانی اس راز کا پتہ مل جائیگا۔

تم نے بارات کا حال تو سُن لیا اب ہماچل نے جس طرح اپنے یہاں تیاریاں کیں۔ اُس کا بھی تذکرہ سُن لو۔ ہماچل (ہمالہ پہاڑ) دُنیا میں سب سے بڑا شاندار پہاڑ ہے۔ وہ پہاڑوں کا بادشاہ ہے۔ اُس نے اپنے تمام ہمجنسوں کو دعوت دی۔ سمندر۔ ندی۔ نالے۔ تالاب۔ چھوٹے اور موٹے پہاڑ سب کے سب

شادی میں شریک ہونے کیلئے آئے۔ ان کی نیرنگی خاص خاص نوعیتوں سے خالی نہیں تھی۔ کسی پربت کی چوٹی پر دائمی برف کا تاج رکھا ہوا ہے۔ کسی کا سر بالکل برہنہ تھا۔ اُن کے جسم پر مختلف قسم کے درخت رونگٹوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ اور رنگ برنگ کے کھلے ہوئے پھول اس طرح معلوم ہوتے تھے۔ گویا وہ اس جشن میں شرکت کیلئے نہایت اچھے لباس سے ملبوس ہو کر آئے ہیں۔ ندیاں ہر ہر کرتی ہوئی خاص قسم کا راگ آلاپ رہی تھیں۔ جنگل جو نوبید میں آئے تھے ان کے درختوں پر پرندوں کی جماعت خوش الحانی سے چہچہا رہی ہے۔ کنوئیں تک شادی کی تقریب میں بلائے گئے تھے۔ برہما ہماشیل کی خوبصورت تیاریوں کو دیکھ کر شرما گئے۔ انہیں اتنی دور کی نہیں سوجھی تھی وہ اپنی رچنا کو بھول گئے۔

جابجا چھوٹے چھوٹے خوبصورت درختوں کے پتّے ہل جل کر نیدن وار کا تماشہ دکھا رہے ہیں۔ عجیب قسم کا دلفزا منظر ہے۔ ہیرے جواہرات کی کانیں۔ اپنی چمک و دمک سے رشتہ کھگوان کے جنیتی مالا کو بھی شرمندہ کر رہی ہیں۔ تاڑ و دار کے درختوں کے جھنڈے جابجا نصب ہیں۔ اور ہوا کے جھونکے سے اُن سے جو کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ وہ جھانجھ اور مردنگ سے مشابہ ہے۔ بھوت تو بھوت ہوا بہتی ہے

آندھی آتی ہے۔ پانی برستا ہے۔ بجلی چمکتی ہے۔ سیلاب آتا ہے۔ یہ سب مناظر صرف ہمالے سے مخصوص ہیں۔ اور پھر سر بفلک کشیدہ پہاڑ کی چوٹیوں پر جو دائمی برف کی لمبی لمبی ٹوپیاں رکھی ہوئی ہیں۔ سورج کی چمک سے قوس قزح کے رنگوں کا تماشہ دکھاتی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مادر قدرت (جگدمبا پاربتی) نے ہماچل کے گھر میں جنم لیا ہے۔ مادر قدرت کی خوبصورتی کا سہانا ترانہ کون شاعر چھیڑ سکتا ہے۔ یہ دنیا میں خوبصورتی کے نظارے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں۔ اور جمادات نباتات۔ حیوانات معدنیات۔ انسان اور دیوی دیوتاؤں میں نظر آتے ہیں۔ یہ سب اُسی کے عطیات ہیں۔ مادر قدرت حُسن کی سچی دیوی ہے۔ مخلوق اُس کی اولاد ہے۔ جس طرح اولاد کو ماں باپ کی جسامت قامت اور حُسن کا حصّہ ملا کرتا ہے۔ اُسی طرح اُس نے فیاضی کے ساتھ تمام عالم کو اپنے فیض کا حصّہ دے رکھا ہے۔ ردھی سدھی شکتی دولت عزت حرمت عقل اور ذہانت سب اُس کے دست کرم کے ٹکڑے ہیں۔ جو سیر چشمی کے ساتھ دُنیا کی مخلوق کو عطا کئے گئے ہیں۔

جب بارات شہر کے قریب پہونچی دُھوم مچ گئی۔ لوگ استقبال کے لئے دوڑے۔ گھر والے جب پہاڑ۔ ندی۔ تالاب۔ درخت پتھر

اور کنکر وغیرہ تھے آپہونچے۔ سب سے پہلے دیوتاؤں کی لشکر سے ملے۔ ندیوں نے اُن گرمی کے مارے ہُوئے مخلوق پر گلاب پاشی کی طرح خوشبودار فوّاروں سے ننھی ننھی بوندیں برساکر اُن کو ٹھنڈا کر دیا۔ درختوں نے پھول برسائے۔ پہاڑوں نے ہیرے اور جواہرات نثار کئے۔ دیوتا خوش پوشاک خوش اخلاق اور خوش تمیز تھے ان سے ملکر سب کے سب خوش ہوئے لیکن جب شیو بھگوان کی جماعت کی پیشوائی کیلئے گئے۔ تو سب کے سب خوفزدہ ہوگئے۔ بھوتوں کو دیکھ کر کس کے دل پر ہیبت نہیں طاری ہوتی! جو لوگ سن رسیدہ اور بالغ تھے۔ گو اُن کے پاؤں بھی اکھڑ تو گئے۔ لیکن وہ ٹھہرے رہے۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے ایسے ڈرے کہ اپنی اپنی جان لیکر بھاگ نکلے ہانپتے کانپتے ہوئے گھر پہنچے۔ ماں باپ نے بارات کی کیفیت پوچھی۔ ان کا کلیجہ کانپ رہا تھا۔ بولنا چاہتے تھے لیکن زبان کھلتی نہیں تھی۔ ہاتھ پاؤں میں لغزش تھی بمشکل سنبھلے اور اپنے خیالات ظاہر کرنے لگے "یہ بارات ہے یا موت کی فوج ہے! اور دولہہ تو مخبوط باولا بنا ہوا بیل پر سوار ہے باراتی عجیب سج دھج کے ہیں۔ سب کی صورتیں خوفناک ہیں ہم کو گھروں میں چھپا دو۔ موت کا سامنا ہے۔ یہ سب کو کھاجائیں گے۔ اگر خوش قسمتی سے زندہ بچے تو بہت شادیاں دیکھینگے

اس بارات سے ایشور بچائے۔ باز آئے ان بھوتوں کی بارات
دیکھنے سے" اور کمسن بچے اپنی ماتاؤں کی گود سے چمٹ رہے۔
ان سب نے شیوجی تعریف سُن رکھی تھی۔ اور اُن کے سماجیوں
کے حالات سے واقف تھے ہنسنے لگے لڑکوں کو سمجھایا "ڈرو نہیں
یہ ہمارے گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں۔ مہمان کسی کو نہیں ستاتے"

حسب رسم پیشوائی مروجہ طور پر ادا ہو چکا۔ بارات دروازہ پر پہونچی
مینا نے آرتی سجائی۔ اور خوبصورت عورتوں کے جھنڈ کو ساتھ
لئے ہوئے دہلیز پر کھڑی ہوئی۔ عورتوں کے سر پہ پانی کے
کلس تھے۔ اور مینا کے ہاتھ میں آرتی کی سُنہلی تھالی تھی۔ جب
اُس نے اپنی گھونگھٹ کی اوٹ سے شیو کی صورت دیکھی۔ گھبرا
گئی۔ دل پر خوف غالب ہوا۔ آرتی کون اُتارتا بھاگ کھڑی ہوئی
اور بارات جنواسے کی طرف واپس آئی۔ جہاں اُن کے آرام
وآسائش کا سارا سامان کثرت کے ساتھ مہیا کیا گیا تھا۔

مینا کے سر پر دُکھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ پاروتی کو گود سے چمٹا کر
رونے لگی "جس برہما نے تم کو ایسا حسینہ بنایا۔ اُس نے تمہارے
لئے ایسا باؤلا اور دیوانہ بر کیوں تجویز کیا۔ آخر میں نے اُس کا کیا
بگاڑا تھا! کلپ ترو درخت میں ببول کے پھل کیسے لگے! اُس

ہیں تو میٹھے پھل لگنا چاہئے۔ چلو! تم کو لیکر پہاڑ پر سے گرتی ہوں یا سمندر میں ڈوب کر جان دیتی ہوں۔ یہ بارات اُلٹے پاؤں چاہے لوٹ جائے اور خاندان کی بے عزتی ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہائے! میں نے نارد کا کیا بگاڑا تھا۔ جس نے میرے بسے ہوئے گھر کو اُجاڑ دیا! میری کمسن بھولی بھالی بیٹی کو ایسا اُپدیش کیوں دیا کہ وہ اس باولے کیلئے تپ کرنے لگ گئی اور یہ دولھا کیا ہے! یہ تو مجسم باولا اور سڑی سودائی نظر آتا ہے۔ ننگا! دھڑنگا! نہ گھر نہ بار! نہ دھن نہ دھام! نارد نے بُرا کیا نارد کے خود کوئی اولاد نہیں ہے۔ بانجھ کو کیا خبر کہ کس درد اور مصیبت سے اولاد پیدا کی جاتی ہے''

موقع اور طرح کا تھا۔ تاہم پاروتی نے اپنی ماں کو دبی ہوئی زبان میں سمجھایا۔ ماتا جی! جو ہونا تھا ہو چکا۔ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی۔ کس نے آج تک پیشانی کی تحریر کو محو اور منفک کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے! اگر قسمت میں باولا دولھا لکھا ہوا ہے تو پھر سیانا دولہا کہاں سے مل سکتا ہے نہ برہما کو بُرا بھلا کہو نہ نارد جی کی مذمت کرو۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور مُفت میں بدنامی کا ٹیکا تمہارے ماتھے پر لگیگا۔ اس سے بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کرو۔ اور قسمت

P.T. Mohanlal.

کے تماشوں کو دیکھتی چلو"۔

اتفاق وقت! اُسی وقت نارد رشی سپت رشیوں کی منڈلی ساتھ لئے ہوئے آپہونچے۔ دیکھا۔ مینا کی آنکھیں آنسو سے ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔ بولے "مینا! کیا تو سچ مچ باولی بن گئی ہے! تو نے پاروتی کو اپنی لڑکی سمجھ رکھا ہے۔ اور شیو جی کو باولا مجذوب او گھڑ مان لیا ہے! اس غلط فہمی کا بھی ٹھکانا ہے! سُن! یہ پاروتی پرکرتی ماتا ہے تمام دُنیا کو اس کا بال بچہ سمجھو اور شیو بھگوان برہمہ کی ذات ہیں۔ پہلے پاروتی اُما کے نام سے دکش کے گھر میں پیدا ہوئی تھی تب بھی شیو جی سے بیاہی گئی تھی۔ ستی ہو جانے پر تیرے گھر جنم لیا۔ اب سوائے شیو کے تو اُسے اور کسے دیگی! قدرت تو ہمیشہ قادر کے ساتھ رہیگی۔ شکتی کو شیو سے کس نے جُدا کیا! اور مایا کو برہمہ سے کس نے علیحدہ کر دکھایا! دل کو فضول وسوسات سے پاک کر قُدرت ہمیشہ قادر کے ساتھ رہتی ہے۔ اور پاروتی شیو سے کبھی آج تک جُدا نہیں ہوئی۔ یہ تماشے مادیت کی تبدیلیوں کے منازل ہیں"۔

مینا نے آنچل سے اپنے آنسو پونچھے۔ نارد کے پاؤں پڑکر اپنے قصوروں کی معافی مانگی۔

رات کے وقت شیو اور پاروتی کا بیاہ ہوا۔ وہ انسانی نظریں

انسانی قاعدہ کے موافق دولہا دولہن بنے۔ برہما جی نے پروہت بن کر پانی گرہن کے رسم کو ادا کرایا۔ لیکن ان سب سے پہلے گنیش جی کی پوجا کا رسم ادا کیا گیا۔ تم سوال کرو گے۔ کہ گنیش جی تو پاروتی کے لڑکے ہیں۔ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اُن کی پوجا کیسے ہوئی۔ جواب یہ ہے۔ قدرت میں نہ کوئی جنمتا ہے نہ مرتا ہے۔ یہ جتنے دیوی دیوتا ہیں قدرتی طاقتیں ہیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ چونکہ مادّہ کا عالم تبدیلی پذیر ہے۔ اس واسطے اُس کے زیر اثر یہ طاقتیں بھی شکل بدل بدل کر موقع کی موزونیت کے ساتھ اپنی ہستی کا تماشہ دکھاتی رہتی ہیں۔

شادی کے بعد بارات کی عام دعوت ہوئی۔ ہماچل پہاڑ نے کس تپاک اور مدارات کے ساتھ اُنہیں کھانا کھلایا ہوگا یا کس کس قسم کے کھانے مہمانوں کے سامنے پیش کرنے کا انتظام کیا ہوگا۔ اُس کی نہ ہمیں خبر ہے۔ نہ کسی اور کے نوشتہ جات میں اُن کا پتہ ملتا ہے۔ تاہم قیاس غالب ہے۔ کہ ہماچل نے مختلف اقسام کے پھل پھول کندمول جڑی بوٹی ساگ پات کی دعوت دی ہوگی۔ جو اُس کی سلطنت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور برف کا ٹھنڈا پانی پلایا ہوگا۔ کیونکہ برف اُس کے یہاں کثرت سے رہتی ہے۔ اسی رعایت سے اُس کا نام

ہمالے (برف کا گھر) کہا جاتا ہے۔
شادی ہوگئی۔ برادری رخصت ہو ہو کر اپنے اپنے گھر گئی۔
"دولہا دولہن لے سہے بھنگی پڑی برات"
اور پاروتی کو اپنے ساتھ بیل پر سوار کر کے شیوجی مہاراج نے کیلاس کا راستہ لیا۔ جہاں وہ دونوں اس ویرانہ میں بھوت بیتال کے ساتھ رہتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رلتے ملتے ہیں۔ اور اب تک اُسی حیثیت میں اُن کی زندگیاں کے کاروبار ہو رہے ہیں۔

تشریح

شیو۔ کلیان برہم روپ۔
پاروتی۔ مادر قدرت۔ مادہ کی صورت
نندی بیل۔ شیو کا واہن اُس کا دل
بھوت۔ قدرتی عناصر۔ اکاس۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی۔
بیتال۔ بڑا تال اور سُر۔ قدرتی آوازوں کی آلاپ
کیلاس۔ سنسکرت مادہ کیل (خوشی) اور ''اس'' (ہونا) جہاں خوشی ہو۔ اور خوشی سے زندگی بسر ہو اُس کا نام کیلاس ہے۔
چونکہ شیو سنگھار کرتا ہیں اور مہاکال کی مورتی ہیں۔ اس لئے

اُن کی لشکر بھوتوں کی ہوتی ہے۔ اور جو کچھ اِس کہانی میں لکھا گیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ بلکہ لفظ بلفظ صحیح ہے۔ کتھا پرسنگ میں روحانیت کے سبق کی تعلیم دی گئی ہے

گنیش۔ مُولا دھار شکتی کی کثیف مادیت کے موکل جہاں سے طاقت کا پہلا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے اُن کی پوجا سب سے پہلے کی جاتی ہے۔ وعلیٰ ہذالقیاس۔

۱۱ اکتوبر ۳۲ء

گیارہواں باب

گنیش جی اور سوامی کارتک

جس آدمی کے دل میں پریم اور وشواس ہے۔ وہ تمام دُنیا میں سب کا پیارا ہو جائیگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی زندگی کامیابی کی زندگی ہو گی۔ جس کے اندر پریم یا محبّت نہیں ہے۔ اس میں نفرت کدورت دشمنی اور حسد وغیرہ کے جذبات رہینگے۔ اس واسطے کسی حالت میں بھی اسے ہر دل عزیزی کی حیثیت نہیں ہو گی۔ وہ ہمیشہ برائی کی کمائی کرتا رہیگا۔ اور نیکی کے راستے میں آنے میں سخت دشواری ہو گی۔ اس سے نیکی کی کمائی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جس کے اندر وشواس نہیں ہے وہ لاکھ کرم دھرم کا فقیر بنا رہے اپنی زندگی کو کبھی کامیاب نہیں کر

سکیگا۔ بلکہ ہمیشہ زندگی بھر ٹھوکریں کھاتا رہیگا۔ سبب اس کا یہ ہے کہ وشواس انسان کی قوت ارادی کو پختہ کرتا ہے۔ اور چونکہ اس کا وشواس پکا ہوتا ہے۔ جس کام کو ہاتھ لگائیگا۔ اُسے پورا کرد کھائیگا۔ یہاں تک کہ اگر وہ مٹی کو چھوئیگا۔ تو وہ مٹی بھی سونا بنجائیگی انسانی زندگی کی کامیابی کا دارومدار وشواس اور قوت ارادی پر ہے۔ کہا گیا ہے "وشواسم پھل دائکم" وشواس ہی پھل دینے والا ہے، وشواس کبھی نشپھل نہیں جاتا۔ وشواسی آدمی کے حصّہ میں کال اور کرم کے جھکولے کم آتے ہیں۔ یا بالکل نہیں آتے۔

سیوک کے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ کہ وہ وشواسی بنے۔ اگر وشواس نہیں ہے تو وہ سیوک بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سیوک کی تعریف وشواسی ہونا ہے۔ اس لئے بانی کہتی ہے۔

آس کر گورو کی دیا کی ہو نراس نہ تو کبھی
جو نراس ہُوا سمجھ لے گورو کا داس نہ تو کبھی

سیوک کبھی ناامیدی کا شکار نہیں ہوتا۔ اور امید کی روشنی کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اگر وہ کرموں کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو آخر میں امید اور وشواس سے اس کی تکلیفوں کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔

اور اصلی خوشی اس کے حصّہ میں آتی ہے۔ کہا گیا ہے۔

صاحب کے دربار میں کمی وستو کی نا ہیہ

بندہ سوچ نہ پاوہیں چوک چاکری ماہیہ

یعنی اس دُنیا میں کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ مالک کا خزانہ بھرپور ہے۔ لیکن سیوک اس اصول کو نہ سمجھتے ہوئے اپنی سیوا بھاؤ میں کمی رکھتے ہیں۔ یا وشواس کے پاتر نہیں بنتے۔ ان کو نہ مالک کے موج کی سمجھ آتی ہے۔ اور نہ موج کی خوشیاں ان کے حصّہ میں آتی ہیں۔

اس موقع پر پریم اور وشواس کے متعلق میں تم کو بچوں کی کہانی سناتا ہوں۔ کہانی کے سننے سے اصلیت کی سمجھ اچھی طرح آجاتی ہے۔ ویسے اگر فلسفہ کی بات کہی جائے تو کم لوگ سمجھتے ہیں۔

شیو بھگوان اور پاروتی جی کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام گنیش اور دوسرے کا نام سوامی کارتک تھا۔ دونوں کم سن تھے۔ اور ماں باپ دونوں ان کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ دُنیا میں میل ملاپ اور پریم سے رہنا سیکھو۔ مالک پر پورا وشواس رکھو یعنی پریم کا راستہ اختیار کرو۔ اور وشواسی بنو۔ بچوں نے ماں باپ کی نصیحت کو قبول کیا۔ لیکن بچے بچے ہی ہوتے ہیں۔ اچھی

طرح پریم کے مضمون کو نہیں سمجھ سکے- اور اس واسطے دوسرے موقعہ پر اور طریقہ سے اِن کے سمجھانے کا اہتمام کیا گیا-

دونوں لڑکوں کے ہاتھ میں دو چاقو آ گئے- چاقو پا کر بہت خوش ہوئے- اور کیلاش پربت کی چوٹی پر کھیلتے ہوئے چھوٹے پودوں کے شاخوں کو اور پتوں کو کاٹنے لگے- لڑکوں کی عادت ایسی ہی ہوا کرتی ہے-

جب ان کا کھیل کود ختم ہوا- دو تین گھنٹے کے بعد بھوکے پیاسے ہو کر ماں باپ کی طرف رجوع ہوئے- شیو اور پاروتی آسن جمائے ہوئے مرگ چھالے پر بیٹھے ہوئے تھے- لڑکے آئے- دونوں کو نمسکار کیا- دونوں نے اِن کو دعائیں دیں "پھولو- پھلو- اور خوش رہو"-

جب وہ بیٹھ گئے- پاروتی نے دبی ہوئی زبان سے اپنے لڑکوں سے کہا "دیکھو بچّو! آج تم نے بڑا ظلم ڈھایا"

دونوں لڑکے سہم گئے- پوچھنے لگے "کیا قصور کیا؟"

پاروتی نے جواب دیا "تم دونوں کے ہاتھ میں چاقو تھے اور آج تم نے مجھے زخمی کر دیا- اور میرے جسم سے خون کے فوارے جاری ہیں"

لڑکے یا تو پہلے ڈرے ہوئے تھے- اب اور بھی زیادہ ڈر گئے- کہنے لگے "ماتا جی ہم نے کوئی ایسا نامناسب کام نہیں

کیا۔ ہم کبھی کچھ تکلیف نہیں دیتے۔ اور پھر تم تو ہماری ماتا ہو۔ تم کو کیسے ستانے لگے؟"

پاروتی مسکرائی۔ بولی:" ذرا میری پیٹھ تو دیکھو!"

اب جب لڑکوں نے پاروتی کی پیٹھ کو دیکھا تو اس کی تمام پیٹھ زخموں سے بھری ہوئی تھی۔ جابجا چاقوؤں کے تراش خراش سے سارا زخم چھلنی ہو گیا تھا۔ اور اس سے خون ٹپک رہا تھا۔

پاروتی کی دردناک حالت دیکھ کر دونوں لڑکے رو پڑے اور کہنے لگے:" ہم دونوں میں سے کسی نے تیری پیٹھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ کسی اور نے تیری پیٹھ کو زخمی کیا ہوگا!"

پاروتی نے جواب دیا:" بیٹو! تم کو سمجھ نہیں ہے۔ شیو تمہارے باپ سارے جگت کے پتا ہیں۔ اور میں صرف تمہاری ماتا نہیں ہوں۔ بلکہ سارے جگت کی ماتا ہوں۔ یہ جگت جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے۔ جس میں انسان۔ حیوان چرند۔ پرند۔ جنگل۔ ندی اور نالے ہیں۔ یہ سب کے سب میرے ہی روپ ہیں۔ تم نے اپنے چاقوؤں سے ننھے پودوں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ وہ میرے ہی روپ تھے۔ ان کو جو صدمہ پہنچایا گیا۔ اُن کے نشان میری پیٹھ پر موجود ہیں۔ تم کو تعلیم دی گئی کہ سب کے ساتھ پریم کرو

کسی کو دُکھ نہ دو۔ کیونکہ سب میں میری ہی جان ہے۔ سب کے بدن میرے ہی بدن ہیں۔ جو لوگ پرانیوں کو ستاتے ہیں۔ وہ مجھ کو تکلیف دیتے ہیں۔ جیسے تم میری اولاد ہو اُسی طرح یہ ساری رچنا کے جیو جنتو بھی میرے ہی بال بچے ہیں۔

دونوں بچوں نے ہاتھ باندھ کر اپنے قصوروں کی معافی مانگی اور وعدہ کیا۔ اب کبھی کسی کو تکلیف نہیں دیں گے۔ اور اگر یہ سچ مچ تیرے ہی روپ ہیں۔ تو سب کے ساتھ پریم اور محبت کا برتاؤ کرینگے۔" پاروتی نے کہا۔ "ہاں بیٹو! یہ جگت میرا ہی روپ ہے۔ میں ایک بیٹھی ہوئی سروویشی ہوں۔ جیسے سورج ایک جگہ دکھائی دیتا ہے۔ اور سب جگہ پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح شیو اور پاروتی ستری اور پُرش کے بھیس میں رہتے ہوئے سروویاپک شکتی ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں صرف اس شریر میں ہوں۔ بہت اچھا ہوا۔ کہ آج تم نے پریم کے اس سبق کو میری زبان سے سُن لیا۔ گو مجھے تکلیف تو ہوئی۔ لیکن آیندہ کے لئے تم سنبھل کر رہو گے سنبھل کر رہنا اور سب کے ساتھ پریم کرنا۔ یہ سب سے بڑا دھرم ہے۔ "اہنسا پرمو دھرمہ" یعنی ہنسا نہ کرنا ہی سب سے بڑا دھرم ہے۔" ہنسا کہتے ہیں دل آزادی کو۔ کسی کو

دُکھ نہ دو۔ نہ کسی کو ستاؤ۔ من بچن اور کرم کو اپنے قابو میں رکھو۔ اور تم سچے دھرماتما ہوگے"۔ دونوں لڑکے ماتا کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور اہنسا کا ورت دھارن کیا۔ اُس وقت سے دُنیا میں اس کا رواج شروع ہُوا۔ اور دھرماتما آدمی بھُول کر بھی ہنسک نہیں ہوتے۔

یہ پریم کا سبق تھا۔ جو پاروتی نے ہنستے اور مُسکراتے ہوئے اپنے دونوں بچّوں کو دیا تھا۔ اور ایک مثال پریم کی بطور خود کافی ہے

دوسرا سبق وشواس کا ہے جس کے اندر ہر شخص کی زندگی کی بُنیاد ہے۔ دیوتاؤں کے درمیان ایک موقعہ پر اس بات کا جھگڑا ہوا۔ کہ کسی شخص کو اُن کا سردار بنایا جائے جلسے کئے۔ پنچایتیں ہوئیں۔ لیکن کوئی شخص فیصلہ نہیں کر سکا کہ کس دیوتا کی اولاد کو سرداری بخشی جائے۔ آخر بہت ردّ و کد اور بہت مباحثہ کے بعد یہ بات طے پائی کہ پاروتی کے کسی لڑکے کو سردار بنایا جائے۔ اور سب سے پہلے اس کی پوجا کی جائے۔ سب اس کا دم بھریں۔ اور بلا اس کے حکم کے کوئی کام نہ کرے۔ لیکن مشکل یہ تھی۔ کہ شیو بھگوان کے دو لڑکے تھے ایک دوسرے سے لائق فائق تھے۔ دیوتا کیلاش کی چوٹی پر

جہاں شیو اور پاروتی رہتے تھے۔ پہنچے۔ کھلا ہوا اسید ان اکف دست فرستان! نانڈیا میں بیٹھا ہوا سامنے جگالی کر رہا تھا۔ پاروتی جی شیو بھگوان کا پاؤں دبا رہی تھیں۔ رات کا وقت! گنگا شیو کے مستک سے بہتی ہوئی "ہر ہر مہر" کہتی ہوئی کیلاش کے وادیوں کو سیراب کر رہی تھی۔ شیو بھگوان کی پیشانی پر چاند اپنی جلالی صورت میں نمایاں تھا۔ یوں تو وہ خود ہی نورانی شکل والے تھے۔ لیکن اس اندھیری رات میں شیو کی پیشانی کا چاند سونے میں سہاگہ کا کام دیتا ہوا کیلاش کی چوٹی کو دوبالا کر رہا تھا۔ بھوت اور بیتال جن سے مراد آکاس ہوا۔ آگ جل اور پرتھوی ہے۔ شیو کے چاروں طرف ناچ رہے تھے۔ اور ان کے ناچ سے تال اور سُر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ جن کا نام النکار کی زبان میں بیتال اور پشاچ ہے۔ نادانوں کو اس بات کی سمجھ نہیں ہے۔ کہ شیو بھگوان کس قسم کے بھوت اور بیتالوں سے گھرے رہتے ہیں بھوت دراصل مہابھوت تتوں کا نام ہے۔ اور نندی بیل خوشیوں کا جذبہ ہے۔ جس پر یہ دونوں ستری اور پرش سواری کیا کرتے ہیں۔ خوشی ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔ نندی کے معنی بھی خوشی کے ہیں۔ اور کیلاس پربت اور کچھ نہیں ہے۔ صرف خوشی کا مرادف ہے

(کیل) (خوشی) اور اس (جگہ) سے ملکر یہ لفظ بنا ہے۔ دیوتا وہاں پہنچے۔ ساشٹانگ ڈنڈ پرنام کیا۔ اور یہ درخواست کی "آپ اپنے دو لڑکوں میں سے ایک کو ہمارا سردار بنا دیجئے تاکہ ہم بغیر سردار کے نہ رہیں"

شیو بھگوان بولے "اگر بغیر سوچے سمجھے میں ان میں سے کسی ایک کو سرداری دیتا ہوں تو شکایت کریں گے۔ کہ طرفداری سے کام لیا گیا۔ انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ اس لئے تم لوگ۔ ان کی لیاقتوں کا امتحان لے کر ان میں سے ایک کو اپنا سردار منتخب کر لو"

بات سچی تھی۔ دیوتا سُن کر حیران رہ گئے۔

عورتوں کی عقل مردوں سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اور جب مرد کوئی کام نہیں کر سکتے تو آخر میں ان کو اپنی عورتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

شیو جی نے مسکرا کر پاروتی جی سے کہا "پریہ! تم فیصلہ کر دو"

پاروتی نے منہ پر اپنا انچل ڈال کر مسکراہٹ سے جواب دیا "معلوم ہوتا ہے۔ آج آپ نے اپنی کھوپڑی میں بھنگ گھول کر زیادہ پی لی ہے۔ مست ہو گئے ہیں۔ اور اپنا کام میرے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ کھوپڑی میں بھنگ پینا ابھیاس کی وہ نکتی ہے۔ جس کی تعلیم ودھا سوامی مت میں دی گئی ہے

پہلے ہر ست سنگی کو کھوپڑی یعنی کاسۂ سر میں مستی کی بھنگ پلائی جاتی ہے۔ یہ اور کچھ نہیں ہے۔ صرف اپنی اصلیت کی طرف رجوع ہو کر نام کا سمرن۔ بھجن کرنا ہے۔ رادھا سوامی مت کا ست سنگی اپنے دماغ کے اندر داخل ہو کر اسی گپت اور پوشیدہ طریقہ میں عبادت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جس کی خبر عام لوگوں کو نہیں ہے ان بیچاروں کو کبھی ست سنگ نصیب نہیں ہوا۔ اس واسطے یہ حقیقت اور اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ کاش اگر ان کو ست سنگ نصیب ہوا ہوتا۔ تو انہیں بھی کچھ حقیقت کا پتہ مل جاتا۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔

بھگوان شیو جی ہنس کر بولے "تو میری اردھنگنی ہے اگر میں نے اپنا کام تیرے سپرد کیا۔ تو کیا برا کیا! جو لوگ مجھ سے اپنی مراد چاہتے ہیں۔ جب تک تیرا سہارا لیکر نہیں آئے تب تک میں ان کی درخواست نہیں سنتا۔ اس واسطے تو فیصلہ کر دے۔ تیرا کونسا لڑکا دیوتاؤں کا سردار بنایا جائے۔"

پاربتی نے ادب کے ساتھ اپنے سر کو جھکا لیا۔ اور اپنے دونوں لڑکوں سے مخاطب ہو کر بولی "سنو بیٹو! سرداری کے قابل وہ شخص ہوتا ہے۔ جس کے اندر سچا وشواس ہے۔ جس کی قوت ارادی مکمل ہے۔ جس میں پس و پیش کی عادت نہیں ہے۔ تمہارے باپ نے آج تجھے سرپنچ مقرر کیا ہے۔ اِن

نئے میں تعظیماً اس فرض کو ادا کرتی ہوں۔ جاؤ تم دونوں سارے جگت کی پرکرما کر آؤ۔ جو پہلے آئیگا۔ اس کو سرداری دی جائیگی۔ اور میں اپنے ہاتھ سے اُسے تِلک لگاؤنگی "۔

اِن دونوں لڑکوں میں سوام کارتک زیادہ مغرور تھا۔ اُس نے حقارت کی نظر سے گنیش جی کو دیکھا۔ اور دل میں کہنے لگا " یہ چوہے پر سواری کرنے والا کس طرح سارے جگت کی پرکرما مجھ سے پہلے کر اسکتا ہے! میری سواری میں مور ہے۔ میں دم کے دم میں ساری دُنیا کا چکر کاٹ آؤنگا۔ اور سردار ہونگا۔ گنیش یوں بھی صُورت شکل کا بھدا بڑی توند والا ہے۔ چوہے کی سواری پر سارے جگت کی پرکرما کر آئے۔ یہ بات غیر ممکن معلوم ہو رہی ہے۔

یہ اسی سوچ وچار میں تھا۔ کہ پاروتی نے کہا " ایک¹۔ دو²۔ تین³ "۔ شرط یہ تھی جب وقت پاروتی کے مُنہ سے تین³ کا لفظ نکلے۔ دونوں رقیب پرکرما کیلئے روانہ ہو جائیں۔ سوام کارتک کے مور نے اپنے پرواز کے پر کھولے اور اڑتا ہُوا دم کے دم میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب وہ چلا گیا گنیش جی چُپکے سے اُٹھے اور شیو اور پاروتی کے اِرد گِرد سات مرتبہ پھیرے پھر کر نمسکار کر کے بیٹھ رہے

تھوڑی دیر کے بعد سوام کارتک آئے۔ اور گنیش جی کو وہاں بیٹھا ہُوا دیکھ کر دل میں کہنے لگے " معلوم ہوتا ہے یہ سُست اور آپاہج ابھی تک اس جگہ سے کہیں نہیں گیا۔ اور زوردار لہجہ میں

اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے پاروتی جی سے کہنے لگے "میں جگت کی پرکرما گنیش جی سے پہلے کر آیا ہوں۔ اس واسطے سرداری کا حق میرا ہے۔"

پاروتی نے گنیش کی طرف رُخ کیا "بیٹے! تجھے بھی کچھ کہنا ہے یا نہیں؟ تم دونوں کا امتحان ہو رہا ہے۔ جو کچھ کہنا ہے وہ بھی کہہ ڈال" گنیش جی نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "شیو بھگوان مہاکال ہیں یا رے جگت کے پتا ہیں۔ اور پاروتی پردھان پرکرتی ہے۔ یہ تمام سنسار کی ماتا ہے۔ سارا جگت ان میں ہے۔ ان کے اندر ہے۔ ان کے باہر کوئی رچنا نہیں ہے۔ سوام کارتک کے آنے میں دیر ہوئی۔ ایک مرتبہ پرکرما نے کو کون کہے میں نے ۷ مرتبہ ان کے اطراف پھیرے پھیر لئے۔ اس واسطے میرا حق مقدم ہے۔"

سوام کارتک دم بخود ہو گئے۔ بات سچی تھی۔ اس لئے گنیش جی کے وشواس کی تعریف کی۔ اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور پاروتی نے اسی وقت سیندور لیکر گنیش جی کی پیشانی پر ٹیکا لگا دیا۔ اور آشیرباد دیا "اے بیٹے چونکہ تیرا وشواس اٹل ہے۔ تیری بھگتی میں بڑی دردھتا ہے۔ اس واسطے آج سے تو دیوتاؤں کا سردار اور پیشوا بنایا جاتا ہے۔ دنیا میں جب کبھی کوئی کام شروع کیا جائے گا۔ سب سے پہلے تیری پوجا کی جائیگی۔ اور سارے لوگ "شری گنیشائے نمہ" کہکر تب اپنے کام کو شروع کرینگے۔

تونے اپنے بھائی سے بازی جیت لی ہے۔ اس لئے میں تجھے سرداری دیتی ہوں"۔

پاروتی نے دیکھا کہ سوام کارتک کے دل کو ملال تھا۔ اس نے مادرانہ محبت کے انگوٹھے سے اس کی پیشانی پر دوسرا تلک لگایا۔ اور اس نے کہا "تیرا بھائی تو تمام دیوتاؤں کا بالاتفاق سردار کر دیا گیا۔ لیکن تجھ میں بھی وشواس ہے۔ وشواس کے انگ سے تو بھی خالی نہیں ہے۔ اس لئے میں تجھ کو لڑاکے دیوتاؤں کا سردار بناتی ہوں۔ تو ان کا سپہ سالار رہیگا۔ لیکن یاد رکھنا سب کا پیشوا یہ تیرا بھائی گنیش ہی رہیگا"۔

قصہ ختم ہوا پریم (اہنسا) اور وشواس کی مثال تم کو سُنا دی گئی۔ اب یہ گنیش اور سوام کارتک کیا ہیں۔ اور روحانی طریقہ پر ان شخصیتوں سے کیا مُراد ہے۔ اس کی صراحت کبھی کر دی جائے گی۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء

شکدیوجی کی کتھا

پہلا باب

شکدیوجی کی پیدائش

(۱)

ہر ہندو کیلئے اس بات کے سمجھنے کی سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کی تمام مذہبی کتابیں نظم میں لکھی گئی ہیں۔ شاعروں کا دستور ہے کہ ہر بات کو النکاروں میں بیان کرتے ہیں۔ النکار کہتے ہیں استعارہ کو اس لئے شاعروں کی زبان نثر پسندوں سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔ ویدوں سے لیکر پوران رامائن اور مہابھارت تک سب النکرت بانی ہے۔ جن کو النکار کی سمجھ نہیں ہے۔ وہ اصلی طور پر ان کے مراد مطلب کو نہیں سمجھ سکتے۔ النکار ہمیشہ فرضی اور خیالی تصویروں کی زبان ہوا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ اس بات کو سمجھ لو کہ یہ سب پوتر پستکیں النکرت ہیں۔ اور پھر جب تم انہیں غور سے پڑھنے لگو گے۔ تب اصلیت کا راز تم پر ظاہر ہونے لگیگا۔ مثلاً رام دسرتھ کے لڑکے تھے۔ اور ان کا جنم

دس مکھ کے مارنے کیلئے ہوا تھا۔ اِدھر ان کی جدائی میں وشرتھ مرے۔ اور اُدھر اُن کے پراکرم سے دس مکھ مارا گیا۔ اب وشرتھ اور دس مکھ کے درمیان کیا رعایت ہے۔ اور یہ لفظ کیوں راماین کے شروع اور آخر میں آتے ہیں۔ اس کتاب کے سمجھنے کی کنجی ہے۔ ان باتوں کی طرف کسی پڑھنے لکھنے والے کا خیال نہیں جاتا۔ کتھا پرسنگ کی طرف لوگ مائل ہو جاتے ہیں۔ اور اصل مطلب سے ناواقف کے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ یہ ایک النکار کی مثال ہے۔ اسی طرح تمام نظموں کا حال ہے۔

اس النکار کے خیال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہم تم کو شگ دیو جی کی کہانی سناتے ہیں۔ یہ کون تھے یا کون نہیں تھے۔ اس کا پتہ کس کو ہے۔ لیکن وہ شُک تھے۔ شگ کہتے ہیں طوطے کو النکار کی زبان میں انسانی بچے کو بھی شُگ کہا جا سکتا ہے۔ اور عام ہندو گھرانے میں بچے کیلئے طوطا۔ سُگنا، اور سُگا، وغیرہ الفاظ بطور پیار کے استعمال کئے جاتے تھے طوطے کی یہ خصوصیت ہے۔ جو لفظ سُنتا ہے۔ اسی طرح کی نقلی آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی کیفیت تمام انسانی بچوں کی ہوتی ہے۔ وہ جو بات سنتے ہیں۔ بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں۔

قصہ ہے۔ ایک مرتبہ شیو بھگوان اور پاروتی مہارانی کسی سنسان جنگل میں پیپل کے عالی شان درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے رات کا وقت تھا۔ تنہائی کا عالم تھا۔ عورت کی زبان دنیا میں خاص قسم کی بتائی گئی ہے۔ چاہے اور لوگ خاموش رہیں لیکن عورت کی زبان کبھی بند نہیں ہو سکتی۔ بات چیت کا مشغلہ اس کی زندگی کی خصوصیت ہے۔ سو مرد ایک جگہ بیٹھے ہوئے سکوت کے عالم میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن دو عورتیں کبھی چُپ چاپ نہیں بیٹھ سکتیں۔

شیو بھگوان فطرتاً سماہت ہیں۔ وہ ہمیشہ محویت کی حالت میں رہتے ہیں۔ پاروتی جی کو یہ منظور نہیں تھا۔ کہ وہ اپنی زبان بند کر رکھیں۔ اس لئے اُنہوں نے چھیڑ چھاڑ کی طور پر ان سے کہا "بھگوان! دُنیا میں ہزاروں قسم کے جپ تپ کریا کرم۔ پوجا پاٹ وغیرہ کے سخت سے سخت طریقے رائج ہیں۔ کیا کوئی ایسی سہل سی بھی تدبیر ہے۔ کہ جس سے تھوڑا کام کیا جائے۔ اور بہت فائدہ ہو۔ اور اس میں کٹھنائی کا نام و نشان بھی نہ ہو"

شیو جی یا تو اپنے دھیان میں مستغرق تھے۔ یا پاروتی جی کے اس سوال کو سُن کر ان کی طرف رجوع ہوئے۔ جواب دیا۔ ہاں اس قسم کی ایک تدبیر ہے جسے "موسہج" یوگ کہتے

ہیں۔ اس کی پابندی میں کوئی دِقت واقع نہیں ہوتی۔ اور اگر آدمی چاہے اور خوش قسمتی سے یہ تدبیر اس کے ہاتھ لگ جائے۔ تو نہایت آسانی کے ساتھ انسانی جنم سپھل ہو جاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کا مقصد ہاتھ آجاتا ہے۔ اس کیلئے نہ کسی قسم کے ضابطہ کی پابندی درکار ہے۔ نہ اس کے سنجم کٹھن ہوتے ہیں مرد۔ عورت۔ جوان بوڑھے چاہے وہ کسی قوم کے ہوں کسی مذہب کے ہوں۔ سب کے سب اس سے یکساں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور وہ مرنے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ تو وہ بھی اس ترکیب سے یقینی اور شرطیہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن اس میں دو شرطیں ہیں۔ ایک تو شانت چت والا ادھکاری ہو۔ دوسرے یہ گپت وِدیا ہے۔ جو قدیم زمانہ سے صرف سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے۔ جب تک کوئی راز باطن کا جاننے والا نہیں ملتا۔ تب تک یہ علم اور کسی ترکیب سے ہاتھ نہیں آتا۔"

پاروتی نے سوال کیا۔" آپ تو اسے سہل بتاتے تھے۔ مگر یہ مضمون مشکل ہو گیا۔ اوّل تو یہ پوشیدہ طریقہ اور رہسیہ کا مضمون ہے۔ دوسرے اس کے ادھکاری کی پہچان کون کرے! اور جب عام طور پر اس کا پرچار نہیں ہے۔ تو پھر اس کی طرف رجوع ہونا بھی بہت مشکل ہو گا۔"

شیوجی مہاراج نے جواب دیا "نہیں پیاری! دنیا ادھکاریوں سے خالی نہیں ہے۔ پیاسے کو پانی کا ادھکار ہے۔ اور کوئی شخص چاہے پانی کی تلاش نہ کرے۔ لیکن پیاسا اس کی تلاش میں سرتوڑ کوشش کریگا۔ بھوکے کو روٹی کا ادھکار ہے جسے بھوک کا غلبہ ہے۔ اُسے ہمیشہ اپنے پیٹ بھرنے کی پڑی رہیگی۔ روٹی کی تلاش سے اسے کون روک سکتا ہے! گیان کا ادھکار صرف اگیانی کو ہے۔ جو اپنے اگیان کو دُور کرنا چاہتا ہے وہ گیان کا سچا ادھکاری ہے۔ اور گیان کی کھوج میں وہ اسی طرح تڑپتا ہوا جائیگا۔ جس طرح پتنگا چراغ کی روشنی پر بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس کا کوئی ادھکاری نہیں ہے۔ غلط ہے۔ تیرے پہلے سوال کا جواب یہ ہے"

"جواب کے دوسرے پہلو کی نسبت میں یہ خاطر نشین کرانا چاہتا ہوں۔ کہ گو یہ علم باطن ہے۔ رازِ سینہ ہے پراُوڈیا ہے۔ لیکن جب کبھی کوئی ادھکاری مل جاتا ہے۔ اس بھید کے بتانے میں اس کے ساتھ کبھی محست نہیں کی جاتی۔ اور یہ علم اُسے جُوں کا توں بخش دیا جاتا ہے:۔

گوڑھو تتو نہ سادھو دُراو ہیں

ارت ادھکاری جہاں پاؤ ہیں

یعنی جب کسی سادھو کے سامنے سچا غرضمند۔ ادھکاری آتا

ہے۔ اُس وقت سادھو گوڑھ سے گوڑھ گپت سے گپت اور رہسیہ سے رہسیہ بھید کو پرگٹ کئے بغیر نہیں رہتے۔

پاروتی نے پوچھا "مہاراج! اس گپت ودیا کا کیا نام ہے؟"

شیوجی نے جواب دیا "اس کا نام میں نے تم کو بتا دیا۔ لیکن اس کے اور بھی انیک نام ہیں۔ اس کو "شرتی یوگ" "شرتی مارگ" "اناہت یوگ" "اناہت مارگ" اور "پرنو مارگ" بھی کہتے ہیں "شرتی یوگ" اس لئے اُس کو کہتے ہیں کہ اس کا جاپ زبان سے نہیں ہوتا۔ پران سے ہوتا ہے۔ لوگ 'شرتی' اور 'پرنو' کے ارتھ تک کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ 'شرتی' کے معنی ہی صرف سماع۔ اور راگ سُننے کے ہیں۔ اور 'پرنو' کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کا جاپ صرف پران سے ہوتا ہے۔ زبان یا کسی اور اندری سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پاروتی جی نے سوال کیا "یہ شرتی کہاں سُنی جاتی ہے؟ اور پران اس پرنو کا جاپ کس مقام پر کرتا ہے۔ کیونکہ آپ کہتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق اندریوں سے نہیں ہے؟ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اندریوں کے علاوہ اس کے سادھن کا کوئی اور اوزار یا ذریعہ ہوگا؟"

شیوجی نے جواب دیا "اس کا سادھن مستشک یعنی دماغ میں کیا جاتا ہے۔ اور اسی مقام میں اُدان۔ پران توجہ کو

ڈھکیلتا ہوا اوپر لے جاتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ سہل اور آسان جپ کرنے کا طریقہ ہے"۔

پاروتی نے سوال کیا" سر میں سادھن کرنے کی بات آپ نے ایک ہی کہی ہے"۔ شیوجی نے جواب دیا" دیکھ پاروتی! میں کپالی کہلاتا ہوں۔ کپال یا کھوپڑی میں بھنگ گھول کر پیتا ہوں لوگ لفظوں پر جاتے ہیں۔ اصلیت کی سمجھ نہیں رکھتے۔ کپال کے اندر اس کا سادھن کرنے سے ایک خاص قسم کی مستی آتی ہے۔ سُرور اور نشہ جمتا ہے۔ حالت بدل جاتی ہے۔ النکار کی زبان میں اس کا نام ہے "کھوپڑی میں بھنگ پینا"۔ اس سادھن کا پہلا چینھ ہے۔ سادھن کرنے والے کو رس اُسی وقت آنے لگتا ہے۔ اِس میں خاص قسم کا نشہ چڑھتا ہے۔ بیخودی اور مستی کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اور بغیر محنت کئے ہوئے انسان سماہت ہو جاتا ہے۔ میں چونکہ خود اِس کا عامل ہوں اس واسطے رات اور دن اسی دھن میں مست اور مخمور رہتا ہوں"۔

پاروتی جی نے پوچھا" آپ کی اس تمہید سے میں سہج یوگ کی مہاتم سُن چکی ہوں۔ اب وہ تدبیر بتائیے جس تدبیر سے اس کا سادھن کیا جاتا ہے"۔

شیوجی مہاراج چونکہ محویت کی حالت میں تھے۔ جب اس عمل اور شغل کی ترکیب بتانے لگے۔ پاروتی جی ان کی باتوں

کے زیر اثر آکر سو گئیں۔ اور اُنہیں خبر نہیں رہی کہ بھگوان نے کیا سکشا دی ہے۔ لیکن کوئی شخص شیو جی کی باتوں کو سن کر "ہُوں ہُوں" کر رہا تھا۔ جس طرح قصہ اور کہانی کہتے وقت ہُنکار ی بھری جاتی ہے۔

جب شیو جی مہاراج نے اپنی گفتگو ختم کی۔ پاروتی جی کی آنکھ کھُل گئی۔ بولیں "مہاراج میں تو سو گئی تھی۔ میں نے آپ کی تعلیم کو قبول نہیں کیا۔ اور یہ نہیں سمجھ سکی کہ آپ نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا"

شیو جی کو حیرت ہوئی "اگر تم نے نہیں سُنا۔ تو یہ ہُوں ہُوں کرنے والا کون شخص تھا۔ معلوم ہوتا ہے کسی ان ادھکاری شخص نے اِس رہسیہ وِدیا کا تذکرہ سُن لیا۔ یہ خلاف دستور کام ہوا۔ اِس لئے اب اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی۔ کہ میں اس ان ادھکاری کا خاتمہ کر دوں"

یہ کہنا تھا۔ کہ شیو جی کے مزاج میں غصہ آیا۔ ترسول اُٹھایا۔ اور ہُوں ہُوں کرنے والے کی تلاش میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

کہانی تو یوں کہتی ہے۔ کہ درخت پر ایک طوطا بیٹھا ہوا ہُوں ہوں کر رہا تھا۔ لیکن یہ صرف النکار ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ایک کم سن اور نادان لڑکا درخت کی آڑ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اِس نے نادانستہ اور بلا سمجھ بوجھ کے شیو اور پاروتی کا سمواد سُن لیا تھا۔

شیوجی کی بات سُنی تو وہ بھاگ نکلا۔ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے شیوجی مہاراج!۔

بھاگنے والا ڈرا اور سہما ہوا تھا۔ اسے کہیں پناہ کی جگہ نہیں ملی تھی۔ اس پیپل کے درخت سے کچھ فاصلہ پر ویاس رشی کا جھونپڑا تھا۔ یہ شک یا طوطا اُڑتا ہُوا۔ ویاس جی کی استری کی گود میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ اس دیوی نے اس کو اپنی گود میں لے کر کپڑے سے ڈھک دیا۔ اتنے میں شیوجی اُس کے پاس پہنچے " میرا چور تمہارے پاس آیا ہُوا ہے۔ فوراً اسے میرے حوالہ کردو"۔

ویاس کی ستری نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا " بھگوان! یہ شرناگت کی حیثیت میں میرے پاس آیا ہے۔ بچّہ ہے۔ آپ خود ہی فرمائیں۔ میں کس طرح شرناگت کو آپ کے حوالہ کروں! اس کے سوا یہ میری گود سے چمٹا ہوا ہے۔ عورت کی گود بچوں کیلئے مخصوص ہے پہلے مجھ کو قتل کیجئے۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہے"۔

کسی مرد کو عورت کے مُقابلہ کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ خاص کر بیر پُرش عورت کے سامنے آنے سے گھبرا تے ہیں۔ لاچار ہوئے۔ کہنے لگے " اچھا! کیا ہُوا! اس نے بھید کی باتیں تو سُن لیں۔ کسی وقت یہ سنسکار اُس کے اندر اُبھرینگے۔ اور یہ بڑا

جوگی اور گیانی ہوگا۔ یہ کہکر شیو بھگوان اُلٹے پاؤں پاربتی جی کے پاس لَوٹ آئے۔

(۲)
شکدیوجی کا ویراگ

قصہ یوں کہتا ہے کہ طوطا دیاس کی ستری کے گربھ میں آگیا۔ اور اُس نے انسانی جسم میں اپنا ظہور کیا۔ یہ النکار کی زبان ہے اصلیت یوں ہے۔ چاہے یہ انسانی بچہ کوئی بھی رہا ہو۔ گورو کُل میں داخل ہونے سے اِس کا دوسرا جنم ہوا۔ ماں باپ کے گھر میں جنما ہوا بچہ یک جنما کہلاتا ہے۔ گورو کے کُل میں گیا ہوا وہی بچہ گورو کے سنسکار کے لینے سے دوجنما ہوتا ہے۔ اور دُوِج بنتا ہے۔ بات تو وہی ہے۔ شُک نے حقیقت میں ویاس کے گھر میں جنم لیا۔ چونکہ اس کے اندر شیو بھگوان کی تعلیم کے سنسکار موجود تھے۔ اُس نے دیاس جی سے تمام وید ویدانگ پڑھے۔ تعلیمی فائدہ حاصل کیا۔ لیکن سچے ویراگی کے ویراگ سنسکار دڑھ ہوتے گئے۔ باپ کی تعلیم سے اِس کو کوئی فیض نہیں پہونچا۔ جس بات کی اُس کو تلاش تھی۔ وہ ہاتھ نہیں لگی۔ کیونکہ گو ویاس نے اِس کو سب وِدّیائیں پڑھائیں۔ مگر یہ سب کی سب اپرا وِدّیائیں (علوم ظاہری) تھیں۔ اور اس کو پرا ودّیا کی ضرورت تھی

جو براہ راست گورو سے ملتی تھی۔ کتابیں صرف مددگار ہوتی ہیں۔
شکدیوجی مزاج کے بڑے سیدھے سادے تھے۔ بھولی بھالی
صورت تھی۔ ماں باپ دونوں ان پر جان دیتے تھے۔ دونوں
ہی پیار کرتے تھے۔

لیکن جس قدر یہ پیار کرتے تھے۔ اُسی قدر اُن کے دل میں تیاگ اور
ویراگ کا جذبہ بھڑکنے لگا۔ اُنہیں منظور نہیں تھا۔ کہ وہ ماں باپ
کے گھر میں رہنے۔ اس لئے ایک دن موقع پاکر دونوں کی نظر
بچاکر بھاگ نکلے۔ ایک جگہ کسی تالاب میں نوجوان عورتیں ننگی
نہا رہی تھیں۔ اِس طرف ان کا گذر ہوا۔ لیکن انہوں نے ان کو
نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اور اپنی راہ چلے گئے۔ ویاس جی ان
کے نشان قدم کا سُراغ لیتے ہوئے اُسی تالاب کے کنارے
پہنچے۔ نوجوان لڑکیاں اُسی طرح نہا رہی تھیں۔ ان کو دیکھ کر شرمندہ
ہوئیں۔ اور جھٹ پٹ پانی کے باہر آکر اپنے جسم کو کپڑے سے
ڈھکنے لگیں۔ ان کو موقع نہیں ملا۔ کہ بھاگنے والے لڑکے کی بابت
اُن سے دریافت کرتے مجبوراً پتہ لگاتے ہوئے آگے ہی بڑھتے
گئے۔ اور آخر کار شکدیوجی کو پکڑ لیا۔ واپس چلنے کیلئے مجبور کیا۔
بیچارے کیا کرتے! باپ کے ہاتھ میں ہاتھ دئے ہوئے کٹی
کی طرف روانہ ہوئے۔

راستہ میں نہانے والی عورتیں ملیں۔ ویاس جی نے اُن سے

پوچھا۔ بیٹو! میں تمہارے دادا پردادا کی عمر کا ہوں۔ بوڑھا ہوں۔ چھاتی پر ایک ہاتھ کی سفید داڑھی لٹک رہی ہے۔ میری پلکیں تک لٹک گئی ہیں۔ شُکدیو نوجوان ہے۔ اِس سے تم نے شرم نہیں کیا۔ مجھ بوڑھے سے کس لئے شرم کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی؟

نوجوان عورتوں نے سر نیچا کر کے جواب دیا۔ رشی جی مہاراج! یہ سچ ہے۔ کہ آپ ویدوں کے ترتیب دہندہ اور مؤلف ہیں۔ دنیا آپ کو گیانی دھیانی سمجھتی ہے۔ لیکن اس قدر عمر پا کر بھی آپ میں آتم گیان نہیں آیا۔ عورت اور مرد کی تمیز کی عقل آپ کے اندر موجود ہے۔ آپ سمجھ رکھتے ہیں۔ کہ عورت کیا چیز ہوتی ہے اور مرد کیا چیز ہے۔ حالانکہ آتم درشٹی کی نظر سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سروم الکھلم برہمہ (سب جگہ اکھل برہمہ ہے) لیکن شُکدیو کی حالت آپ کے برخلاف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اب تک یہ کنوارا ہے۔ لیکن پیدائشی فقیر ہے ولی مادرزاد ہے۔ جنم کا تتو ویتا ہے۔ اس کے اندر آتم گیان بھر گیا ہے۔ اِسے اتنی سمجھ نہیں ہے۔ کہ مرد کیا ہوتا ہے اور عورت کیا ہوتی ہے۔ اِس لئے ہم اس سے کیا پردہ کرتیں! اور کیا شرماتیں! کیا آپ کی ستری عریاں کتے بلّی کو دیکھ کر شرماتی ہے؟ شرم مردوں سے کی جاتی ہے۔ جس میں مرد اور عورت کی تمیز کی قابلیت ہی نہ ہو۔ اُس سے ہمیں شرمانے کی

کیا ضرورت ہے!"

دیاس جی شکدیو جی کے ساتھ گھر پر آئے۔ لڑکے کو ماں باپ دونوں نے سمجھایا کہ تم آشرم میں رہ کر اپنے دھرم کا پالن کرو۔ لیکن ان کے سر پر کوئی اور ہی بھوت سوار تھا۔ صاف لفظوں میں انکار کر دیا "میں ان فرائض کے انجام دینے کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے گورو کی تلاش ہے۔ جب تک گورو ہاتھ نہ آئیگا۔ اس وقت تک مجھے چین نہیں ہے۔ آپ یا تو میرے گورو بنئے۔ یا مجھے حکم دیجئے کہ میں باہر نکل کر گورو کی تلاش کروں!"

دیاس جی نے محبت کے لہجہ میں سمجھایا "تو کہاں مارا مارا پھریگا! تجھ میں تیرے گورو بننے کی طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ تو سویم برہمہ گیانی ہے۔ صبر کر کبھی نہ کبھی گورو ہاتھ آئیگا"

شکدیو جی نے جواب دیا "ڈھونڈنے والے کو کیا نہیں ملتا جب ڈھونڈھنے سے ایشور تک مل جاتا ہے۔ تو مجھے گورو کیوں نہ ملیگا!

جن ڈھونڈھا تن پائیاں گہرے پانی پیٹھ
میں بوری ڈھونڈن چلی رہی کنارے بیٹھ

جب تک کہ غوطہ خور سمندر کے اندر ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ داخل ہو کر ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا۔ تب تک موتی اس کے ہاتھ نہیں آتا۔ اگر آپ میرے گورو نہیں بن سکتے تو کم از کم ہدایت کیجئے کہ آپ کے نزدیک کون ایسا شخص ہے۔ جو مجھے

اپنا چیلہ بنا سکے گا۔“

ویاس جی نے جواب دیا۔ ”میرے نزدیک اس وقت مہاراجہ جنک سے زیادہ کوئی قابل آدمی نظر نہیں آتا۔ جو تم کو برہم ودیا کا سبق دے سکے۔ بہتر ہے تم اُس راجہ کے پاس جاؤ وہ ودیہہ مکت کہلاتا ہے۔ انسانی جسم میں رہتا ہوا۔ بغیر جسم کے مشہور ہے محویت کی حالت ایک لمحہ کے لئے اس سے جدا نہیں ہوتی۔ اور دُنیا کے تمام برہمہ رشی شاگردانہ حیثیت میں جا کر اُس کی تعلیم سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

(۳)

شکدیوجی کو مہاراجہ جنک کی تعلیم

اجازت درکار تھی۔ اُٹھے اور ہستناپور سے روانہ ہو کر متھلا نگری پہونچے۔ جو راجہ جنک کی راجدھانی تھی۔ شاہی محل کے پھاٹک پر آکر دربان سے بولے ”میں مہاراج کے درشن کے لئے آیا ہوں“

دربان نے شتانند وزیر کو خبر دی۔ چونکہ آداب شاہی کے مطابق بلا وزیر کے توسط کوئی شخص راجہ کے دربار میں داخلہ ہی نہیں پاتا۔ اِس لئے جنک کا وزیر اعظم شکدیو جی سے مل کر جنک کے پاس واپس گیا۔ اور اُسے خبر دی ”مہاراج رشیوں کے سرتاج ویاس بھگوان کا لڑکا شکدیو آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے“

جنک نے کہا "اسے کہہ دو میرے پھاٹک پر اُس وقت تک بیٹھا رہے جب تک میں اُسے حاضر ہونے کی اجازت نہ دوں" شتانند نے یہ پیغام شنگ دیوجی کے کانوں تک پہونچایا۔ اور اُس کی مہمانداری کی طرف سے غافل رہا۔ سات دن گذر گئے شُنگ دیوجی بے آب و دانہ پھاٹک پر ایک آسن سے بیٹھے رہے ٹس سے مس نہیں کی۔ لوگ اِن کی وضع کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ساتویں دن ستانند نے جنک سے جا کر کہا "مہاراج سات دن ہو گئے۔ برہمن کا لڑکا بے آب و دانہ پھاٹک پر بیٹھا ہوا ہے وہ آپ کا مہمان ہے۔ مہمان کے ساتھ اس قدر بے التفاتی نہیں کی جاتی۔ اور یہ مہمان بھی کیسا؟ رشی پُتر! جس کی علمیت اور واقفیت کا سِکّہ سب کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ کیا آپ اسے اب بھی اپنے دربار میں باریابی کا موقع نہ عطا کیجئے گا؟"

جنک مسکرایا۔ حکم دیا "جاؤ اس کی حجامت کراؤ۔ نہلاؤ۔ پھلاؤ۔ نہلائے اور خوبصورت لباس پہناؤ اور میرے رنواس میں لے جاؤ۔ کھانے پینے کا سامان نفاست کے ساتھ موجود رہے۔ اور دیکھو وہ کس طرح پر برتاؤ کرتا ہے۔ سات دن کے بعد آکر خبر دو۔ تب میں اسے اپنے پاس بلاؤں گا۔"

تعمیل حکم واجب تھی۔ جس قدر مہمانداری کے فرائض شاہی محل میں ادا کئے جا سکتے تھے سب ادا کئے گئے۔ شُکدیوجی کو

حسین اور مہ جبین عورتوں کے درمیان رکھا گیا۔ لیکن یہ شخص جس طرح پھاٹک پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اُسی طرح اُس کا سلوک محل اور محل والوں کے ساتھ بھی رہا تھا۔ جب شتانند نے ساتویں روز پھر راجہ کو خبر دی۔ اور اُس کے حالات سُنئے تو راجہ نے حکم دیا ''اس کو میرے سامنے پیش کرو''۔

شُک دیو جنک کے سامنے حاضر کئے گئے

جنک نے پوچھا ''تمہارے یہاں آنے کی کیا غرض ہے''

شُک دیو نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا ''میں آپ کو گورو دھارن کرنے کے لئے آیا ہوں''

جنک نے کہا ''میں تم کو ایک شرط پر اپنا چیلہ بناؤنگا۔ اور شرط یہ ہے۔ تیل سے بھرا ہوا لبالب تھال تمہارے ہاتھ میں رہیگا۔ اس تھال کو ہاتھوں میں لئے ہوئے تم رات کے وقت میری راجدھانی کی پرکرما کر آؤ۔ اگر اس میں سے ایک بوند بھی نیچے گر گیا۔ تب میں تم کو شاگرد نہیں کرونگا۔ اور اگر تھال کو اسی حیثیت میں لاکر میرے سامنے رکھ دوگے تب میں تم کو اپنی شاگردی کا فخر بخشونگا''۔

شُک دیو جی بولے ''میں اس شرط کو منظور کرتا ہوں۔ لیکن رات کے وقت میں شہر کی گلی کوچوں سے کیسے گزرونگا؟''

جنک نے جواب دیا ''تمہارے آگے مشعلیں جلتی رہینگی۔

اور بینڈ باجہ بجتا رہیگا۔ ان دونوں کے سہارے تم بہ آسانی
میرے شہر کی گشت لگا سکتے ہو"۔

راجہ نے شام کے وقت تیل سے بھرا ہوا تھال شنگ دیو
جی کے ہاتھ میں رکھا۔ اور تمام شہر میں منادی کرا دی۔ کہ یاں
دیو جی کا لڑکا شنگدیو جیسا مہمان ہمارے شہر کو دیکھنے
آیا ہے۔ اس لئے شہر کو نئی دلہن کی طرح آراستہ کر دیا
جائے۔ جابجا ناچ گانے کی مجلسیں منعقد ہوں۔ تاکہ وہ شہر
کی زینت اور آراستگی کو دیکھ کر خوش ہو"۔

حکم کی دیر تھی۔ شہر کی صفائی کی گئی۔ تمام در و دیواریں چراغوں
کی روشنی کر دی گئی۔ جابجا ارباب نشاط کی محفلیں منعقد ہوئیں
اور شنگدیو جی نے ہاتھ میں تھالی لئے ہوئے مشعلوں کی روشنی
اور بینڈ باجہ کی آواز کے سہارے تمام شہر کا چکر لگایا۔ اور
تھال کو جوں کا توں لاکر راجہ کے سامنے رکھ دیا۔

جنک نے پوچھا۔ شنگدیو! لوگ کہتے ہیں۔ میرا شہر بہت
خوبصورت ہے۔ سڑکیں کشادہ اور وسیع ہیں۔ چوپڑ کا بازار
اپنی خوبصورتی کی نظر سے لاجواب سمجھا جاتا ہے۔ ان باتوں
کے سوا آج تیری آمد کی خوشی میں شہر کو اچھی طرح سجایا گیا
تھا۔ بتا تو سہی! تو نے میرے شہر کو کیسا پایا؟"
شنگدیو نے جواب دیا:-

"دیکھا سب کچھ اور کچھ دیکھا نہیں"
"سُنتا کیا سُننے کا موقع تھا کہیں؟"

مہاراج! میری نگاہ تو تھال پر ہی تھی۔ میں شہر کو کس طرح دیکھتا اور کس طرح آپ کے شہر کے گانے بجانے کی آوازیں کو سُنتا؟"

راجہ نے کہا "بیٹے! تیری تعلیم ہو چکی۔ جس طرح سے تُو نے اپنی نگاہ تیل کے تھال پر جمائی تھی۔ اُسی طرح اپنے چیت کی ورتیوں کی روک تھام کر اور جس طرح مشعلوں کی روشنی اور باجہ کی آواز کے سہارے تُو نے میرے شہر کا طواف کیا ہے۔ اُسی طرح اے بیٹے! اپنے دماغ کے پردوں کے اندر داخل ہو کر عالم تجلیات اور عالم آواز کا سہارا لئے ہوئے سارے منازل کو طے کر جا۔ جس طرح شہر کی پرکما کر کے تو میرے پاس پہنچا ہے اسی طرح جب تیرے اندر کے تمام روحانی منازل طے ہو جائیں گے۔ تو حقیقت تک رسائی حاصل کریگا۔ جو تعلیم میں نے باہر تجھکو دی ہے۔ وہی تعلیم اندر کی بھی سمجھ ظاہر اور باطن ایک ہو جائیں۔ اِس کے سوا اور کوئی تعلیم نہیں ہے۔ صرف دل کی یکسوئی درکار ہے "یوگش چت ورتی نرودھ" یوگ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف چیت کی ورتی کا نرودھ (روک تھام) کرنا ہے۔ جا تیری تعلیم ہو چکی چونکہ تو اُتم ادھکاری ہے۔ اس لئے اشارہ ہیں

جو کچھ سمجھانا تھا میں نے سمجھا دیا۔ سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی"

اس طرح گورو سے تعلیم پا کر شنگ دیو جی مہاراجہ جنک سے رخصت ہوئے۔ ان کی زندگی کے اور حالات ہم کو نہیں معلوم کس طرح انہوں نے دنیا میں کام کیا۔ مذہبی نوشتہ جات سے کوئی پتہ نہیں ملتا۔ ہاں ایک واقعہ یہاں قابل تذکرہ ہے۔ جس سے اس بزرگ کی تعلیم کی وقعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۴)

شنگدیو جی کا راجہ پریکشت کو تعلیم دینا

واقعہ یہ ہے۔ راجہ پریکشت ایک روز شکار کیلئے نکلے۔ واپسی کے وقت کوئی رشی سمادھی لگائے ہوئے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے پاس ایک سانپ مرا ہوا پڑا تھا۔ راجہ کی بدقسمتی! اس کی آنکھوں پر بدقسمتی کا پردہ پڑ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اس مردے سانپ کو رشی کے گلے کا ہار بنایا۔ اور آپ محل کی طرف چلا آیا۔

اس رشی کا لڑکا کہیں جنگل میں گیا ہوا تھا۔ واپسی پر جب اس نے اپنے باپ کی یہ حالت دیکھی غیض و غضب میں آ کر یہ بد دعا دی "جس شخص نے میرے باپ کے ساتھ یہ بد اخلاقی

کی بچہ وہ آج سے ساتویں دن سانپ کے کاٹنے سے مر جائیگا۔"
اس بد دعا کے دیتے ہی رشی کی آنکھ کھل گئی۔ سُن کر کہنے لگا"
تو نے یہ کیا کیا! اگر راجہ نے کوئی غلطی کی تو وہ درگذر کے قابل
تھی۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تو جا راجہ کو خبر دے کہ آج کے
ساتویں دن تجھے سانپ ڈسے گا۔ اور تو مر جائیگا۔ اس لئے
دُنیا کی طرف سے اپنے خیال کو جس طرح ہو سکے ہٹا لے!!"
رشی پتر نے ایسا ہی کیا۔ راجہ تو یوں ہی خود اپنے دل میں
نادم ہو رہا تھا۔ رشی کے بد دُعا دینے کے واقعہ کو سُن کر اس نے
جھٹ پٹ جنمیجے نامی شہزادے کو تاج و تخت سونپ دیا۔ اور
خود شریر چھوڑنے کی نیت سے جمنا کے کنارے آ بیٹھا
یہ خیال تھا کہ کوئی ایسا گورو مل جائے جو سات دن کے اندر
بھاگوت کی کتھا سُنا کر نہ صرف میری پرائشچت کرائے۔ بلکہ
مجھے حقیقی نجات کی منزل تک پہنچا دے۔
شکدیو جی مشہور عارف تھے۔ بلائے گئے آئے۔ اور راجہ
سے کہا وہ آپ کچھ فکر نہ کریں۔ میں صرف سات دن کے اندر آپ
کی تعلیم کو ختم کر دونگا"
قصہ یوں کہتا ہے۔ کہ جس وقت وہ کتھا سُنانے بیٹھے۔ ایک
بانس کھڑا کیا گیا۔ اس کے اندر گوکرن نامی راکشس مقید تھا۔
جس وقت شکدیو جی نے پہلے دن کی تعلیم ختم کی۔ بانس کی ایک

گانٹھ چھٹ گئی۔ دوسرے دن دوسری۔ تیسرے دن تیسری۔ اسی طرح ساتویں دن ساتویں گانٹھ بھی ٹوٹی۔ ادھر گوکرن براہمن نے اس لمبے بانس کے پوروں سے نجات پائی۔ اور ادھر کالے ناگ نے آکر راجہ کو ڈس لیا۔ اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا

قصہ تو یوں ہے۔ اب اس قصے کے اندر جو اندرونی مطالب مخفی ہیں ان کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

یہ انسانی جسم سات پوروں کا بانس ہے۔ اسکے اندر سات روحانی مقامات ہیں جنمیں انسان کا دل مقید ہے۔ جب سہج یوگ کا سادھن کرنے والا یکے بعد دیگرے ان منازل کو طے کرتا ہوا آخری منزل پر پہنچتا ہے تو اسکا دل قید و بند کی حالت سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور وہ خود مکت ہو جاتا ہے۔ رادھا سوامی مت میں ابھیاس کا تعلیمی سلسلہ ان ہی ساتوں مقامات کے طے کرانے میں مددگار ہوتا ہے۔ طریقہ آسان ہے مشکل نہیں ہے۔ صرف دلی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ جب دل یکطرف ہو جاتا ہے۔ پرکاش اور شبد دونوں مددگار ہوتے ہیں۔

پرکاش کہتے ہیں نور کو اور شبد کہتے ہیں آواز کو یہی آواز اصلی شرتی اور اصلی سماع ہے۔ جسے شاغل اپنے اندر سنتا ہے۔ اور یہ دونوں بہ آسانی منزلوں کے جلد جلد طے کرانے میں مددگار ہو جاتے ہیں۔

رادھا سوامی مت کی منزلوں کا ہم یہاں کوئی تذکرہ نہیں کرتے کیونکہ اس کی تعلیم بہت اونچی ہے۔ اشارہ کے طور پر گنگا بستری کے پرانا نام منتر کا

حوالہ دیتے ہوئے ہم کو اِن سفلی منازل کا پتہ دیتے ہیں۔ جو اسکے اندر بیان کی گئی ہیں۔

منتر یہ ہے۔ اوم بھو۔ اوم بھُووہ۔ اوم سوَوہ۔ اوم مہہ۔ اوم جنہ۔ اوم تپہ اوم ستیم" سات منزل جو انسانی جسم کے اندر پوشیدہ ہیں۔

بھُو لوک۔ بھُوور لوک۔ سوہ لوک۔

مہہ لوک۔ جن لوک۔ تپ لوک۔ اور ست لوک

کہلاتے ہیں۔ صوفیوں نے عربی زبان میں ان سنسکرت لفظوں کے جو تراجم کئے ہیں۔ گو وہ اس قدر واضح نہیں ہیں۔ اور نہ اُن سے یہاں اس کی صراحت کی جاتی ہے۔ لیکن تطبیقی خیال سے اِن کے نام حسب ذیل رکھے گئے ہیں:۔

ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔

ہوت الہوت۔ ہاہُوت ۔ ہوت۔

اور صوفیوں کے اصطلاح میں جن حالتوں کا اُن مقامات کے طے کرنے وقت توارد ہوتا ہے۔ ان کیلئے اصطلاحی اور صراحتی الفاظ اِس طرح وضع کئے گئے ہیں۔

طلب ۔ عشق ۔ توحید

عرفان۔ استغنا۔ فنا ۔ بقا

یہ تمام اصطلاحات صراحت طلب ہیں۔ جبتک کہ طالب صادق باقاعدہ ست سنگ نہیں کرتا۔ نہ تو اپنا کوئی ذاتی تجربہ ہوتا ہے نہ حق

باطن (اندرون) کو حرکت ملتی ہے۔ اس لئے ست سنگ لازمی شرط ہے ست سنگ اور ابھیاس یعنی صحبت اور ابھیاس لازمی اور لابدی قرار دئے گئے ہیں۔ ان کے سوا سنتوں کے ہاں اور کوئی بات نہیں رہی

لوگ کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور ان کا حال جو ہوتا ہے تمام دنیا کو معلوم ہے:-

سُر کی نہ خبر نہ تال کی ہے
ڈھولک بھی عجیب چال کی ہے

بھاگوت کیا کہتی ہے۔ اس کی تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ اسے کون جانتا ہے؟ شُکدیو جیسا گورو ہاتھ آئے۔ اور پریکشت پریکشا لیا ہوا شاگرد ملے تب گورو اور چیلے کا ملاپ عجیب و غریب لُطف دکھائے نہ ایسا ہوتا ہے۔ اور نہ اُن کے پڑھنے لکھنے کا کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ تضیع اوقاتی بیشک ہوتی ہے۔

رادھا سوامی دھام

۱۱ر اکتوبر ۳۲ء

بچن پرسنگ

ست سنگ کے روزانہ بچنوں کا انتخاب

ایڈیٹر موتی لال

رادھا سوامی دھام - ڈاکخانہ - رادھا سوامی دھام

ضلع مرزاپور

فہرست مضامین

وضع مردانہ

(۱) بزدلی کو چھوڑ دے اور وضع مردانہ بنا
عقل اگر پائی ہے اپنے کو نہ دیوانہ بنا

(۲) چرخ تو پیر کہن ہے اور میں ہوں نوجواں
دہر کا ماتم کدہ بزم شبابانہ بنا

(۳) سجدہ کرتے کرتے پیشانی پہ گھٹے پڑ گئے
رحم کر پیر مغاں! معبد کو میخانہ بنا

(۴) تجھسے ملنے کی ہے خواہش یاس کا صدمہ نہ دے
خانۂ دل کی نہ آبادی کو ویرانہ بنا

(۵) مجھ سے کیوں الجھینگے عالم عابد و زاہد کبھی
جب لگا رہنے ہمیشہ شکل رندانہ بنا

(۶) فکر کی بندش نہیں آزاد ہوں دلشاد ہے
جام بیفکری پیا بے فکر مستانہ بنا

(۷) ضبط دل سے اس قدر ضابط کو ربط و ضبط ہے
ضابطہ کے رسم کا بے مثل فرزانہ بنا

کار آمد نصیحتیں

(۱) حضور مہاراج نے مجھے یہ نصیحت کی تھی۔ کہ کبھی بیکار نہ رہنا۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کام کرتے رہنا۔ بیکار سست بننا نہ اچھا۔

(۲) جو لوگ بیکار رہتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں شیطان بستا ہے۔ جو لوگ کام کرتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں رحمان بستا ہے۔

(۳) بیکار آدمی کا دل شیطان کی شیطنت اور فتنہ پردازی کا کارخانہ ہے۔ جس سے شر اور فساد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) باکار آدمی کا دل رحمان کی رحمت اور خوبصورتی کا کارخانہ ہے۔ محبت اور اُلفت کی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں۔

(۵) کام کرو۔ لیکن اس بات کا خیال رکھو۔ کہ تمہارے کام سے کسی کا دل نہ دُکھے۔ اور یہ بات اُسی وقت ممکن ہے۔ جب تم کو اپنی بہتری مدنظر رہیگی۔ اور اپنے کام کے سوا دوسروں کی طرف نظر نہیں ڈالو گے۔

(۶) کام سے کام ہو۔ بیفائدہ کسی کے ساتھ کیوں اُلجھن پیدا کیجائے۔

(۷) آج کا کام کل پر کبھی نہ ٹالو ورنہ وہ بارگراں ہوگا۔ اور کسی نہ کسی وقت بغیر تمہاری گردن مروڑے نہیں رہیگا۔

(۸) جو کام ہاتھ میں ہے۔ اُسے ختم کرو زیادہ دیر تک اپنے

پاس نہ رہنے دو۔ ورنہ یہ کام نہیں ہوگا بلکہ بلائے جان ثابت ہوگا اور تم بہت دیر تک اس کام کے اپنے ہاتھ میں رکھنے کے قابل نہیں رہو گے۔

(۹) جو شخص باقاعدگی کے ساتھ کام کرتا ہے۔ کام اُس کی زندگی کو باقاعدہ اور خوشنما بنا تا جاتا ہے۔ اُس میں چُستی اور چالاکی رہتی ہے سُستی اور کاہلی اُس پر حملہ کرنے کی جُرأت نہیں کر سکتی۔

(۱۰) کام کا نتیجہ کامیابی ہے۔ جو لوگ دُنیا میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ روز بروز اپنی ترقّی کرتے جاتے ہیں۔ اور وہی ترقّی اُن کے کام کا بہترین ثبوت اور سند ثابت ہوتی ہے۔

(۱۱) کسی شخص سے یہ نہ پوچھو کہ میں کام تندہی اور دِلدہی سے کرتا ہوں۔ بلکہ یہ سوال اپنے دِل سے کیا کرو۔ اگر تمہارا دِل گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے کام میں ہوشیار اور تجربہ کار ہو۔ تو تمہیں یہی گواہی اور سند کافی ہے۔

(۱۲) کام کرنے کا نتیجہ خوشی ہے۔ کام کرنیوالا آدمی کبھی بھی ناخوش نہیں رہتا۔ برعکس اس کے بیکاری کا نتیجہ ناخوشی ہے بیکار آدمی کے حصّہ میں بھی خوشی نہیں آتی۔

(۱۳) اگر تمہارے کام نے ترقّی کی تو سمجھ لو کہ تم کام والے آدمی ہو۔ اور اگر کام میں ترقّی نہیں ہے۔ تو جان لو کہ تم نکمّے ہو۔ اس معاملہ میں بھی کسی اور سے پوچھنے پچھنے کی ضرورت نہیں ہے

(۱۴) کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا سب کا سب اچھا ہے۔ چھوٹا کام ہاتھ میں لو تو اُسے بڑا بناؤ اور وہ تم کو بغیر بڑا بنائے ہوئے نہیں رہیگا۔ بڑا کام ہاتھ میں لو اور اُسے چھوٹا بناؤ۔ غفلت اور سُستی سے تم آپ چھوٹی حیثیت کے ہو جاؤ گے

(۱۵) جس کام پر ہو اس کام کی عزت کرو۔ اور وہ کام تمہاری عزت کو بڑھا دیگا۔ لوگ کہتے ہیں۔ دھرم کی رکشا کرو اور دھرم تمہاری رکشا کریگا۔ میں کہتا ہوں کام کی رکشا کرو۔ اور وہ تمہاری رکشا کرے گا۔

(۱۶) مفلسی آتی ہے کام کرنیوالے کے دروازے کے باہر کھڑی رہتی ہے۔ اندر داخل ہونے کا اُسے حوصلہ نہیں ہوتا لیکن جو کام نہیں کرتے مفلسی جرأت کے ساتھ بیکاروں کے گھروں میں آ جاتی ہے۔ اور انہیں ننگا اور بھوکا بنا دیتی ہے

(۱۷) دولت آتی ہے۔ اور کام کرنیوالوں کے مُنہ کو نہیں بلکہ قدم کو چومتی ہے۔ اگر آج وہ شخص سب سے نچلے زینہ پر ہے۔ تو کچھ دنوں بعد خود بخود زینہ کی چوٹی پر قدم جماتا ہوا شہرت عزت اور نیکنامی کے بلند بام پر چڑھ جائیگا۔

(۱۸) ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپاہج کی طرح نہ بیٹھے رہو۔ بلکہ ہاتھ پاؤں ہلاؤ اپنی حالت درست کرو۔ اور اپنے پر چہار طرف خیر و برکت کے سامان کو بکھیر دو تاکہ دیکھنے والے سمجھ سکیں۔ کہ دنیا

میں کوئی کام کرنیوالا پیدا ہو گیا ہے۔

(۱۹) مکھی مارنے والوں سے تو مکھی بھی نہیں مرتی۔ ان کے تباہ حال بنانے کا اور کوئی اوزار نہیں ہے۔ یہ خود اپنی عادت کے اوزار کے مارے ہوئے ہیں

(۲۰) کام کا وقت ہوتا ہے۔ بیوقت کبھی کام نہ کرو۔ اگر تم بھگتی یا علوم و فنون کے کام کے شائق ہو۔ تو صبح اٹھنے کی عادت ڈالو اور اُس وقت اپنے مالک کو یاد کرو کام کاج میں لگ جاؤ اور آہستہ آہستہ دنوں اور ہفتوں کے اندر تم دیکھو گے کہ تمہاری عادت تمہاری حالت اور تمہاری کیفیت میں خوشنما تبدیلی ہوتی جا رہی ہے۔

(۲۱) جو صبح اُٹھکر کام میں لگتا ہے۔ اور کام کرنے کے بعد وقت پر جاکر سو رہتا ہے۔ اس کی تندرستی اچھی رہتی ہے۔ وہ دولتمند ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کی عقل اور تمیز میں بھی نمایاں ترقی ہو جاتی ہے۔ برعکس صورت میں برعکس کیفیت ہے

(۲۲) خوبصورتی کس میں ہے؟ خوبصورتی انسان کے دل میں ہے۔ خوبصورتی کس طرح انسان کے دل میں نمو پاتی ہے؟ خوبصورتی کام کرنے سے آتی ہے۔ نئے نئے تجربے ہوتے ہیں۔ نئے نئے مشاہدے نگاہ کے سامنے آتے ہیں

(۲۳) کام کرنے سے دل پر ضرب لگتی ہے۔ اور دل وسیع ہوتا

جاتا ہے۔ اور اُس کی وسعت میں فضائیت نزاکت اور لطافت کے سامان پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ جو اُسے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

(۲۴) کھُردری لکڑی میں خوبصورتی نہیں ہے۔ ہوشیار کاریگر ہاتھ میں بسُولا لیکر اُسے چھیل چھال کر ایک شکیل اور خوبصورت مورتی کی شکل میں کھڑا کر دیتا ہے۔ یہ مُورتی کہاں سے نکل آئی؟ یہ اُس کاریگر کے دل میں تھی۔ اُس نے دل کو ضبط میں رکھکر قاعدہ کے ساتھ سنبھل سنبھل کر پہلے لکڑی کو چھیلا رندے سے صاف کیا پھر خط و خال نکالے جو دیکھنے والوں کی حیرت اور تعجب کا باعث ہوئی۔

(۲۵) سنگتراش کے ہاتھ میں ہتھوڑا اور چھینی ہے۔ جب وہ پتھر پر ٹانکا مارتا ہے۔ اِدھر ضرب پہلے اُس کے دل میں لگتی ہے۔ پیچھے پتھر پر پڑتی ہے۔ دل پہلے سنورتا اور شُدھ ہوتا ہے اور پتھر بعد کو چکنا اور ستھرا ہوتا ہے۔ بڑھئی کی طرح وہ بھی اپنے دل کے اندر سے پتلی نکال کر اُس پتھر میں کھڑی کر دیتا ہے۔

(۲۶) کام کرنیوالے کی اُپج رات دن بڑھتی جاتی ہے۔ اُسے نئی نئی سوجھ بُوجھتی ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ برعکس اس کے جس شخص کو اُپج اور جدّت سے خالی دیکھو سمجھ لو یہ نکمّا آدمی ہے۔ وہ صرف مکھّی کی جگہ مکھّی چپکانا جانتا ہے۔ اور اُس کی کبھی اُس میں کافی لیاقت نہیں ہے۔

(۲۷) کام کام کو سکھاتا ہے۔ ایک کام ہاتھ میں لو اور دس کام کی سمجھ تم کو آئیگی۔ ایک کام ابھی پورا نہیں ہوا۔ کہ دوسرے کام کی سمجھ بوجھ آ گئی۔ یہ شخص کسی کی ہدایت کا محتاج نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں کسی کی شاگردی اختیار کرے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ خود صاحب تجربہ ہو کر کاموں کی صورتیں اپنے اندر سے نکالنے پر قادر ہوگا۔ جو بات بیوہار میں ہے۔ وہی پرمارتھ میں بھی ہے دونوں جگہ ایک ہی اصول کام کرتے ہیں۔

(۲۸) کام والا ہر جگہ کامیاب ہوتا ہے۔ نکما آدمی ہر جگہ ناکامیاب رہتا ہے

(۲۹) تم کو قدرت میں کام اس واسطے ملتا ہے۔ کہ اپنے کام کو ترقی دیکر اُس سے آمدنی کا ذریعہ بناؤ۔ اس واسطے کام نہیں دیا جاتا۔ کہ اُلٹے کام کرنیوالے کی گردن پر اپنی نکمی عادت کا بوجھ ڈال دو ورنہ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دونوں کے دونوں دب دبا کر ابھرنے کے قابل نہیں ہونگے

(۳۰) اس لئے میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ بیکار نہ رہو۔ ہمیشہ باکار رہو۔

(۳۱) دُنیا میں کام کی کمی نہیں ہے۔ بلکہ کام کرنیوالوں کی کمی ہے۔ عجیب زمانہ ہے۔ دفتروں اور آفسوں سے آدمی نکالے جا رہے ہیں۔ اور وہ بھوکوں مر رہے ہیں۔ اس کا

سبب یہی ہے۔ کہ یہ سب لکیر کے فقیر بنے ہوئے تھے۔ اُس بیج سے خالی تھے۔ مکھی پر مکھی مارنا سیکھ رکھا تھا۔ ورنہ قدرت میں کام کی کہاں کمی ہے۔ جس طرح غریب آدمی دولت کی تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح کام کو کام کرنیوالوں کی جستجو رہتی ہے۔

(۳۲) کام کرنیوالا آدمی مٹی کو چھو دیتا ہے۔ اور وہ سونا بن جاتی ہے۔ نکما آدمی سونے کو چھو دیتا ہے۔ اور وہ مٹی ہو جاتا ہے۔

(۳۳) فقیر دعا مانگتا ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

ترجمہ اس کا یہ ہے۔ جو لوگ اپنی نظر سے خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں۔ کاش اُن کی نظر مجھ پر پڑ جاتی۔ کیا نظر پڑتی ہے؟ بیشک نظر پڑتی ہے۔ یہ دعا مانگنے والا شاگرد بن کر صاحب نظر کی تدبیر مصلحت اور موقع بینی کو کام میں لانے کا خواہشمند ہے۔ یوں ہی چھوٹی موٹی نظر ڈلوانا نہیں چاہتا۔

رادھا سوامی دھام ۱۷ ستمبر ۱۹۳۲ء

مذہب عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سنگو سمرن گھو میرے پیارے
کرم جگات چکائے زکوٰۃ

(بچن آٹھ شبد تیرہواں پہلی کڑی رادھا سوامی سلسلہ بچن نظم)

تشریحی ترجمہ

(۱) حضور معلی مقدس ۔ کامل ہدایت فرماتے ہیں:۔ اے عزیز اپنے کرموں کی زکوٰۃ دیتے ہوئے تب گورو کی پناہ کو اختیار کرو۔ اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو پھر گورو کا دامن پکڑنا بے سود اور بے بہبود ہے۔ اگر تم سوچتے ہو تو اپنے سوچ وچار کی زکوٰۃ پہلے گورو کو دیکر تب سوچو اگر تم بولتے ہو۔ تو اپنی گفتگو کی زکوٰۃ گورو کو دیکر تب زبان کھولنے کی جرأت کرو۔ اگر کرم کرتے ہو۔ تو کرم کی زکوٰۃ گورو کے حوالے کر کے تب اپنے کرم کی طرف دھیان دو۔

(۲) بغیر زکوٰۃ دئے ہوئے نہ کسی بات کا خیال کرو۔ نہ کوئی گفتگو زبان سے نکالو۔ نہ کسی قسم کے عمل و شغل سے تعلق رکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ من کرم اور بچن تمہارے قابو میں آئینگے۔ بلا گورو کے

سمرن کئے ہوئے سوچنے بولنے اور کرم کرنے کی عادت کو ترک کردو
غرور خودی - اور اہنکار نہایت زبردست دشمن ہیں - ان کا مارا
ہوا آدمی ہمیشہ زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے - اور وہ اصلی زندگی
کا حقدار تک نہیں ہے - زندہ رہتا ہوا وہ مردہ ہے - اور اسکی
حیثیت جڑ پدارتھ یا بانسنا کی ہے -

زکوۃ کہتے ہیں دان کو - زکوۃ کہتے خیرات کو - زکوۃ کہتے ہیں -
وشانش یعنی دسویں حصے کو - سب سے پہلی بات یہ ہے - اگر تم
مریدی کے حلقہ میں آتے ہو - تو خیال قول اور فعل کو گورو کے
ماتحت رکھکر خواہ اُن کے ارپن کرتے ہوئے - تب اپنے کام
میں لگو - پھر یہ کرم تمہارے لئے کبھی دُکھدائی نہ ہونگے - اور
اس طرح کرم کی زکوۃ دیتے ہوئے ممکن نہیں کہ تم کبھی کرم کی
لپیٹ میں آسکو -

تم جو سوچتے ہو اپنے طور پر اپنے لئے اور اپنی غرض کیلئے
سوچتے ہو - تم جو بولتے ہو - اپنے لئے اپنے واسطے اور اپنی
غرض کی نیت سے بولتے ہو - تم جو کرتے ہو اپنے لئے اپنے
واسطے اور اپنی غرض کی نظر سے کرتے ہو - جو شخص کرتا دھرتا
بن کر کام کریگا - کیسے ممکن ہے کہ کرم کے نیچے یا سزا اور جزا
کے قانون پر غالب آسکے - اور اگر تم گورو کے نام پر اپنا سب
کچھ گورو کے ارپن اور تصدق کرتے ہوئے کرتے ہو - پھر اس کیلئے

تم ذمہ دار نہیں ہو۔ تمہارا گورو ذمہ دار ہے۔ تم آزاد رہو گے
ممکن ہے تعلقات کے قید و بند کی زنجیر کھڑکھڑاتی ہوئی آئے لیکن
تمہارے باندھنے اور گرفتار کرنے میں کمزور ثابت ہو گی۔
جو کریگا وہ بھریگا۔ جو کہیگا وہ سنیگا۔ جو جیسا سوچیگا ویسا بنیگا۔
میاں! تم نے مرشد پرستی کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔ یا تو گورو
کے ہو کر رہو اور پھر دیکھو کس طرح دیا آتی ہے۔ یا اس کے
تعلق کو چھوڑ دو۔ اِدھر یا اُدھر۔ گورو کب کہتا ہے۔ کہ تم بیر
ہو کر رہو۔ اس تعلق کے پسند کرنے والے تم آپ ہو۔ اور اگر
تم دروازہ پکڑتے ہو۔ تو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔
در یکے گیر محکم گیر۔
جو غرور کے نشہ میں چور ہو کر کام کریگا۔ کیسے ممکن ہے
کہ کرم کے بندھن میں نہ آئے۔ اس کرم کو گورو کے ارپن
کیوں نہیں کرتے! پھر دیکھو کس طرح کی فرحت اور مسرت
کی زندگی تمہارے حصہ میں آتی ہے! تم نے تو اس طریق
کو مخول سمجھ رکھا ہے۔ گورو کا مضحکہ اڑاتے ہو۔ اور اپنا مضحکہ
اڑاتے ہو۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر نہ پورا تیتر نہ پورا بٹیر۔ جب
دیکھو تب بیکار کام کرتے رہتے ہو۔ جب دیکھو تب فضول
وسوسات اور گمان اپنے دل میں اٹھاتے ہو۔ اور جب دیکھو
تب غرور کے کام کاج کرتے ہو۔ آپ ہی بتاؤ۔ گورو کی تو تم کو

ذرا بھی پرواہ نہیں۔ پھر تم کو مدد ملے تو کس طرح ملے۔ اور اگر دونوں کے
دل ملیں تو کس طرح ملیں۔ تم اپنی خودی خودنمائی اور خود پسندی کا تماشہ
دنیا کو دکھا رہے ہو۔ دنیا اس تماشے کو دیکھ رہی ہے۔ اور گورو بھی الگ
تھلگ رہتا ہوا تمہارے تماشے کو دیکھتا ہے۔ اور خیال کیا کرتا ہے
اچھا چلنے دو۔ کبھی نہ کبھی یہ راستہ پر آئیگا۔ اس میں گھبراہٹ نہیں ہے بے چینی
نہیں ہے۔ اس میں اضطراب نہیں ہے۔ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے آپ
کو روزانہ ست سنگ کے بچن سنتے ہوئے سدھارتے سنوارتے اور سنگارتے
ہوئے چلو۔ سو برس کا کوڑھ ایک روز میں نہیں جاتا وہ تو جب جائیگا آہستہ
آہستہ جائیگا۔

اگر گورو کو کرموں کی زکوۃ دیتے ہوئے چلتے ہو اور ساتھ ہی غلطیاں
اور غلط فہمیاں بھی کرتے ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں راستہ پر رہو۔ جو گرتا پڑتا
ہوا چلتا رہتا ہے وہ کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک ضرور رسائی حاصل کریگا
اور جو گورو کا سہارا چھوڑ کر اپنے زعم میں اپنے آپ کو اٹھاتے ہوئے
ہے۔ وہ اپنایا تو گیا نہیں۔ پھر کہو اُسے مدد کا استحقاق کس طرح حاصل ہو
تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ تنکے کو پکڑ کر گرتا ہوا انسان اوپر چڑھ
جاتا ہے۔ ایک بہتی ہوئی لکڑی کو پکڑ کر اُس کے سہارے دریا پار
کرجاتا ہے۔ اور یہاں تو گورو کا سہارا نہایت زبردست اور طاقتور ہے
لیکن سوال یہ ہے۔ کہ تم نے سہارا بھی لیا ہے۔ یا نہیں لیا ہے۔ زبانی
جمع خرچ کی ضرورت نہیں ہے۔ گورو کی مجلس یا ست سنگ میں بھی آکر

اگر زبان پر لگام نہیں ہے۔ اور دل کو عبودیت کے شکنجے میں نہیں کھینچا گیا۔ تو تم آپ فیصلہ کرو۔ کہ تمہارے اندر کون جذبہ بُہ زور ہے۔

روایت ہے درباسار ستی دریا میں نہا رہے تھے۔ اُن کی لنگوٹی بہ گئی شرم اور حجاب سے وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ دروپدی جو کرشن کی بھگتنی تھی۔ ان کی شرمساری کی حالت کو بھانپ گئی۔ اور اُسی وقت اُس نے اپنی چیر کا ٹکڑا پھاڑ کر کرشن کے نام پر اُس کی طرف پھینک دیا۔ اور اُسے کمر سے باندھ کر رشی باہر نکل آئے۔ یہ زکوۃ دینے کی مثال تھی۔ محتاجوں کی خبر لو۔ بیکسوں کی گورو کے نام پر مدد کرو۔ کمزوروں کو نہ ستاؤ۔ سب سے پہلے یہ خیال کر لو۔ کہ آیا اس ستانے میں تمہارا گورو شریک ہے یا نہیں؟ شریک ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تب تم اس کے سلسلہ کو جاری رکھو۔ خود بخود رک تھام ہو جائیگی۔

جس وقت بھری ہوئی سبھا میں دوشاسن دروپدی کی چیر کھینچنے لگا۔ اور اُسے ننگی کرنا چاہا آسمان پر گورو کی چمکتی ہوئی تصویر نظر آئی۔ وہ جس قدر چیر کو کھینچتا جاتا تھا۔ اُسی قدر وہ چیر زنجیر مسلسل کی طرح بڑھتی ہوئی طولانی ہوتی گئی۔ اور وہ اُسے برہنہ اور بے آبرو نہیں کریگا۔ یہ زکوۃ دینے کا نتیجہ تھا۔ کرن دانی تھا۔ سخی تھا۔ صاحب کرم تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ کوئی کُتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زبان کھولے ہوئے تڑپ رہا تھا اور مرنیکے قریب تھا۔ رحم دل کرن نے اپنی مکٹ اتاری اور دھوتی کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی کھینچا۔ اس نے یہ

خیال نہیں کیا کہ اس کی گت خراب ہو گی
زکوٰۃ کے خیال سے اس نے اُس کی ڈوبچی نہانی پانی نکال کر گرو
کو پلا یا۔ اس کرن کو اس زکوٰۃ کا یہ نتیجہ حاصل ہوا۔ کہ غریب کا لڑکا
ہونے ہوئے بھی دولتمند کے زمرہ میں رہ کر سب سے زیادہ دانی مشہور
ہوا۔ اور دان کے معاملہ میں یدھشٹر وغیرہ راجہ اس کی گرد کو نہیں
پہنچ سکتے۔ اور اس نے بڑی عزت اور آبرو پیدا کی تم کو معلوم ہوگا
کہ یہ کرن کنتی کا لڑکا تھا۔ جو شادی ہونے سے پہلے پیدا ہو گیا تھا۔
کنتی نے شرم کی وجہ سے اسکو جنگل میں پھینک دیا تھا۔ تاکہ کوئی
جانور کھا جائے اور وہ بے آبروئی سے بچ جائے۔ لیکن زندگی باقی
تھی۔ وہ بچ گیا۔ اور آخر میں دُر یودھن کی فوج کا جری۔ جانباز
شجاع سپہ سالار ہو گیا۔ جسکی تیر اندازی کا مقابلہ ارجن کیلئے بھی مشکل
ہوا۔ جس وقت وہ تیر باری کرتا تھا۔ مہا بھارت اپنی مبالغہ آمیز عبارت
میں کہتی ہے کہ باوجودیکہ کرشن تینوں لوکوں کا بوجھ لئے ہوئے رتھ پر
سوار تھے۔ لیکن وہ رتھ جو جنڈول اچھل جاتا تھا۔ اُس نے زکوٰۃ دینے کا پایہ
گورو سے کہتے ہیں۔ رحم اور کرم کو گورو کہتے ہیں۔ فضل اور جود کو گورو
کہتے ہیں۔ محبت اور الفت کو گورو کے ہزاروں اور لاکھوں نام ہیں
جس کے دل میں محبت ہے۔ وہ گورومت ہے جس کے اندر ہمدردی
ہے۔ وہ گورو کا شاگرد ہے۔ جو ہر موقعہ پر اپنے جذبات کو گورو کے
ماتحت رکھ کر کام کریگا۔ وہ کبھی خطا نہیں کھائیگا۔ بلکہ یہ بے رحم دنیا

قدم قدم پر قلبہ بوس ہوتی ہوئی اُس کیلئے کامیابی کا دروازہ کھولتی ہوئی چلی جائیگی۔ اور وہ دین دُنیا میں سُرخرو ہوگا۔ لیکن جو لوگ اپنے زعم میں اکڑے ہوئے گورو کے نام کو بالائے طاق رکھ کر خودی کے سلسلہ میں کام کیا کرتے ہیں۔ اُن کا تو خُدا حافظ ہے اور خُدا ہی حفاظت کرے۔

دوسرا قصّہ سُنو۔ سبکتگین ایک غلام تھا۔ طغرل کی ماتحتی میں ایک دن گھوڑے پر سوار جنگل میں چلا جارہا تھا۔ راہ میں ایک ہرنی ملی۔ جو اپنے نوزائیدہ بچّہ کو دودھ پلا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ سبکتگین نے بچّہ کو اُٹھا لیا اور گھوڑے پر بٹھا کر اپنے راستہ پر لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پیچھے کی طرف نظر کرنے پر دیکھتا کیا ہے کہ ہرنی روتی ہوئی گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے اس کو رحم آیا (یہ رحم گورو تھا) اور گھوڑے سے اُتر کر ہرنی کے بچہ کو نیچے رکھ دیا۔ اور بے زبان حیوان سے مخاطب ہو کر بولا "اے ہرنی! میں نے تجھ پر ظلم کیا تھا۔ میں نے بچہ چھین لیا تھا۔ تجھے تکلیف ہوئی۔ لے اپنا بچہ لے! میرے قصور کو معاف کر۔ میں نہیں سمجھتا تھا۔ کہ انسان کی طرح حیوانوں میں بھی اپنے بچّوں کی اُلفت ہوتی ہے"۔ یہ کہا اور اپنا راستہ لیا۔ اس نیک کام کی وجہ سے اُس روز اس کا دل بہت خوش ہوگیا۔ جب رات کو سویا خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ خدا کے فرشتے آئے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں "اے سبکتگین آج تو نے بیکس ہرنی کو اپنی محبّت کی زکوٰۃ دی ہے۔ خدا تجھ سے خوش ہے۔ اور وہ تجھے اس سلسلہ میں

دُنیا کی بادشاہی عطا کرے گا؟ کچھ دنوں کے بعد یہ شخص سچ مچ بادشاہ بن گیا۔ محمود غزنوی اسی سبکتگین کا لڑکا تھا جس نے اٹھارہ ۱۸ مرتبہ ہندوستان پر حملے کئے تھے۔

ہمارے ملک کے جنوبی حصّہ حیدرآباد میں ایک بزرگ ہوئے ہیں اُن کا نام مہاراجہ چندو لال تھا۔ ایک معمولی درجہ کے عرائض نویس تھے۔ اور چار کمان کے نیچے بیٹھ کر عرضیاں لکھا کرتے تھے۔ وہی ان کی روزی کی صورت تھی۔ لیکن اسی وقت سے ان کو زکوٰۃ دینے کی ایسی زبردست دھت پڑ گئی۔ کہ عرائض نویسی میں جو کچھ ملتا تھا اُس کا بیشتر حصّہ زکوٰۃ کر دیتے تھے۔ آخر میں یہ حیدرآباد کے وزیر اعظم ہو گئے۔ مہاراجہ کا خطاب ملا۔ لیکن زکوٰۃ دینے کی عادت کبھی نہیں چھوڑی اور مزہ کی بات یہ ہے کہ ان کی زندگی جیسے پہلے سادی تھی آخر تک سادی رہی۔ یہ اور ان کی بیوی دونوں چٹائی پر سوتے تھے اور پانی پینے کیلئے ایک مٹی کا گھڑا چھوڑ رکھا تھا۔ پچیس ہزار تنخواہ ملتی تھی سب زکوٰۃ میں جاتی تھی۔ لاکھوں روپے کی جاگیر عطا ہوئی۔ اس کا حصّہ بھی بیشتر خیرات کر دیا کرتے تھے۔ منتھنی۔ امیلواڑہ وغیرہ کتنے گاؤں ہیں۔ جو اس بزرگ نے برہمنوں کو دان دے دیا۔ مسلمانی ریاست میں رہتے ہوئے اُن کے داد و دہش کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ہر جگہ ہندوؤں کیلئے گذارے کی صورت نکال دی۔ جسے حیدرآباد کی زبان میں "انعام" کہتے ہیں۔ سارا حیدرآباد انعامات سے بھرا پڑا ہے۔ ایک جگہ مخصوص مقرر کر رکھی تھی۔ جس کا نام چندو لال کا بیلہ ہے۔ وہاں پوجا پاٹ کرنے کے بعد بیٹھتے تھے جو آیا زکوٰۃ لے گیا۔

نظام کو تو کوئی پوچھا بھی نہیں تھا۔ جب ان کی سواری نکلتی تھی۔ لاکھوں بھکاری فقیر جمع ہوتے تھے۔ اور یہ ہاتھی کے ہودے پر بیٹھے ہوئے دونوں مٹھیوں سے روپے اور اشرفیوں کی بارش کرتے جاتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تمیز نہیں تھی۔ بارہا لوگوں نے شکائتیں کیں کہ ممالک محروسہ کی ساری دولت لٹائی جا رہی ہے۔ ایک مرتبہ یہ اسی الزام میں قید بھی ہو گئے لیکن قید میں رہتے ہوئے بھی ہزاروں کی بھیڑ کھڑکی کے سامنے اکٹھی رہتی تھی اور کیا جانے کہاں سے یہ آہنی سلاخوں کی راہ سے روپے اور اشرفیاں باہر پھینکا کرتے تھے۔ نظام نے خواب میں دیکھا کوئی شخص بآواز بلند کہہ رہا تھا "اے نظام! غافل نہ ہو۔ تیرا خزانہ چندو لال کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اُسے منصب پر ممتاز کر ورنہ افسوس کا ہاتھ ملنا پڑیگا" اور وہ پھر وزیر اعظم بنائے گئے۔ ایسے اتفاقات ان کی زندگی میں اور بھی ہوئے ہیں اُن کی سوانح عمری کے واقعات سننے کے قابل ہیں۔ لیکن طوالت کی نظر سے درگذر کی جاتی ہے۔ اس زکوٰۃ دینے کا نتیجہ یہ ہوا۔ حیدر آباد اب تو نظام کا حیدر آباد کہلاتا ہے۔ لیکن اُس زمانہ میں چندو لال کا حیدر آباد مشہور تھا۔ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اُس نے وزارت کی۔ سات ہزار کے پنشن مقرر ہوئی خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن یہ سات ہزار کے سات ہزار زکوٰۃ میں جاتے تھے۔ اس موقع پر زکوٰۃ کو زکوٰۃ نہ کہو خیرات کہو زکوٰۃ کی عادت نے انہیں نہایت اعلیٰ راجہ کا فقیر بنا دیا۔ آخر کو نظام نے مجبور ہو کر یکمشت تنخواہ دینے سے انکار کیا۔ کیونکہ سات ہزار تقسیم ہونے کے بعد یہ ہفتوں بھوکے رہتے تھے

تب یہ اقساط کئی دفعہ ان کو پنشن ملتی تھی۔ مگر پھر بھی سخی کا دروازہ محتاج اور مساکین کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ مر گئے چتا پر لاش جلائی گئی ساری لاش تو خاک ہو گئی۔ لیکن داہنا ہاتھ جو خیرات کا ہاتھ تھا گھنٹوں لکڑیوں کے انبار سے جلائے جانے پر بھی نہیں جلا۔ اور ان کی زندگی میں عجیب و غریب بات یہ تھی۔ کہ اُن کی بیوی بھی اُنھیں کی طرح خیرتی تھی۔ یہ روپے وا شرفیوں کا دان دیا کرتے تھے۔ اور وہ آٹا کا دان دیا کرتی تھی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اسکے جسم پر ایک معمولی ساری رہتی تھی۔ اور زیوروں میں صرف ایک نتھ ناک میں پڑی رہتی تھی۔ باقی اللہ اللہ خیر سلّا۔

یہ زکوٰۃ کی برکت ہے۔

میں ست سنگیوں سے کہتا ہوں کہ دونوں وقت اپنے کھانے سے ایک مٹھی آٹا نکال کر علیٰحدہ خیرات کی غرض سے رکھ دیا کرو۔ لیکن کتنے ست سنگی ہیں جنہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اور پھر بھی وہ گورو کے سیوک کہلانے کے دعویدار ہوتے ہیں۔

لینے کو ست نام ہے دینے کو ان دان

ترنے کو ہے دنتیا بوڑن کو ابھمان

اے ست سنگیو! آخری دفعہ پھر اس شبہ کی کڑی کوشش لو۔ اگر یاد رکھنے کے قابل ہو تو یاد رکھو۔ اور اگر فضول اور دل لگی سمجھتے ہو۔ تو تم جانو تمہارا کام جانے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں

سنگور دشمن گھو میرے پیارے

کرم جگا آنت چکائے

۱۷؍اکتوبر ۳۲ء زکوٰۃ

مذہب عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ

ستگورو شرن گہہ میرے پیارے
کرم		تجگات		اُچکارے		زکوٰۃ

کہتے ہیں گورو دکو تن من دھن سب اَرپن کرو۔ اس ارپن کرنے کا نام زکوٰۃ ہے۔ لیکن یہ زکوٰۃ کس طرح پر ادا کی جائے۔ یہ ایک ایسا مشکل سوال ہے۔ جو معمولی ذہانت کا آدمی کسی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ لوگ غلطی اور غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ گوروائی ایک قسم کا پیشہ ہے۔ اور گورو اپنے مکر و فریب کی جال میں پھنسا کر چیلوں کے دھن دولت کو لوٹنا چاہتا ہے۔ اور لوگ اسی غلط خیال میں پڑ کر رات دن گورو دھرم کا کھنڈن کرتے جاتے ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ کم از کم ست سنگیوں کو یہ مسئلہ اچھی طرح حل کر کے سمجھا دیا جائے۔ تاکہ ان کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔

گورو جو اپنے چیلے کے مقبوضات پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ گورو نہیں ہے۔ چیلہ جو گورو کو دھن دولت ہڑپنے والا خیال کرتا ہے۔ وہ چیلہ نہیں ہے۔ پیری اور مریدی اصل میں دلی تادیب اور تربیت کا ایک طریقہ ہے جس کے بغیر روحانیت کا مضمون سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اس میں شک نہیں لیکن ایک دل درستی لاکھ نعمت ہے۔ اگر دل درست ہو جائے۔ تو تن بول ہی خود بخود درست ہو جائیگا۔ تندرستی کیلئے مختلف قسم کے شغل اور ورزش اور

کھبل کو دور کرنے پڑتے ہیں۔ خاص قسم کی غذا کا انتظام مدنظر رہنا ہے۔ دل درستی کیلئے صرف مرشد کی صحبت۔ خدمت۔ اور اس کا تصور اس کا خیال اور اسی کے موافق اپنی زندگی بنانا لازمی شرط ہے۔ اصل میں یہاں نہ کچھ لینا ہی نہ دینا ہی اگر لینا ہوگا تو شاگرد ہی لینا ہوگا۔ اگر دینا ہوگا تو گورو ہی دینا ہوگا۔

گورو کپٹی اور لالچی چیلا
دونوں نرک میں ڈھکیلم ڈھیلا
گورو لالچی اور کپٹی چیلا
نرک کنڈ کے دونوں ڈھیلا

چراغ کو تم کیا دیتے ہو؟ چراغ کی روشنی چاروں طرف پھیلی رہتی ہے اس روشنی کا فائدہ تمہیں ہوتا ہے یا چراغ کو ہوتا ہے۔ اسی طرح گورو کی ذات کے ارد گرد ایک خاص قسم کا روحانی منڈل بن جاتا ہے۔ اس روحانی منڈل میں جانے سے تمہارا فائدہ ہوتا ہے یا گورو کا ہوتا ہے! تم پانی میں نہانے ہو۔ اپنا میل اُتار آتے ہو یا پانی کا میل اپنے بدن پر تھوپتے ہو؟ ہاں چونکہ کال کی رچنا میں معاوضہ کا قانون قدم قدم پر کام کرتا ہے۔ اس لئے چراغ کے روشن کرنے کے لئے لوگ تیل بتی کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ تالاب میں نہانے کیلئے اُن کو تھوڑی سی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اس کو تم چاہے معاوضہ کہو یا زکوٰۃ کہو۔ تم کو اختیار ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ سب سے پہلی زکوٰۃ جو چیلے کو دینی پڑتی ہے۔ وہ اس کی عقیدتمندی ہے۔ اسی عقیدتمندی کا دوسرا نام اعتقاد اور وشواس ہے۔ اس اعتقاد

اور وشواس سے چیلے کی قوّت ارادی کی بُنیاد پڑتی ہے۔ اور گورو کا تصوّر اس بُنیاد کیلئے کنکریٹ ثابت ہوتا ہے۔ اور جب بنیاد پڑ جاتی ہے۔ تو دیوار بنتی ہے۔ چھت بنتی ہے اور محل بن جاتا ہے۔ اور اس کے اندر آرام سے رہنے کا موقع ملتا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اگر شیشیہ نے اپنی عقیدتمندی کی زکوٰۃ دی اور زکوٰۃ سچے دل سے دی گئی۔ تو تم سمجھ لو آسائش اور آرام کے محل بننے میں کوئی دِقّت نہیں واقع ہو گی۔ اور رہنے والے کی زندگی خوشنما ہو جائیگی۔

اب غور کر کے دیکھو کہ فائدہ اصل میں کس کو ہو رہا ہے۔ تم میں سے ہر شخص خوش رہنا چاہتا ہے۔ خوشی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر اس تھوڑی سی زکوٰۃ کے دینے سے اتنی بڑی قیمتی دولت ہاتھ آجاتی ہے تو اس کا معاوضہ کون دے سکتا ہے! اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے۔ کہ اس زکوٰۃ کے دیتے ہوئے سب کی جان نکلتی ہے۔

میں کہتا ہوں "گورو کو تن من دھن سب ارپن کرو" الفاظ سیدھے سادے ہیں۔ لیکن اس ارپن کرنے کے مضمون کو پہلے سمجھ لو۔

میرے ست سنگی بھائیوں میں سے ایک لالہ بالمکند صاحب نگینہ صوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے ایک رشتہ دار تحصیل کھیر میں رہتے ہیں۔ پہلے ان کی کیا حالت تھی مجھے پتہ نہیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ دولت ہاتھ سے جا رہی ہے۔ ایک مندر بنوایا اس میں ٹھاکر جی کو سنتھاپت کیا

اور اپنی تمام جائیداد اس کے لئے وقف کر دیا۔ دیدہ اور دانستہ تن من دھن سب ارپن کرکے وہ ٹھاکر جی کے ہو رہے ہیں۔ بچی کھچی جائیداد میں سے وہ ٹھاکر جی کو بھوگ لگا کر اُس کے پرشاد پر گزران کرتے تھے۔ لین دین کا کام کرتے تھے۔ اور شاید زمینداری بھی تھی۔ لیکن سب کچھ مندر کے نام وقف ہے۔ اپنی ذات کی انانیت اور اہم بھاؤ کو دخل نہیں دیا۔ جب ضرورت پڑتی ہے۔ مندر کی آمدنی کو پرشاد کی طور پر لیکر اپنا کام کر لیتے ہیں۔ اور خوش گذراں ہیں اب سوچو اس مندر نے یا ٹھاکر جی نے کیا لیا؟ جو کچھ مال و متاع تھا سب ان ہی کا ہے۔ صرف کہنے سننے کی بات ہے۔ ایک مرتبہ یہ مجھ سے ملنے کیلئے دیال ڈگی میں آئے۔ آدمی بڑے سیدھے سادے تھے۔ طبیعت میں نرم مزاجی بہت تھی۔ اور صورت شکل سے بلا حیثیت بنی تھی۔ اس ارپن کرنے کے مضمون نے ان کو حد درجہ کا بھولا بھالا بنا دیا تھا۔ میں نے پوچھا "آپ کس طرح سے کام کرتے ہیں؟" جواب دیا۔ جب کوئی قرض خواہ آتا ہے میں اُسے یہ نہیں کہتا۔ کہ میں تجھے قرضہ دونگا۔ بلکہ مندر میں جاتا ہوں اور ٹھاکر جی سے خیالی طور پر پوچھ کر اسے قرضہ لے آکر دے دیتا ہوں۔ اس طرح میں کاروبار کیا کرتا ہوں۔ اور اس میں میرا کوئی بندھن نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب مجھے گھر کے کام کاج کیلئے بھی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اپنے طور پر کوئی رقم تصرف میں نہیں لاتا ہوں بلکہ ٹھاکر جی کے نام پر بھکاری بن کر مانگ لیتا ہوں۔ اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔"

میں یہ بات سُن کر بہت خوش ہو گیا۔ اور گورو کو تن من دھن ارپن کرنے کا مضمون میرے ذہن نشین ہو گیا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہو گا۔ کہ جس وقت اُنہوں نے جائیداد ٹھاکر جی کے نام وقف کی تھی ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مگر اس وقف کی تکمیل کے بعد یکے بعد دیگرے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ جو اب تک بقید حیات ہیں۔ پہلے لڑکے کی پیدائش کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ دیکھو اس میں کس نے دیا اور کس نے لیا؟ مورتی تو مورتی ہی ہے۔ وہ کیا کھاتی اور کیا پہنتی ہے! فرق صرف اتنا ہے کہ پتھر کی مورتی بولتی نہیں۔ پوچھنے اور جواب دینے کا کام بھی بھگت کے خیال کے اُوپر موقوف ہے۔ گورو کی مُورتی چیتن مورتی ہے۔ وہ بولتی ہے سوال کا جواب بھی دیتی ہے۔ اس سے نسبتاً زیادہ تقویت ملنے کا موقع ہے۔ اس واسطے جب مورتی کا سہارا چھڑا کر صرف چیتن مورتی کا آسرا دیا جاتا ہے۔ بے زبانی کی جگہ با زبانی لے لیتی ہے سمجھانے بجھانے کا فائدہ ہو رہتا ہے۔ دونوں ہی مورتی ہی مورتی ہیں۔ اس بات کا فیصلہ خود ہر شخص کر سکتا ہے۔ کہ ان میں سے کون بہتر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔

ارپن کرنے کے مضمون میں اگر دینے والا ہے۔ تو شاگرد ہی ہے اور دوسرے معنی میں اُلٹ کر لینے والا بھی وہی ہے۔ یاد رکھو اگر تم کسی کو نیک خیال دو گے تو وہ لوٹ کر سو گنا فائدہ کے ساتھ اسی طرح تم کو ملیگا۔ جس طرح کسان باجرہ کا ایک دانہ بو کر اُس کے خوشہ سے

سینکڑوں دانے حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ خیال سچے ہو تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوگی۔ اس کا سو گنا پھل تمکو ملیگا۔ عقیدتمندی کا پھل بہت ہوتا ہے۔ سنسکرت کا مقولہ ہے "وشواسم پھل دایکہ" جو کچھ یہاں فائدہ ہے۔ صرف عقیدتمندی شردھا اور وشواس کا ہے۔ باقی کہنے سننے کی باتیں ہیں۔

پہلے داتا سکھ بھیا جس تن من ارپا سیس — شاگرد[1]
پیچھے داتا گورو بھئے چن نام کیا بخشیش[2] — دان[2]
ست نام کے پٹتر[3] دیبے کو کچھ ناہنہ — عوض[3]
کہاں لگ گورو سنتوشئیے[4] ہوس رہی من ماہنہ — راضی کیجئے[4]
من دیا جن سب دیا من کے سنگ شریر
اب دیبے کو کیا رہا یوں کتھ کہیں کبیر
من دیا تو بھل کیا سر سے اُترا بھار
جو کبھوں کہہ میں دیا تو بہت سہیگا مار
تن من دیا تو کیا ہوا نج من دیا نہ جائے
کہہ کبیرتا داس سے کیسے من پتیائے[1] — اعتبار کرے[1]
تن من دیا آپنا نج من تا کے سنگ
کہہ کبیر نربھئے بھیا سن ستگورو پرسنگ
گورو مورتی گتی چندرماں چاتر کی چت چکور
آٹھ پہر نرکھت رہے گورو مورت کی اور
گورو تو چندر کا روپ ہے اور چیلہ چت چکور — کہہ کبیر گورو سے ویو بن نظر نہ آوے اور

یہ زکوٰۃ کا مضمون ہے۔ اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ سمجھ میں آئے تو اچھی بات ہے نہ سمجھ میں آئے خیر سلّا۔ یہ زندگی کے سدھارنے اور درست کرنے کی شرطیہ اور یقینی تدبیر ہے۔ جو کبھی خطا نہیں کرتی۔ اور چیلے کی مُراد کا تیر ہمیشہ نشانہ پر بیٹھتا ہے۔

لگے ہاتھوں اس زکوٰۃ کے مضمون کو اور سمجھ لو۔ یہ تواریخی واقعہ ہے اور تم اپنی تسلّی راجپوتانہ کے تواریخ سے کر سکتے ہو۔ باپا راول نہایت اشدباس شخص تھا۔ یہ مہاراجہ رام چندر کی اولاد میں ہوا ہے۔ بلّھی پور میں اس کے خاندان کی سلطنت تھی۔ جب سلطنت غارت ہوگئی۔ یہ بہت کم سن لڑکا تھا۔ جان کا خطرہ تھا اس لئے ماں اُسے بھگالائی۔ اور اہیروں کے درمیان رہ کر اپنے آپ کو اہیرنی اور باپا راول کو اہیر بنایا اور مویشیوں کی چرائی کا کام کرتا تھا۔ منچلا تھا۔ بیباک تھا۔ ایک موقع پر اس طفلانہ شرارت کی وجہ سے کھیل میں اہیروں کی کنواری لڑکیوں کے ساتھ شادی کرلی۔ شادی اور کچھ نہیں تھی۔ جھولے کے دن تھے یہ قوی اور شہزور آدمی تھا۔ کنواری لڑکیوں نے درخواست کی "درخت پر جھولے ڈال دو" اُس مسخرے نے کہا "تم سب۔ درخت کے چاروں طرف میرے ساتھ کئی پھیرے دو تب میں جھولے ڈال دونگا" ناتجربہ کار لڑکیوں کو کیا سمجھ تھی۔ انہوں نے سمجھا کھیل ہے۔ پھیرے پھیرے گئے اور اس نے درخت پر جھولے ڈال دیئے۔ گاؤں میں خبر مشہور ہوئی کہ باپا راول نے نہایت بیجا کام کیا۔ اب ان لڑکیوں کی شادی کوئی

نہیں کریگا۔ اور اُس کی جان لینے کے فکر میں ہوئے۔ ہندو ہمیشہ سے ضعیف الاعتقاد ہیں۔ لکیر کے فقیر ہیں۔ باپا راول کو اس کی ماں اور جگہ بھگا لے گئی۔ اور وہاں بھی یہ چرواہے کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ اتفاق کی بات اس کے گلے کی ایک گائے ہمیشہ دوپہر کے وقت غائب ہو جاتی تھی۔ باپا فکرمند ہوا کہ یہ گائے کہاں چلی جاتی ہے۔ اور گھنٹوں رُوپوش رہ کر پھر کیسے شام کو واپس آجاتی ہے۔ اس نے ایک دن گائے کا پیچھا کیا۔ گائے ایک غار کے اندر گئی۔ وہاں کوئی سادھو رہتا تھا۔ اس کا نام اِکلنگ ناتھ تھا۔ یہ گائے روزانہ غار میں جاکر اُسے دُودھ پلا آتی تھی۔ انسان اور حیوان کے درمیان اس قسم کی محبت ہو گئی تھی۔ یہ اس کا روزانہ معمول ہو گیا تھا۔ باپا نے دیکھا۔ فقیر سے کہا۔ میں ضرورت کے موافق روز دودھ آکر پلا جایا کرونگا مجھے اپنی شاگردی کا فخر بخشئے" فقیر خوش ہوا اُسے اپنا چیلہ بنایا۔ اور یہ روزانہ اسکی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی باتیں سُنتا رہا۔ ایک دن سادھو نے کہا "بیٹے! میں یوگی ہوں۔ میرے دُنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ کل علی الصباح میرے پاس آنا۔ میں تجھکو اپنا خاص اُپدیش دونگا۔ اور تجھ سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جاؤنگا"

دوسرے دن باپا کو صبح کی حاضری کا خیال نہیں رہا۔ وقت پر اُس کے پاس نہیں پہنچا۔ فقیر آسن جمائے ہوئے بیٹھے بیٹھے اوپر آسمان کی طرف چڑھ چُکا تھا۔ باپا کو دیکھ کر اس نے کہا "تو نے آنے میں دیر لگائی" خیر میں تو جاتا ہوں تو راجہ ہو گا۔ لیکن خبردار! راجہ اپنے آپ کو نہ کہنا۔

اپنا خطاب رانا رکھنا یا مہارانا رکھنا۔ اپنے آپ کو میرا دیوان سمجھنا اور مجھے ارپن کرتے ہوئے تب کوئی چیز اپنے کام میں لانا بس تیرے لئے یہ ہدایت ہے۔ تو اپنا منہ کھول دے۔ تاکہ میں تیرے اوپر تھوک دوں۔ اور میری طاقت تیرے اندر سرایت کر جائے۔"

باپا نے منہ کھولا۔ لیکن فقیر کا تھوک منہ پر نہیں گرا۔ اس کے بدن پر پڑا فقیر ہنسا تیری قسمت میں فقیری نہیں بدی ہے۔ امیری بدی ہے میں تجھے اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب تیرا جسم بہت طاقتور رہیگا۔ جا! حکمرانی کر لیکن اس بات کو نہ بھولنا۔ کہ راجہ ہوتے ہوئے تو میرا دیوان رہیگا۔ اور مہارانا کہلائیگا۔ جا تو جیسا ہے ویسا ہی رہ۔ لیکن اس ارپن کرنے کے اصول کو کبھی نظر انداز نہ کرنا۔ باپا راول نے فقیر کو نمسکار کیا۔ اور وہ دم کے دم میں نظر سے غائب ہو گیا۔

باپا راول بالطبع کرشن بھگوان کی طرح بیر پرش بنا رہتا تھا۔ اس نے بہت سی شادیاں کیں۔ اتفاق کی بات جب قاسم نامی خلیفہ ولید کے سپہ سالار نے اس کے ملک پر حملہ کیا۔ اس نے اس کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لی۔ مسلمان نہیں ہوا۔ نادان ہندوؤں نے یہ فتوےٰ دیا کہ تو ہندو نہیں رہا۔ راجہ ہونے کو تو یہ راجہ ہو گیا۔ لیکن ہندوؤں کے اس فتوے کو اس نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اپنے بیٹے کو گدی دی۔ اور خراسان کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس نے بہت مسلمانیوں کو زوجیت میں قبول کیا۔ کابل وغیرہ کے نوشیرہ پٹھان اسی کی اولاد

کہلاتے ہیں۔ وہ وہیں مر گیا۔ اس کی ہندو اولاد اب تک مہارانا کہلاتی ہے اور ہندوؤں کے درمیان یہ سب سے اعلیٰ خاندان سمجھا جاتا ہے۔ اور اودے پور اس کی تختگاہ ہے۔ اس نسل کے راجے مہارانا کہلاتے ہیں۔ اور اب تک اپنے آپ کو اکلنگ ناتھ کا دیوان سمجھتے ہیں۔ تم کرنل ٹاڈ کے اتہاس کو پڑھ کر اپنی تشفی کر سکتے ہو۔

زکوٰۃ دینے کا مضمون میں اس طرح حل کر کے تم کو سمجھاتا ہوں۔ اس سے سمجھ لو۔ اور خودی غرور کے جذبہ کو دبا کر اس طرح سب کچھ ارپن کرتے ہوئے گورو کے نام پر اپنی زندگی بسر کرو۔

"پھر دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہے"

زندگی خوشنما ہو جائیگی۔ خوشی کی میراث تمہارے حصّہ میں آئیگی۔ دین اور دنیا دونوں کا لطف رہیگا۔ بس! اس سے زیادہ کیا کہوں۔ اور کیا سمجھاؤں "عاقلاں را اشارہ کافی ست"

اگر در خانہ کس است
حرفے بس است

راد ھا سوامی دھام ۱۸ اکتوبر ۳۲ء

سوال و جواب

سوالات از سردار تارا سنگھ صاحب جبلپوری

سوال۔ جوگی سولا دھار سے اپنے شغل کو شروع کر کے سوادھشٹان منی پور اناہد وغیرہ مقامات کو طے کرتے ہوئے سہسرار یا سہس دل کمل میں پہنچ کر اپنے شغل کو

ختم کر دیتے ہیں جسے میں لطیف برہمانڈ کا ناکہ سمجھتا ہوں۔ اگر رادھا سوامی مت بھی اسی کو رسٹ مان لے تو اس میں کیا ہرج ہے؟

جواب۔ اس سوال کے مختلف پہلو ہیں۔ اور اس لئے ان پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر جواب دیا جاتا ہے۔ پہلا پہلو یہ ہے۔ کہ یوگی پہلے ان کے ذریعہ استھانوں کو بیدھتے ہوئے سہسدل کنول تک آئے تھے۔ اب پرانا یام کے سکھانیوالے دنیا میں نہیں نظر آتے۔ اس واسطے وہ طریقہ ترک کر دیا گیا۔ دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ ان کے طرز عمل میں خاص خاص قسم کے سخت سنجم کرنے پڑتے تھے۔ اس زمانہ میں انسانی ضرورتیں اور طرح کی ہو گئی ہیں۔ اور وہ سنجم غیر ممکن ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان کا نشیدھ کر دیا گیا۔ تیسرے اس میں بیمار ہونے کا زیادہ خوف ہے۔ بدھی پورو ک اس کا بن آنا آسان نہیں۔ چوتھے اس کی حد سفلی مقامات کی حد تک ہے۔ جس سہسدل کا اشٹ باندھا جاتا ہے۔ وہ اور کچھ نہیں ہے۔ عالم کثرت کا دھنی ہے۔ رادھا سوامی مت انسان کو انسان سمجھ کر تعلیم کا سلسلہ شروع کرتا ہے۔ انسان وہ ہے۔ جس کی اندرونی ساخت کی تکمیل ہو چکی ہے اور چونکہ دل لطیف مضمون کو سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ ان لطیف مزاجوں کو کثیف مقامات کی الجھن میں کیوں پھنسایا جائے آسان اور سہل طریقہ کیوں نہ بتایا جائے۔ آسان اور سہل طریقہ شبد کی اپاسنا ہے۔ جو پرانا یام سے مختلف اور آسان ہے پانچواں پہلو یہ ہے۔ کہ رادھا سوامی مت صرف سوکشم رچنا میں رسائی کی ہدایت نہیں کرتا۔ بلکہ سوکشم سے کارن میں لے جاتا ہے۔ اور پھر اس کے پرلے چوتھے پد میں پہنچاتا ہے۔ یہ اس کا اشٹ ہے۔

چھٹا پہلو یہ ہے کہ بالعوض مولادھار کے اس کی عبادت آگیا چکر سے شروع

ہوتی ہے۔ جو تیسرے تل کا مقام ہے۔ اور سوکشمنا کے ساتھ ایک طرح پر یہ ستھول دیہہ کا کارن دیہہ بن جاتا ہے۔ اس کا پردہ آنندمے کوش ہے۔ اور اس وجہ سے یہ پران یوگ نہیں ہے بلکہ آنند یوگ ہے۔ اور آنند کے ساتھ اس کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔

ساتواں پہلو رادھاسوامی مت کی یہ تعلیم ہے۔ کہ کام ہنستے کھیلتے ہوئے بغیر محنت اور مشقت کے کیا جائے۔ کیونکہ کرم سے نہ مکتی ملتی ہے۔ اور نہ محنت کا ثمرہ نجات ہو سکتی ہے۔ سہج ریتی سہج بیوہار سہج سادھن اسکے حاصل کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔

یہ باتیں ہمسار کے ارشٹ باندھنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ یہ ضرور ہے کہ وہ ورات جگت کا وراٹ سروپ ہے۔ لیکن اس وراٹ کے پرے برہم کے اور سروپ بھی ہیں۔ اس لئے شغل کی ابتدا تو وراٹ کے استھان سے کی جاتی ہے۔ اور آگے برہم کے سوکشم سروپ اور کارن سروپ کو طے کرتے ہوئے سُرت نج بھنڈار میں جاتی ہے جو ان سب کے پرے ہے۔

یہ سبب ہے کہ رادھاسوامی مت کو سہج یوگ کی ہدایت کرنی پڑی۔

سوال (۲) - کیا وجہ ہے۔ کہ برھمانڈ اور پر برہمانڈ کے طبقوں میں بھی ہدایت کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ جبکہ لطیف مزاج آدمی آسانی سے ہر بات کو سمجھتا ہوا یہ آسانی تھوڑے سے مقامات پر شغل کر کے اونچے مقام پر چڑھنے کا حوصلہ کر سکتا ہے۔

جواب - یہ سارے مقامات حقیقت میں تیاری کے مقامات ہیں۔ سُرت جب

تیار ہو جاتی ہے۔ تب اس کے ثرت بنانے میں آسانی ہوتی ہے۔ جب تک وہ اس کیلئے تیار نہ ہو۔ تب تک اس کو درجہ بدرجہ لے جانا پڑتا ہے۔ تم جانتے ہو ست سنگیوں میں اور ابھیاسیوں میں کتنے آدمی ایسے ہیں۔ جن کے دل میں گناہوں اور وسوسات نہیں پیدا ہوتے۔ صحیح معنی میں ان سے سہس دل کنول کا بھی ابھیاس نہیں ہوتا۔ یہ سبب ہے کہ ان کی تعلیم میں دیر لگائی جاتی ہے۔ اور جب ان کا ادھکار جاگتا ہے۔ تو سہولت کے ساتھ ان کو صرف خاص خاص مقامات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

دوسرا پہلو۔ تم جو سوال کرتے ہو وہ اُتم ادھکاری کیلئے ہے۔ اُتم ادھکاری کی تعلیم مدھیم یا کنشٹ ادھکاری سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے اُتم ادھکاری سے زیادہ کمائی نہیں کرائی جاتی۔ زیادہ کمائی تو کنشٹ ادھکاری سے کرائی جاتی ہے۔ اور اس سے کم مدھیم ادھکاری سے جب ان کے اندر آتما آجاتی ہے۔ اور انوبھو جاگ جاتا ہے۔ تب سہولت سے خاص خاص باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے۔

تیسرا پہلو۔ یہ نہ سمجھو کہ رادھا سوامی مت میں سب دھان بارہ پنیری ہے۔ سب کی تعلیم یکساں نہیں ہے۔ کنشٹ ادھکاری کو تمام مرحلے طے کرائے جاتے ہیں۔ مدھیم ادھکاری کو صرف تین شونیہ بنا کر چوتھے پر لیجایا جاتا ہے۔ اور اُتم ادھکاری کو صرف ایک مقام خاص کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف گورو کر سکتا ہے۔ دوسرا نہیں کر سکتا۔

چوتھا پہلو۔ باقی ہیں اس قسم کے خیالات اکثر آتے ہیں۔ کتاب

سب لوگ پڑھتے ہیں لیکن آج تک ست سنگ میں کسی نے بھی بھول کر ایسا سوال نہیں کیا۔ اسلئے جب تک ان کے اندر قابلیت اور قبولیت کا مادہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور ان کی گتھی نہ سلجھ جائے تب تک انہیں اعلیٰ تعلیم دینے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اعلیٰ چیز اعلیٰ آدمی کیلئے ہوتی ہے۔ ادنی چیز ادنیٰ آدمی کیلئے ہوتی ہے۔ اوسط درجہ کی چیز اوسط آدمی کیلئے ہوتی ہے اُتم ادھکاری صرف اشارہ سے اپنا کام بنا لیتا ہے۔ مدھیم ادھکاری تھوڑی سی پوچھا پیکھی کرتا ہے۔ اور کنشٹ ادھکاری رات دن چھیڑ چھاڑ بحث مباحثہ کھنڈن منڈن۔ اور مذاہب کے ساتھ مقابلہ کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اس لئے سب کی تعلیم یکساں کیسے ہو سکتی ہے۔ بانی میں ایک جگہ آتا ہے۔

تین سُنّیہ آگے رہا دوری

آج تک کسی شخص کے مُنہ سے یہ سوال نہیں نکلا۔ کہ یہ تین سُنّیہ کیا کیا ہیں بانی کہتی ہے۔

نام ایسے ہے چوتھے پد ماہیں
یہ ڈھونڈھے ترلوکی ماہیں

کوئی شخص یہ سوال نہیں کرتا کہ چوتھا پد کیا ہے۔ اور کسطرح ترلوکی کے پرے وہ نام حاصل کیا جاتا ہے۔ وعلیٰ ہذا۔ اس خیال سے میرے دوست گورو کی تعلیم ایک طرح پر نہیں چلتی۔ ادھکاری کو دیکھ کر اُس کی قبولیت اور قابلیت کے موافق اُسے تعلیم دی جاتی ہے۔

سوال (۱۳)۔ اگر آدمی بقول آپ کے سچا ادھکاری ہے۔ اور گورو کو ہڈی اور ماس کا نہیں سمجھتا بلکہ خیالی طور پر روحانی عقیدہ رکھتا ہوا گورو کے اصلی سروپ کا معتقد ہو کر صرف ایک مقام پر اپنے دل کو متحد کر لیتا ہے۔ اور دکھ سے نجات پا کر اُسے سکھ حاصل ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی اُس کے دل میں گناہ ون نہیں پیدا ہوتے۔ تو کیا اس ایک تعلیم میں اُسکو ارشٹ پد کی پراپتی نہیں ہوتی؟

جواب۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ یہ بتا دیا گیا کہ اُتم ادھکاری کے لئے صرف ایک مقام پر سُرت ٹھہرانے سے ساری باتیں حاصل ہوتی ہیں سُرت کے نرت بننے کی دیر ہے۔ جب وہ نرت بن گئی۔ اسوقت اُسے جیون مُکت کی شاد حاصل ہو جاتی ہے۔ اب آگے جو تم سوال کرو اس کا جواب دیا جائیگا

سوال (۱۴) یوگ بھرشٹ کی ترقی ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اونچے مقام پر چڑھکر بھی اگر کسی ابھیاسی کی ذات سے ناکردنی فعل سرزد ہوا۔ تو وہ انسانی جُونی سے گر جائیگا۔ اور پھر راستہ پر آئیگا یا نہیں؟

جواب۔ اول جب ایک مرتبہ انسان بن لیتا ہے۔ تب وہ گراوٹ نہیں ہوتی وہ جب پیدا ہوگا۔ انسانی قالب میں پیدا ہوگا۔

دوسرے کہا جاتا ہے۔ کہ انسان بداعمالی کی وجہ سے حیوانی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسکے کہنے کا مطلب صفاتی ہے۔ جیسے کسی شخص میں غصہ کی زیادتی ہے۔ خونخوار کُتے کی طرح بھونکتا رہتا ہے۔ لوگوں پر جھنجھلاتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ وہ بھیڑیا ہے کُتا ہے درندہ ہے۔ یہ ساری باتیں استعاروں اور الذکاروں کی نظر سے کہی جاتی ہیں۔ ایک کلاس کے ترقی کردہ

ٹرکوں کو نیچے کے درجہ میں نہیں گرایا جاتا۔

(۳) جو جس خیال کی وجہ سے یوگ بھرشٹ ہوا ہے۔ وہ نیچے گر کر جب اس خیال کی تکمیل کریگا۔ پہلے یوگ کے دبے ہوئے سنسکار ابھرینگے۔ اور پھر وہ راستہ پر آجائے گا۔

(۴) اگر کسی کی کمائی پوری نہیں ہوئی ہے۔ تو مرنے کے بعد وہ اونچے مقام پر جائیگا۔ اور پھر سنتوں کے پرگٹ ہونے پر اس رچنا میں آکر اپنی کمائی پوری کرے گا۔

(۵) مثال کے طور پر جھوجڑ بھرت کو ہرن کے بچّہ کا پریم ہوا۔ وہ یوگ بھرشٹ ہو گیا۔ اور ہرن کے خیال میں مست ہو کر ہرن کی طرح بیوہار کرنے لگا پھر جس وقت اُسکے سوچ اور سمجھ کی حالت بیدار ہوئی۔ وہ غور کرنے کیلئے مجبور ہوا۔ کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اور پھر جیسا پہلے تھا۔ ویسا ہی ہو گیا۔ سنبھل گیا۔ اس قسم کے یوگ بھرشٹ روز ہوا کرتے ہیں۔ اور روز روز وہ سنبھلتے بھی رہتے ہیں۔ پس تم اپنے روزانہ زندگی کے اعمال اور اُن کے نتائج کو غور کرتے ہوئے سچے اور صحیح نتیجہ کے اخذ کرنے کے قابل ہو۔ گنواروں کی طرح جھوٹی باتوں کی طرف نہ جاؤ۔ کیونکہ ان کو بھیانک تعلیم صرف خوف دلانے کی نیت سے کی گئی ہے۔ مثلاً تم ہو کسی وجہ سے تم میں غصہ کا زبردست جذبہ پیدا ہو گیا۔ اپنے لئے جاتے رہے۔ اس وقت کہا جائیگا۔ کہ یہ شخص انسانیت سے گر کر حیوانات کے طبقہ میں آگیا۔ اس کا انسانی قالب نہیں رہا۔ بلکہ حیوانی قالب رہا۔ لیکن جب وہی شخص پچھتاتا ہوا اپنے سدھار اور

سنبھال کی طاقت پیدا کر لیتا ہے وہ پھر انسان کا انسان ہے۔

سوال (۵) آپ نے فرمایا کہ ادھوری کمائی کیا ہوا انسان پھر اس جنم میں آکر کمائی کو پوری کریگا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ لطیف رچنا میں جا کر وہ آگے کی روحانی ترقی کی منزل کی طرف قدم نہ بڑھالے۔ کیا ایسا ممکن ہے۔

جواب۔ ہاں ممکن ہے۔ میں نے اس انسان کی نسبت تم کو سمجھایا ہے۔ کہ جس کے دل میں یہ خیال ہے۔ کہ میری کمائی ادھوری رہ گئی ہے۔ اور مجھے ابھی جنم لینا ہوگا۔ اس کے واسطے جنم لینا ضروری ہے۔ لیکن ایسے بھی قوت ارادی کے مضبوط انسان ہیں۔ جن کا یہ خیال ہے کہ میں اسی جنم میں کام بنا لونگا اگر اتفاقیہ ان کی موت ہو گئی۔ اور وہ کسی اونچے مقام پر چلے گئے۔ تو وہاں ایسی روحیں ملتی ہیں۔ جو مددگار بن کر دنیا کے کثیف خیالات کو بھلاتی ہوئی اور خاص قسم کی قابلیت اور قبولیت کا عطیہ بخشتی ہوئی اوپر کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس کا اشارہ پوتھی سار بچن رادھاسوامی نظم میں آیا ہے۔ اور مختلف طریقہ پر اس پر اسی طرح بحث کی گئی ہے۔ جیسی تم مجھ سے کرتے ہو۔ لیکن آج تک کسی نے سوال نہیں کیا۔ اس لئے جواب نہیں دیا گیا۔

سوال (۶) جبوقت انسان کارن اوستھا میں جا کرتے ہو جاتا ہے۔ اس کی خواہشیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کی گراوٹ کیسے ہوتی ہے؟

جواب (۶)۔ کارن اوستھا میں سنسکار دگدھ یا معدوم نہیں ہوتے بلکہ سمٹ سمٹا کر بیج روپ ہو کر کچھ وقت کیلئے اسمیں لئے ہو جاتے ہیں۔ اور جب وقت آتا ہے۔ انکا اٹھان ہوتا ہے۔ جیسے تم کسی خاص کرم کے

کرتے وقت ہو جاتے ہو۔ اور کارن دیہہ میں جا کر سوشپتی میں لے ہو رہتے ہو۔ اس وقت یہ نہ سمجھو کہ اس کرم کی خواہش معدوم ہو گئی۔ وہ صرف سمٹ کر لے ہو چکی ہے۔ اور اس سے اُتھان ہونے کے بعد پھر اُسی طرح سے چکر میں آنا پڑتا ہے۔ یہ تمہاری زندگی کا روزانہ عمل و شغل ہے۔ اسی طرح جو جیو کہ مرنے کے بعد کارن میں لے ہوتے ہیں۔ وہاں سے سنسکار بیگ لینے کے بعد جب اُس کے منشرت کرم پھل دینے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس کا بھی اُتھان ہوتا ہے۔ وہ از سر نو جنم لیکر پھر اسی ادھیڑبن میں مصروف ہو جاتا ہے اور ویسے ہی کام کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ کارن میں لے ہونے کے بعد اُتھان نہ ہوگا۔ بالکل غلط اور غیر ممکن ہے اُتھان ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ کیونکہ خواہش معدوم نہیں ہوئی بلکہ خواہش ستھول درجہ سے اوپر چڑھ کر سوکشم ہوئی اور سوکشم سے کارن ہوئی جب تک وہ کارن اوستھا میں ہے۔ تب تک اس سے کارج کی پیدائش کیوں نہ ہوگی۔ سبب ہمیشہ نتیجہ کو پیدا کریگا۔ اور علت اور معلول کا قانون کبھی خاموشی اختیار نہ کریگا

کارن اوستھا میں لے ہوئے کے بعد بالکل بے خبری ہو جاتی ہے اس لئے کارن جگت میں پہنچنے پر بے خبری کا ہونا ممکن ہے۔ پھر آپ جو یہ کہتے ہیں کہ کارن اوستھا کے طے کرنے کے بعد تم کو حقیقت کی خبر ملیگی۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ ہم کارن میں بے خبری کی کیفیت محسوس کرتے ہیں

جواب۔ انسان کا دل عجیب و غریب بنایا گیا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ کارن میں جا کر وہ بے خبر بن جاتا ہے۔ اگیانی بن جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ یہ

کہنا سچ ہوگا۔ کہ وہ پرکرتی گھن یا گھنی عقل والا ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ یکسانیت ہو جاتی ہے۔ اس واسطے اپنی ذات یا جوہر میں بے ہو کر سکھ کی اوستھا میں آجاتا ہے۔ اور اس سکھ میں محو ہو رہتا ہے۔ پھر جب جاگتا ہے۔ اس وقت وہ خبر دیتا ہے کہ میں بڑے آرام سے سویا اور مجھے ایسا سکھ ملا جو لاکھوں روپیہ دینے سے بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اب اسکے خبر دینے پر ذرا بھی غور کرو۔ تو اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ گو اس حالت میں محویت کی وجہ سے وہ امتیازی ذات کے سمجھنے پر قادر نہ رہا ہو۔ لیکن اس حالت کی اصل سمجھ اس کے اندر موجود تھی۔ اگر قوت یادداشت نہ ہوتی۔ اور اس کی سمرتی شکتی ضائع ہو گئی ہوتی تو سُشپتی سے بیدار ہو کر وہ خبر کیسے دیتا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سمرتی شکتی انوبھو رُوپ ہے۔ اور انسان کی رسائی وہاں تک ہے۔ اس کو سمجھ بوجھ سکتا ہے۔ واپسی پر اس کی خبر بھی دے سکتا ہے۔

اگر یہ ممکن ہے تو یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ کارن سے پرے کی طرف چلا جائے۔ اور مہا کارن کی بھی خبر لاسکے۔ ان سب مقامات کے ابھیاس سے طے کر لینے اور انوبھو پراپت کر لینے کا نام گیان ہے۔ اور رادھا سوامی مت کا زور اسی بات پر ہے۔ کہ کارن کو بدھتے ہوئے اوپر کی طرف جاؤ وہاں تم کو اپنی ذات کی پرکھ کا موقعہ ملیگا۔ اس کے بعد پھر سکوت اور خاموشی کا عالم رہیگا۔

سوال (۷) سمادھی کی حالت میں جا کر یوگی کو نقصان ہوتا ہے۔ اسی طرح

شبد ابھیاسی کو بھی شُونیہ کی حالت پر پہنچنے پر انتقال ہوگا۔ پھر بات کیا ہوئی مانا چڑھائی کے وقت وہ اوپر کا ہو گیا۔ مگر اُتار کے وقت اس کی زمینی حالت وہی رہیگی۔ میں اس کا مُفصّل جواب چاہتا ہوں۔

جواب: اس سوال کے جواب میں کئی پہلو ہیں۔ چونکہ تم کو مناسب طور پر ست سنگ کرنے کا موقعہ نہیں نصیب ہوا۔ اس واسطے یہ اعتراض کیا گیا۔ اور یہ اعتراض مناسب بھی ہے۔

پہلا پہلو یہ ہے۔ کہ سمادھی ہوا کا نام نہیں ہے۔ دل کا سمتا کی حالت یا بیلنسڈ کنڈیشن میں آنا سمادھی کہلاتا ہے۔ سمادھی کا لفظ دو سنسکرت مادّہ سے بنا ہے۔ سم اور دھا۔ سم کے معنی ہیں یکسانیت کی حالت حاصل کرنا۔ یا یکسانیت کی حالت میں آجانا۔ اور دھا کے معنے ہیں۔ اُسے دھارن کر رکھنا یہ اس کے معنی ہیں۔

دوسرا پہلو۔ یوگی نے جو سمادھی حاصل کی وہ جڑ سمادھی تھی۔ ممکن ہے وہ چھ چھ مہینے یا سال سال بھر کیلئے یا اس سے زیادہ مُدّت کیلئے زمین میں مدفون ہو جائے۔ لیکن پھر جسوقت ہوش میں آئیگا۔ زمینی کا زمینی رہیگا۔ کیونکہ وہ اسی طرح سمادھی کی حالت سے زمین پر گر پڑیگا۔ جسطرح تم روزانہ گہری نیند میں جاکر نیچے اُتر آتے ہو۔ سنت مت میں اس کی وقعت نہیں ہے

تیسرا پہلو۔ سنت مت کی سمادھی سہج سمادھی یا چیتن سمادھی کہلاتی ہے۔ بمقابلہ چیتن سمادھی کے سہج سمادھی کا لفظ اُس کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اس سمادھی کا یہ وصف ہے۔ کہ اگر سمادھی والا سچا ہے۔ اگر اُس نے گورو

کی تعلیم کا پورا پورا فیض حاصل کیا ہے۔ تو اس کے لئے سمادھی کی حالت سے واپسی کا خطرہ نہیں ہے۔ نہ اسے محو اور بیہوش ہونے کی ضرورت ہی رہ اسے زمین کے اندر گڑھا کرانے۔ یوگ شکتی کے دکھانے کی ضرورت ہے۔ ان دونوں سمادھیوں کے فرق کے سمجھنے کی کوشش کرو۔

چوتھا پہلو۔ سرت شبد یوگ کے ابھیاسی کی واپسی سمادھی سے اسواسطے نہیں ہوتی۔ کہ جس وقت اسے اپنے دل پر قابو مل جاتا ہے۔ اور یکساں حالت پر قائم رہتے ہیں۔ پورے طور پر مشتاق ہو جاتا ہے۔ وہ جاگتا رہے ہے تب بھی سمادھی کی حالت ہے سوتا رہتا ہے تب بھی سمادھی ہی ہے دنیا کا بیوہار کرتا رہے تب بھی سمادھی ہے۔ غرضیکہ کسی حالت میں ہو۔ سمادھی کی حالت میں رہتا ہے

سنتو سہج سمادھی بھلی

جہاں جہاں مَن جاتا ہے وہاں وہاں اُس کی سمادھی لگی رہتی ہے

اُٹھے بیٹھے کھڑے اُتاتے

کہیں کبیر ہم وہی ٹھکانے

پانچواں پہلو یہ ہے۔ سنت مت کی انتہائی منزل مقصود سمادھی نہیں ہے۔ بلکہ سمادھی کا تجربہ حاصل کرتے ہوئے اُسے نروان پد میں آنے کی ضرورت ہے۔ یہ نروان پد کیا ہے۔ سنسکرت زبان میں نروان کہتے ہیں پھونک کر بجھا دینے کو یہ جو شغل اشغال کرائے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ قلب کی صفائی ہو جائے جذبات بجھ

نہ رہیں۔ اور ابھیاسی جیتے جی اس حالت کو اپنے اندر پیدا کر کے پہلے جیون مُکت دشا کو پراپت کرے۔ اور بیوہار کرتے ہوئے ایسی حالت پر آ جائے کہ وہ جیتے جی تمام تعلقات سے آزاد ہو جائے۔ سب کچھ رکھتا ہوا کسی کا مالک نہ ہو سب کچھ کرتا ہوا کرتا دھرتا نہ بنے کمل نیر کی الٰہنی اختیار کرے یہ جیون مُکت اوستھا ہے۔ اس کے بعد جسے بدیہ مُکت کہتے ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ جب اس جیون مکتی کی پراپتی ہو گی۔ تو آدمی جسم رکھتا ہوا بھی جسمانی تقیدات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور یہ جسم اس کے سُکھ اور دُکھ کا کارن نہیں بنتا۔ یہ وِدیہ مکتی ہے۔ یہ دونوں حالتیں اسی زندگی میں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ نارا سنگھ جی! سنت سنگت سے جا کر تم کبیر صاحب کے اس شبد کو بار بار پڑھو جس کی پہلی کڑی یہ ہے۔

سنتو سہج سمادھ بھلی

جا دن کرپا بھئی ست گورو کی سرتہ انت چلی

اگر اس پر بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو ایک قصہ سُن لو۔ آگرہ میں ایک سیٹھ رہتا تھا۔ اس کا گورو کوئی سنیاسی تھا سیٹھ بڑا مالدار آدمی تھا کلکتہ سے لیکر پشاور تک ہر جگہ اس کی ہنڈی پتروں کا سلسلہ جاری تھا۔ گورو سے اُپدیش تو اُس نے لیا۔ اور گورو نے ہزاروں طریقہ سے اُسے سمجھایا۔ کہ سیٹھ جی جیتے جی جیون مُکت کی اوستھا حاصل کر لو۔ لیکن بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ روزانہ بحث مباحثہ کیا کرتا تھا۔ اور جیون مُکت اوستھا کو غیر ممکن بتاتا تھا۔ گورو عاجز آ گیا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ چیلے میں

سنسکار تو موجود ہے۔ لیکن تجربہ کی کمی ہے۔ ایک دن اُس نے کہا سیٹھ جی میرے ساتھ تیرتھ یاترا کو چلو۔ اور دوران سفر میں خاطر خواہ طور پر تم کو یہ مسئلہ ذہن نشین کرا دونگا۔ سیٹھ جی نے گٹھڑی باندھی روپیہ پیسہ ہاتھ میں لیا۔ علاوہ گورو کے صرف ایک نوکر ساتھ تھا۔ تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ متھرا بندرابن آئے۔ ہر دوار گئے۔ پریاگ میں آکر جگناتھ جی کا ارادہ کیا۔ وہاں سے کلکتہ اور بیجناتھ کا درشن کرتے ہوئے گیا جی میں آئے پنڈوں کو پنڈوال کی یہ سب کچھ ہوا۔ سنیاسی کسی کام میں مزاحم نہیں ہوا۔ اُس نے گیا کے پنڈے کو اشارہ کیا۔ یہ موٹا آسامی ہے۔ جسقدر تم کو اس سے وصول کرنا ہے خوب وصول کرلو گورو کا اشارہ پاکر پنڈے نے نوچ کھسوٹ شروع کی۔ اور سیٹھ جی کے پاس پانچ سات روپے رہ گئے۔ ان کو فکر لاحق ہوئی۔ کہ گھر کیسے پہنچینگے۔ گورو نے کہا کیا پرواہ ہے۔ میں تم کو گھر پہنچا دونگا۔ جب میں نے تم کو دھرم پہ پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔ تو اگر پہنچانا کیا مشکل ہے۔ مگر یہ بے چین تھا۔ اس کے دل میں یہ بات ٹھنی ہوئی تھی۔ کہ بغیر روپے پیسے کے گذارہ محال ہے۔ اور اس کے گورو کو صرف اسی ایک خیال کا دور کرنا مقصود تھا۔ وہ سمجھا بجھا کر اُسے کاشی لایا دھرم سالے میں مقیم ہوا۔ آنے کو تو آگئے۔ لیکن خرچ کے لئے روپیہ پیسہ نہیں رہا تھا۔ سیٹھ کی حالت کا اندازہ اس قسم کی طبیعت والا ہر دُنیادار لگا سکتا

ہے۔ اس نے اپنے گورو سے کہا "اب تو ہم یہاں آکر بے موت مرجائیں۔ آپ لائے۔ جیون مکت دشا کی تعلیم دینے کے لئے یا کاشی کرونٹ کرانے کے لئے" گورو نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ یہاں کوئی سیٹھ ہے جو تمہارے نام سے واقف ہے۔ اس نے کہا "ہاں ہے اور اس کا یہ نام ہے۔ بلا نالہ میں اس کی دوکان ہے"۔ سیٹھ نے کہا "اس کے پاس چلو۔ وہ تمہاری مدد کریگا۔ اور تم بھوکے نہیں مروگے"۔

یہ کہہ کر تینوں اس دکان پر پہنچے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکاندار بھی اسی سنیاسی کا چیلہ تھا۔ دور فاصلہ سے اس نے اشارہ کیا۔ سیٹھ نے اپنے گورو کو نمسکار تک نہیں کیا۔ کیونکہ وہ رمز شناس اور اشارہ پر کام کرنے والا تھا۔ یہ سیٹھ اس کے پاس گیا۔ اپنا نام بتایا۔ اور اس سے کہا "میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہنڈی منگانے میں دیر ہوگی۔ تم مہربانی کرکے مجھے پانچسو ۵۰۰ کی رقم دیدو۔ تاکہ میں کسی طرح آگرہ پہنچ جاؤں"۔ یہ دوکاندار اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا یہ بھی بہت مالدار تھا۔ اور آگرہ والے سیٹھ سے اس کا لین دین تھا۔ ہنڈیاں آتی تھیں۔ اور یہ ان کو سکار دیتا تھا۔ بہت سے درزی دوکان میں بیٹھے ہوئے کپڑے سی رہے تھے۔ سیٹھ نے جواب دیا "آج میں تمہیں روپیہ

نہیں دونگا کل دونگا۔ کل آنا تمہاری ضرورت رفع ہو جائیگی" یہ بیچارہ مایوس واپس ہوا۔ گورو سے اپنی حالت بیان کی وہ بے پرواہ آدمی تھا۔ "بہت اچھا آج نہیں تو کل روپیہ مل جائے گا۔ فکر کس بات کی ہے"۔

جس وقت یہ دوسرے دن دوکان پر گیا۔ سامنے ایک لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کی ارتھی کا سامان ہو رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھا گیا معاملہ ہے۔ جواب ملا کل اس کے لڑکے کی شادی تھی۔ بڑے دھوم دھام سے برات نکلی تھی۔ پچاسوں درزی لباس کے سینے میں مصروف تھے۔ برات گئی۔ رات کو سانپ نے لڑکے کو کاٹ لیا۔ وہ مر گیا۔ اب اس کے جنازہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں یہ لاش جلسائیں گھاٹ پہنچائی گئی۔ جہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔

اس بات کو سنکر آگرہ والے سیٹھ کا ماتھا ٹھنکا۔ مایوس تو وہ پہلے ہی سے تھا کہ وہ دوکاندار شاید روپیہ دے یا نہ دے۔ اب تو موت کا واقعہ ہو گیا ہے۔ اسے بہانہ مل گیا۔ اب کاشی میں بے موت مرنا ہوگا۔ کیونکہ آج میرے پاس روٹی کا سامان بھی نہیں ہے"۔

یہ خیال کر کے اس نے اپنی پیٹھ پھیری۔ دوکاندار کی اس پر نظر پڑی۔ آواز دے کر بلایا "سیٹھ جی! آؤ تمہیں پانچسو

روپیہ کی ضرورت تھی وہ لئے جاؤ" یہ اس کے پاس گیا۔ اُس نے تھیلی نکلوائی۔ پانچسو روپے اُس کو گن دئے اور کہا "آپ کو رسید دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے آپ کا اعتبار ہے۔ کیونکہ برسوں سے لین دین چلا آتا ہے۔ آپ آگرہ جاکر روپیہ بھجوا دیجئے گا"

سیٹھ جی نے روپے کو لے لیا۔ اور کہا "آپ نے کل کیوں روپیہ نہیں دیا۔ حالانکہ آپ کو فرصت تھی۔ آپ بیکار بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آج آپ کیسے دے رہے ہیں۔ آپ کا لڑکا مر گیا۔ کیا آپ کو دُکھ نہیں ہے؟"

سیٹھ نے ہنس دیا۔

"سیر دُنیا کی دمبدم کیجئے
کس کی شادی کس کا غم کیجئے"

سیٹھ جی بیوہار بیوہار ہے۔ اور پیار تھو پر پیار تھا ہے۔ جب تک جینا تب تک سینا۔ اگر لڑکا مر گیا تو کیا ہوا۔ یہ تو نت[۱] ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کا میرے ساتھ اتنا ہی سمبندھ تھا۔ نہ مجھے کل خوشی تھی نہ آج رنج ہے کل آپ کو روپیہ میں اس واسطے نہ دے سکا۔ کہ میرا مُنیم کل اور جگہ چلا گیا تھا۔ میں نے بہانہ نہیں کیا تھا۔ آج مُنیم

[۱] نِت۔ ہمیشہ

موجود ہے۔ اس واسطے روپیہ دینے میں تامل نہیں ہوا۔ آپ جائیے اور اپنا کام کیجئے۔

یہ روپے کی گٹھڑی باندھے ہوئے گورو کے پاس آیا راستہ میں زبان نہیں کھولی۔ دھرم شالے میں پہنچ کر ساری حقیقت سُنائی حیران تھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ گورو نے سمجھایا۔ کہ تجھے ایک جیون مُکت کی مثال دکھانی مقصود تھی۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ یہ دوکاندار جیون مُکت دشا میں ہے۔ اِسے سنسار کا دُکھ سُکھ نہیں دیا پتا۔ اب تیری سمجھ میں بات آئی کہ نہیں آئی؟ اس نے کہا۔ ہاں آگئی۔ میں نے مثال دیکھ لی۔ گورو کو اُپدیش دینے کا بہتر موقعہ ہاتھ آیا۔ جیون مُکت اوستھا والے مرتے مرتے دم تک بیوہار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن پرمارتھ کا خیال ان کے دل سے کبھی دُور نہیں ہوتا۔ یہ صرف سنساری جیو ہیں جو دبدھا میں پڑے ہوئے اُمید اور نا اُمید کی زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جو راز کو سمجھ گئے ہیں۔ وہ بیوہار اور پرمارتھ دونوں میں۔ مِپُن۔ (کامل) ہوتے ہیں۔ تو نے ایک جیون مُکت پرش کا درشن کر لیا۔ اب تجھے زیادہ سمجھانے بجھانے کی ضرورت نہیں رہی۔

گورو واقف کار آدمی تھا۔ اُسے سانپ کے زہر اُتارنے

کا منتر آتا تھا۔ سیٹھ جی کو دھرم شالے میں چھوڑ کر دکاندار کے پاس گیا۔ لڑکے کا زہر اُتار دیا۔ اور الٹے پاؤں واپس آکر تینوں پھر آگرہ کی طرف واپس چلے۔

اطلاع ضروری

جنوری ۱۹۳۳ء کا رسالہ ست سنگت زیر ترتیب ہے سال آئندہ سے یہ کوشش کی گئی ہے کہ آئندہ رسالہ ماہ بماہ باقاعدہ پہونچتا رہے۔ اس میں ہماری غلطی کم ہے۔ ہمارے خریداروں کا سلوک قابل شکایت ہے۔ خریداری کا دائرہ بہت محدود ہے۔ اور ہم خسارہ اُٹھا کر کام چلا رہے ہیں۔ روپیہ کی کمی ہر وقت رہتی ہے۔ یہ سبب ہے۔ کہ وہ وقت پر نہیں نکلتا۔

جنوری سنہ ۱۹۳۳ء کے رسالہ میں یہ رعایت رکھی جائیگی کہ اس میں سُرت شبد یوگ کی عملی تعلیم کے متعلق بالکل

عملی سبق رہیں گے۔ تاکہ ابھیاسیوں کو جلد ترقی کرنے میں یقینی کامیابی ہو۔ اور ساتھ ہی ایک ایک بات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیجائیگی۔ تاکہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہ محسوس ہو۔ یہ کتاب اس قسم کی ہوگی۔ جیسی ابھی تک کسی نے نہیں لکھی۔ یہ ہر قسم کی کمیوں کو پوری کردیگی اور ابھیاسی خاص کر اسے قیمتی سمجھکر کبھی اپنے پاس سے جُدا نہ کریں گے۔

اگر ممکن ہوا تو اسی نمبر کے دوسرے حصہ میں وشنو کے دس اوتاروں کے چرتر مختصر لیکن واضح عبارت میں قلمبند ہوں گے۔ اور ساتھ ساتھ نہ صرف اوتاروں کے فلسفہ کی وضاحت ہو جائیگی۔ بلکہ سرت شبد یوگ کے ابھیاسیوں کو اُس کے سلسلہ میں بہت سے روحانی غوامض، قابل غور ملیں گے۔ جو اُن کے مفید مطلب ثابت ہونگے۔ اور انہیں اوتاروں کے مسایل کے حل کرنے کی کنجی ہاتھ آ جائیگی۔ لوگ ناحق ان اوتاروں پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ آدرش کے لحاظ سے یہ ہمارے آدرش نہ ہوں۔ لیکن پھر بھی قابل تعظیم شخصیتیں ہیں۔ اور ان کے ظہور کے پردوں میں آفرینش کے اصول چھپے ہوئے

ہیں۔ جن کے جاننے سے روحانیت کی آگ کو حرکت اور تیزی نصیب ہوتی ہے۔

اگر طول طویل ضخامت کے خوف سے یہ دس اوتار چرتر شامل نہیں ہو سکے۔ تو ہم ایک نہایت دلچسپ روحانی ناول کو اس نمبر کے دوسرے حصّہ میں دیدینگے۔ اور دس چرتر کے لئے فروری سنہ ۱۹۳۳ء کے نمبر میں جگہ نکالیں گے۔ ہر دو رسالے حد درجہ کے دلچسپ ہونگے۔ اور پڑھنے والے نہایت قیمتی تصوّر کرینگے۔

ہمارے ست سنگی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اس کی اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ ہم ان کی خدمت اچھی طرح سے انجام دے سکیں۔

ست سنگت اپنے طرز کا عجیب و غریب لاثانی رسالہ ہے جس رسالہ سے جی چاہے مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔ اور آئندہ سال تو ہم خاص طور پر ہر نمبر کے مزید دلچسپ تر بنانے کا خیال رکھینگے۔

موتی لال ایڈیٹنگ منیجر ست سنگت ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام۔ ضلع مرزاپور

پُوران

پورانوں کا شمار ہندو دھرم کی مقدّس کتابوں کے زمرہ میں ہے۔ اور یہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ قدرت کی شکتیوں کی تصویریں کھینچ کھینچ کر موثر پیرایہ میں دکھاتے ہیں۔ ان سے بہتر اور دلکش تصویر انسانی خیال میں نہیں آسکتی۔ اور نہ مذہبی تعلیم کا اس سے سہل تر اور کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔ ان پرانوں کی جڑ ویدوں میں ہے۔ کوئی بھول کر بھی یہ نہ سمجھے کہ پوران وید مقدّس کے برخلاف ہیں

یہ نیت کر لی گئی ہے۔ کہ رادھاسوامی دھام سے ستسنگی بھائیوں کے لابھ کے خیال سے اٹھارہ پوران اور اٹھارہ اُپ پُوران کا سلسلہ دلچسپ پیرایہ میں نکال دیا جائے۔ ایڈیٹر مہرشی شیوبرت لال صاحب مہاراج ہونگے۔ جو پورانوں کے فلسفہ کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور جن کی تحریرات کی وجہ سے اب یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ کہ یہ بدمست بھنگ پینے والوں کی تصانیف ہیں۔

یہ پُوران علیحدہ علیحدہ جلدوں میں نکلینگے۔ مکمل کتابیں ہونگے۔ کوئی بات نظر انداز نہیں کیجائیگی اور ویدوں کا حوالہ دے کر یہ دکھایا جائیگا۔ کہ کس کس وید سے اُن کا تعلق ہے۔ بیان خوبصورت ناولوں کی عبارت میں دلچسپ ہونگے۔ اور ساتھ ساتھ ہر کتھا کے

روحانی عقدہ کی گرہ کشائی بھی ہوتی رہیگی۔ کام ذرا مشکل اور دقت کا ہے۔ اس کے لئے مجھے ہزاروں روپیہ خرچ کرنے پڑینگے۔ اور کافی عملہ سے کام لینے کی ضرورت ہوگی۔ صرف اس خیال سے یہ کام ہاتھ میں لیا جا رہا ہے۔ کہ لوگوں کو ہندو دھرم کی ماہیت سمجھائی جائے۔ اور ان سمجھ لوگ جو وقتاً فوقتاً جابیجا طور پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کی زبان روکی جائے۔ اس سے کئی فوائد ہونگے۔ اول ناول خوانی کا لطف دوسرے سناتن دھرم کی ماہیت کا علم تیسرے پورانوں کی فلاسفی سے واقفیت چوتھے روحانیت کے دقیق مسائل جو پورانوں کی کتھاؤں کے سلسلہ میں قلمبند ہوئے ہیں اُن کی کافی وضاحت اور صراحت۔ ہم خُرما و ہم ثواب! آم کے آم گٹھلیوں کے دام!

پُران کے ہر نمبر میں خاص خاص فوٹو کی تصویریں رہینگی۔ جو اس کی دلچسپی کو بڑھا دینگی۔

ضرورت ہے۔ کہ جن لوگوں کو پورانوں کا شوق ہے۔ وہ اس نیک کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اس ضخیم رسالہ کی کیا قیمت سالانہ رکھی جائیگی اس کی اطلاع بعد کو دی جائیگی۔ کافی خریداروں کی تعداد آجانے پر اس کام کو ہاتھ میں لیا جائیگا۔ خواہشمند اصحاب اپنا نام لکھکر بھیج دیں۔

المشتہر

شریمتی تارا دیوی مالکہ و منیجرہ رسالہ پوران۔ ڈاک خانہ رادھا سوامی دھام ضلع نرسنگپور

خوشخبری !! خوشخبری !! خوشخبری !!

ذیابیطس کا شرطیہ علاج

ذیابیطس دُور

مریضان ذیابیطس مایوس نہ ہوں ذیابیطس دُور مرض ذیابیطس اکسیر ثابت ہوئی ہے ہزاروں مریض اس کی بدولت صحت یاب ہوئے ہیں ذیابیطس دُور کے جادو بھرے اثر سے بیسیوں قسم کے نامرد مریض پرمیہہ (جریان) پیشاب اور مرض کی بیماریوں کو مثلاً کثرت پیشاب۔ پیشاب کے ساتھ شکر کا آنا پیشاب کے ہمراہ ویرج کا خارج ہونا۔ پیشاب کے آگے یا پیچھے کسی لیسدار چیز کا خارج ہونا۔ خواب میں ناپاک ہو جانا وغیرہ ہر قسم کے امراض کو رفع کر دیتی ہے۔ پوری خوراک قیمت دس روپیہ (۱۰) نصف خوراک کی قیمت چھ روپیہ (۶)۔ علاوہ محصول ڈاک۔

دمہ ناشک

جوان کو بوڑھا اور بوڑھے کو زندہ درگور کر دینے والے اس موذی مرض دمہ سے اگر آپ چھٹکارا چاہتے ہیں تو دمہ ناشک" کا استعمال کریں یہ دوا ہزارہا مایوس زندگی سے بیزار خودکشی پر آمادہ اور زندہ درگور مریضان دمہ کیلئے دوبارہ زندگی بخش ثابت ہو چکی ہے دمہ ناشک کھانسی کی شدت یا بلغم کی زیادتی۔ دم کا پھولنا۔ دم کا گھٹ جانا۔ چھاتی کا درد۔ پھیپھڑوں کی کمزوری وغیرہ عارضے کو جڑ سے اکھاڑنے میں اکسیر ہے قیمت صرف ... کے حساب رکھی گئی ہے۔ ۳۰ یوم کیلئے پوری دوا کی قیمت صرف دس (۱۰) روپئے معہ محصول ... فائدہ شرطیہ۔

ملنے کا پتہ:- [illegible]

[illegible]

کلپاٹ

یہ ایسی اکسیر اور پرتاثیر دوا ہے جو ایک ہی دو دن کے اندر اپنا اثر دکھاتی ہے
بوڑھے کو جوان بنانا تو کیا بات ہے یہ اپنی عادت ہے ہر حال زائل شدہ طاقت
دوبارہ اندر آجاتی ہے کمزور طاقتور ہو جاتا ہے اور سستی کاہلی کو دور کرتی ہے
ضعف دماغ ، درد سر ، کھانسی ، دمہ ، ذیابیطس ، قوت بینائی بڑھانے والی مقوی
دماغ - محافظ دل - خفقان ، سکتہ ، فالج کے اثرات کو دور کرنے والی - ہاضمہ اور باہ کی
تقویت بخش اور قطروں کی محافظ جسم کے سکڑن کی دافع یہ دوا بہت دنوں کا
بناکر تیار کی گئی ہے - خوراک پان میں صرف ایک چنے کے برابر روز سے کھانا شروع کیجئے
خالص دودھ اور خالص گھی پینے کا انتظام کر رکھیے - بہیروں کھانا دیکھی اور جب
تندرست ہو جائے استعمال چھوڑ دیجئے ایک تولہ دوا کی قیمت باون روپیہ ہے مگر نہ
زیادہ یقین نہ ہو تو بطور آزمائش تین دن یا ایک ہفتہ استعمال کر دیکھیے انشاء اللہ
تین ہی دن میں وہ کچھ کا کچھ ہو جائیگا - ایک ہفتہ چھانا ہے پرہیز اور کسی قسم کے
کی ضرورت نہیں ہے - جو تندرستی کو ... یا کمزور ہیں فوراً استعمال کریں
قیمت باون روپیہ تولہ تو بہت کم رکھی گئی ہے نمونہ کی شیشی ...
ڈاک خرچ روپیہ ...

ملنے کا پتہ

راجہ کمشنر ... ڈاکٹر ... سوامی مقام ضلع ...